قال اللہ تعالیٰ
فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيرًا
تب اُکھاڑ مارا اُن کو اُٹھا کر
حسن پرستوں کے
انجام کا منظر
ناشر
خواجہ محمد اسلام
لاہور

قال اللہ تعالیٰ

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا

تب اُکھاڑ مارا اُن کو اُٹھا کر

حُسن پرستوں کے انجام کا منظر

ناشر

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اشاعتِ دینیات

سعید منزل انارکلی

لاہور

حُسن پرستوں کے انجام کا منظر
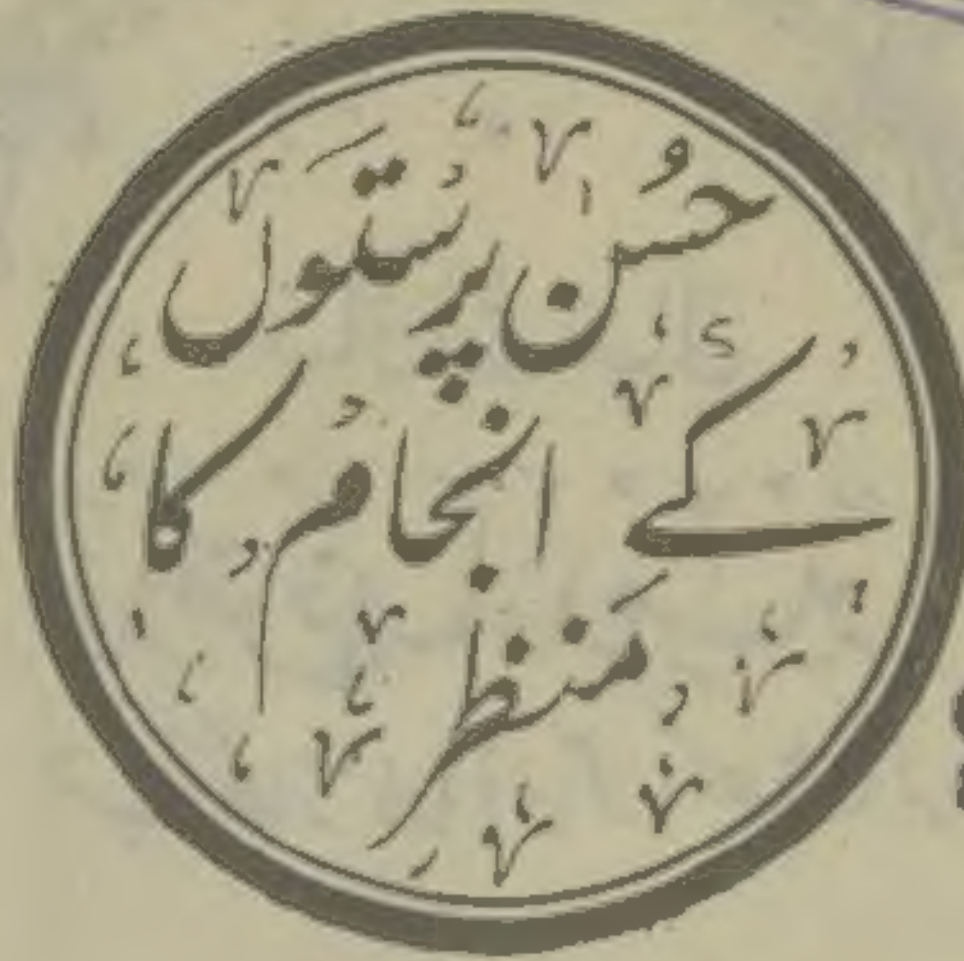
نام کتاب : حُسن پرستوں کے انجام کا منظر
مرتب و ناشر : خواجہ محمد اسلام
ضخامت : ۴۶۴ صفحات
مطبع : نثار آرٹ پریس لاہور
قیمت : (پندرہ) -/۱۵ روپے

منگوانے کا پتہ

○ خواجہ محمد اسلام، کھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

○ ادارہ اشاعتِ دینیات سعید منزل انار کلی لاہور

فہرست مضامین

مُقدّمہ

معزز حضرات! آج کل لوگ ذکرِ آخرت کی اہمیت سے غافل ہیں اور اس بات کو نہیں جانتے کہ معاملہ خطرناک ہے اور امر بڑی سختی ہے۔ آخرت سامنے چلی آتی ہے اور دُنیا پُشت پھیر چلی جاتی ہے۔ موت قریب ہے اور سفر بعید۔ توشہ تھوڑا ہے، اور اندیشہ مزید۔ راستہ بند اور مسدود ہے، اور جو علم و عمل خدا کی ذات کے لئے نہ ہو وہ مردود ہے۔ لوگ اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی سمجھتے ہیں۔ علمِ دین پُرانا ہو گیا ہے اور ہدایت کے نشانات مٹتے جا رہے ہیں۔ چونکہ یہ سب باتیں اُمورِ دین میں رخنۂ عظیمہ اور مصیبتِ فخیمہ ہیں اس لئے میں نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں مصروف ہونا لازم سمجھا تاکہ بجھے ہوئے دوبارہ چمکیں سوتے ہوئے دل جاگیں۔ خدا کے بندے بُرائیوں کو چھوڑ کر اچھائیوں کی طرف راغب ہوں اور بدیوں کو چھوڑ کر نیکیوں کی راہ پر چلیں اور لوگ دلی صدق و عقیدت کے ساتھ کامل ایمان والوں کی طرف متوجہ ہوں چنانچہ متعدد کتب تفاسیر احادیث و تصوف سے استفادہ کر کے یہ کتاب مرتب کی۔

عزیزو! دیکھو، وقتِ فرصت غنیمت ہے۔ تغیرات کی بوچھاڑ ہر وقت جان کے ساتھ ہے۔ روؤ گے اور پچھتاؤ گے مگر یہ وقت نہ پاؤ گے۔ دنیائے ناپائیدار کے دارِ تزویر میں پھنسنے والو! تجسس کی آنکھیں کھولو اور تماشا گاہِ عالم کی نیرنگیوں پر نظر ڈالو۔ فکرِ آخرت کی اہمیت کو سمجھو۔ فسق و فجور کے حسرت ناک انجام کو دیکھو۔ اور اپنے اللہ کریم کی بارگاہ میں خضوع و خشوع کے ساتھ توبہ و استغفار کرو، اور نیکیوں کی راہ پر چلنے کی توفیق صدقِ دل سے مانگو۔ زمانہ اُڑا چلا جا رہا ہے، عمریں ختم ہو رہی ہیں، کوچ و رحلت بجنے والا ہے اور ہر ایک اپنی محبوب اشیاء کو چھوڑنے والا ہے۔ دنیا دار العمل ہے کچھ کر لو، نیکی کا بیج بو لو، جس کا ثمرہ تمہیں دار الجزا یعنی آخرت میں ملے گا۔

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر

زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

"اے شخص! نیکی کر لے اور نیکی کرنے کے لئے اپنی عمر کو غنیمت سمجھ اُس وقت سے پہلے کہ یہ آواز لگ جائے کہ فلاں شخص اب دنیا میں نہیں رہا۔"

امید واثق ہے کہ ہم وطن اس کتاب کو قبول فرمائیں گے اور اللہ کریم کی توفیق سے یہ کتاب لوگوں کو نیکی پر عمل کرنے کی ترغیب دلائے گی۔

دعا کا طالب: خواجہ محمد اسلام

سبزہ اُگا دیتی ہے۔ نیچے گوبر جس نے نہیں دیکھا، اُس کی آنکھ اِس سبزہ پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ عقل کہتی ہے کہ تہ سبزہ کیا چیز ہے اس کی تحقیق کرو۔ دُنیا مُردار ہے۔ اُوپر سے مزیّن، ورحسین ہے۔ اللہ تعالےٰ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلّم دنیا کی بے ثباتی اور فنائیت سے آگاہ فرماتے ہیں۔ کتنا ہم بھی اسی پر عاشق ہیں، اور موت کے وقت محروم کف افسوس ملتے ہوئے اس رنگین دُنیا کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دِل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے
جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہنا بُلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

دُنیا کے اندر دو حالتیں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔ کہیں بنتا ہے، کہیں بگڑتا ہے، کہیں شادی کہیں غمی، کہیں ولادت کہیں موت۔ ہر وقت تعمیر و تخریب کے مناظر سامنے ہیں۔ بس ہر چیز کا شباب اور اُسکی زیبائش اپنی طرف دعوت دیتی ہے۔ یہی اس کا کون یعنی وجود تعمیری ہے۔ اور ہر چیز کا بڑھاپا اور اس کی انحطاطی حالت کہتی ہے کہ جاؤ اپنا کام کرو، وقت ضائع نہ کرو۔ میں بالکل ناقابلِ توجہ ہے قدر ہوں یہی اُس کا فساد ہے۔

اے وہ شخص جو خوبیٔ بہار کو دیکھ کر فرطِ لذت سے ہونٹ کاٹتا ہے تو دھوکا نہ کھا، بلکہ سردی کے زمانہ اور موسمِ خزاں کی زردی بھی پیشِ نظر رکھ

اور سمجھ کہ یہ حالت ہمیشہ نہ رہے گی محض چند روزہ بہار حُسن سے دل مت لگا

اے شخص کہ آفتاب کی خوشنمائی اور اسکی آب و تاب سے تُو اس پر فریفتہ ہے۔ ذرا اُس کی حالت غروبِ آفتاب کے وقت بھی دیکھ کہ اس کا زوال کیسا ہوتا ہے۔ اے شخص تو آسمان پر چودھویں رات کے چاند پر فریفتہ مت ہو کہ عنقریب اس کے زوال کا منظر بھی سامنے ہوگا کہ چاند اپنے نور سے محروم ہوگا اور حسرت کرے گا۔

پس اگر تم کو ان سیم تن بتوں کے تن سیمیں نے پھانس لیا ہے تو تم کو ان کی آخری حالت پر غور کرنا چاہئے کہ حُسن بالکل ناپائیدار ہے، اور بڑھاپے میں یہ منظرِ حُسن ردی کا کمیت معلوم ہوگا۔

اے شخص جو آنکھیں تجھے آج بہت نشیلی مشابہ نرگس معلوم ہو رہی ہیں اور جان کی طرح محبوب ہیں، ایک دن تُو دیکھے گا کہ یہ چندھی ہوگئی ہیں اور ان سے کیچڑ اور پانی بدبودار جاری ہے۔

صورتوں پر فریفتہ ہونے اور اُن پر جان چھڑکنے والوں کے انجام کا منظر دکھلانے کے لئے اور اُس سے عبرت حاصل کرنے کے لئے یہ کتاب:

"حُسن پرستوں کے انجام کا منظر"

پیش خدمت ہے۔

خواجہ محمد اسلام

گانا ۔ زنا کا زینہ

راگ کی آوازیں سُن سُن کر بہت سے عابد اور زاہد فتنہ میں پڑ گئے ہیں
گانے کی آواز عقل میں تغیر لاتی ہے اور انسان جب طرب و نشاط میں آتا
ہے تو باوجود صحت ہوش و حواس کے ایسی حرکتیں کر گذرتا ہے جو عقل
سلیم کو بُری معلوم ہوتی ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
ایک بار سلیمان بن عبدالملک اپنے لشکر میں تھے۔ ایک رات کو کچھ
دیر تک جاگتے رہے۔ جب بستر سے اٹھ کر باہر چلے گئے تو وضو کے لئے
پانی مانگا۔ ایک لونڈی لے کر آئی۔ وہ وضو کرانے کے لئے پانی ڈال رہی
تھی کہ اسی اثناء میں سلیمان نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس لونڈی سے
مدد چاہی اور اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ بالکل غافل ہو رہی
ہے اور کان لگائے ہوئے اور اپنا تمام بدن جھکائے ہوئے ایک راگ کی
آواز سن رہی ہے جو لشکر کی جانب سے آتی تھی۔ سلیمان نے بھی وہ آواز
سُنی اس لونڈی کو حکم دیا وہ الگ ہو گئی اور خود کان لگا کر وہ آواز سننے لگے
معلوم ہوا کہ کوئی آدمی گا رہا ہے اس کے گانے کی آواز ہے۔ تو خاموش
ہو کر سننے لگے حتیٰ کہ جو شعر وہ گا رہا تھا سمجھ گئے۔ بعد ازاں ایک دوسری
لونڈی کو بلایا اور وضو کیا۔ جب صبح ہوئی۔ لوگوں کو اذن عام دیا کہ سب حاضر
ہوں جس وقت سب لوگ آ کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے سلیمان نے راگ کا

اور اُن بزرگوں کا جو راگ سُنتے تھے ذکر چھیڑا۔ اور اس بارے میں سب سے
ایسی نرم بیانی کی کہ لوگ سمجھے کہ سلیمان سُننے کی یعنی گانے بجانے کی خواہش
رکھتے ہیں۔ لہٰذا سب کے سب گانے بجانے کی تعریف و تحلیل اور تسہیل
وغیرہ کا ذکر کرنے لگے۔ سلیمان نے کہا۔ کیا کوئی اور آدمی بھی تم میں ایسا
باقی رہ گیا ہے جس سے کچھ سنا جائے۔ ایک شخص بولا یا امیر المومنین!
میرے یہاں ایلہ کے رہنے والے دو آدمی ہیں جو اس فن میں ماہر ہیں۔
سلیمان نے پوچھا۔ لشکر میں تمہارا قیام کدھر ہے؟ اس نے اسی جانب
اشارہ کیا۔ جدھر سے راگنی کی آواز رات کو سُنی تھی۔ حکم دیا کہ ان دونوں کو بلوا
بھیجے۔ قاصد گیا تو ان میں سے ایک کو پایا۔ اس کو سلیمان کے حضور
میں پہنچایا۔ سلیمان نے اس کا نام پوچھا۔ کہنے لگا۔ میرا نام سمیر ہے۔ پھر سوال
کیا کہ تو گانا کیسا جانتا ہے؟ جواب دیا کہ اس فن میں بہت بڑا کامل
ہوں۔ پوچھا تو نے کب سے نہیں گایا ہے؟ اس نے کہا حضور میں
آج ہی رات گا رہا تھا۔ سلیمان نے پوچھا کہ تو لشکر کی کس جانب ٹھہرا ہے؟
اس نے وہی جانب بتائی جس طرف سے آواز آئی تھی۔ دریافت
کیا کہ رات تو کونسا شعر گا رہا تھا؟ اس نے وہی شعر بتایا جو سلیمان نے
رات سُنا تھا۔

اُس وقت سلیمان لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے کہ اونٹ
بلبلاتا ہے تو اونٹنی بے خود ہو جاتی ہے۔ بکرا جوش شہوت میں آکر
آواز نکالتا ہے تو بکری مست ہو جاتی ہے۔ کبوتر غٹرغوں کرتا ہے تو

کبوتری مزے میں آتی ہے۔ اور مرد راگ گاتا ہے تو عورت طرب میں آتی ہے۔ یہ کہہ کر حکم دیا اور وہ آدمی خصی کر دیا گیا۔

پھر دریافت کیا کہ گانے بجانے کی اصل کہاں سے ہے؟ لوگوں نے کہا۔ مدینہ میں مخنث لوگ اس فن کے کامل اور پیشوا ہیں سلیمان نے اپنے عامل ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو جو مدینہ پر حاکم تھے۔ تحریر کیا کہ جس قدر تمہارے یہاں مخنث گانے والے ہیں، سب کو سزا دی جائے۔ (تلبیس ابلیس)

گانے بجانے کی حرمت کا بیان

اللہ کریم قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ	اور ایک وہ لوگ ہیں جو کہ
يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ	خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ	تاکہ بہکائیں (لوگوں کو) اللہ
اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ	کی راہ سے بغیر سمجھے اور ٹھہرائیں
وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ	اسی کو ہنسی۔ وہ لوگ ہیں
أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ	جن کے لئے ذلت کا عذاب
مُّهِيْنٌ ۝ (لقمٰن۔ آیۃ ۶)	ہے۔

کچھ جاہل اور ناعاقبت اندیش لوگ قرآن مجید کو چھوڑ کر ناچ رنگ کھیل تماشے یا دوسری واہیات و خرافات کو خرید کر اس میں

مستغرق ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی انہی مشاغل اور تفریحات میں پھنسا کر اللہ کے دین اور اس کی راہ سے برگشتہ کر دیں۔ اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی اور مذاق اڑائیں اس آیت میں لفظ لَهْوَ الْحَدِيثِ آیا ہے۔ اس کی تشریح پڑھئیے۔ روح المعانی میں آتا ہے کہ لَهْوَ الْحَدِيثِ ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل کر دے۔ مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ سب لَهْوَ الْحَدِيثِ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس لفظ کی تشریح پوچھی گئی تو آپ نے تین مرتبہ قسم کھا کر ارشاد فرمایا۔ هُوَ وَاللّٰهِ الْغِنَاءُ۔ خدا کی قسم اس سے مراد گانا ہے اور راگ راگنیاں ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے گانے والی لونڈیوں کے خریدنے اور بیچنے اور ان کو گانے بجانے کی تعلیم دینے سے منع فرمایا ہے، اور ارشاد فرمایا کہ ان کی قیمت کھانا حرام ہے۔ اور پھر اوپر والی آیت تلاوت فرمائی یعنی بعض لوگ ایسے ہیں کہ لہو کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کی راہ سے گمراہ کر دیں۔ اور اس کو ایک تمسخر سمجھیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے ذلت بخش عذاب ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے دو آوازوں سے جن میں حماقت اور فجور پایا جاتا ہے منع فرمایا ہے

حماقت و نحوست بھری ہوئی ہیں، منع فرمایا ہے۔ ایک نغمہ کی آواز، دوسرے مصیبت میں چیخ کر رونے، منہ پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور شیطانی نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مزامیر (آلات موسیقی) کو تباہ کرنے اور توڑنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ ایک جگہ اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سُنے تو قیامت کے روز اُس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

عبرت آمیز واقعہ صفوان بن امیہؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک بار حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے۔ اتنے میں عمرو بن قرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے لئے اللہ تعالیٰ نے شقاوت اور بدبختی مقدر فرمائی ہے کہ مجھ کو بغیر دف بجانے کے رزق نہیں مل سکتا۔ آپ مجھ کو گانے بجانے کی اجازت دے دیں میں فحش گانا نہیں گاؤں گا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ہرگز اجازت نہیں دوں گا، نہ تیری عزت کروں گا، اور نہ ہی تجھ کو چشمِ لطف سے دیکھوں گا۔ اے خدا کے دشمن تُو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حلال اور پاک رزق عطا فرمایا ہے اور تُو نے اس کے رزق میں حرام اختیار کر لیا ہے۔ اگر میں تجھ کو اس سے پیشتر منع کر چکا ہوتا تو اس وقت تجھ سے بری طرح

دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے ہر وہ چیز جو انسان کے اعمال و اخلاق پر فوراً یا کچھ دیر کے بعد کوئی بُرا اثر ڈالنے والی ہوتی ہے۔ اسلام اس پر پابندی لگا دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غنا یعنی گانا دل میں نفاق اُگا دیتا ہے جس طرح پانی سبزی کو اُگاتا ہے۔ اور فرمایا: جب آدمی سواری پر سوار ہوتا ہے اور بسم اللہ نہیں کہتا، تو شیطان اُس کے پیچھے بیٹھ جاتا ہے اور اُس سے کہتا ہے گانا گا۔ اگر اُس کو گانا اچھی طرح نہیں آتا تو شیطان کہتا ہے کہ آواز ہی بنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کے اتالیق کو تحریر کیا کہ تمہاری تعلیم میں سے پہلا عقیدہ ان لوگوں کا یہ ہونا چاہئے کہ لہو کی چیزوں سے سخت نفرت رکھیں۔ لہو کی چیزوں کا آغاز شیطان کی طرف سے ہے، اور انجام اُس کا خدا تعالےٰ کی ناراضی ہے۔ میں نے علمائے ثقات سے سنا ہے کہ باجوں کی محفل میں جانا اور راگ سننا، اور اُن کا دلدادہ رہنا دل میں نفاق اُگا دیتا ہے جس طرح گھاس کو پانی اُگا دیتا ہے۔ اور اپنی جان کی قسم کہ ایسے مقامات میں جانا چھوڑ کر اِس بلا سے محفوظ رہنا، صاحبِ عقل کے لئے اس سے زیادہ آسان ہے کہ اپنے دل کے نفاق پر ثابت قدم رہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غنا یعنی گانا بجانا زنا کا منتر ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ گانا دل کو خراب اور خدا کو ناراض کرتا ہے۔ یزید بن ولید کہتے ہیں

اے بنی امیہ! گانا سننے سے دور رہو کیونکہ گانا شہوت کو بڑھاتا ہے اور آدمیت کی بنیاد ڈھاتا ہے۔ شراب کا قائم مقام ہے۔ اور نشہ کا عمل کرتا ہے۔ عورتوں کو اس سے دور رکھو کیونکہ گانا بدکاری کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں آپ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سنی، تو آپ نے فوراً اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ اور بار بار پوچھتے جاتے تھے کیا آواز آتی ہے؟ جب کہا گیا کہ آواز نہیں آتی، تب آپ نے انگلیاں کانوں سے نکالیں۔ اس واقعہ پر غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سید المرسلین تھے، محبوب رب العالمین تھے، اللہ کریم ان کے ہر لحظہ نگہبان تھے، ان کو ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی حاصل تھی، ان کی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ ایسی آواز پر بھی جو اعتدال سے خارج نہیں کر دیتی، اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں تو اندازہ کریں کہ اس زمانے کے راگ اور باجوں سے کس قدر دور رہنا چاہیئے جو اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں، شہوت کو بڑھاتے اور عقل سلیم کو تباہ کر کے گمراہیوں اور فتنوں کی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔

ناچ گانے کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشادات فرمائے ہیں، انہیں ذرا پڑھیئے اور غور کیجئے کہ اب امت

صراطِ مستقیم سے کس قدر ہٹ گئی ہے، اور خواہشاتِ نفسانیہ میں
پھر کر اللہ کریم کی یاد سے بالکل غافل ہو گئی ہے۔

ناچ گانے کی محفلیں، بندروں اور خنزیروں کا مجمع حضرت انس
رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخری
زمانے میں کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے۔ صحابہ
نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟
فرمایا۔ ہاں! وہ ایسے ہوں گے نماز، روزہ اور حج بھی کریں گے۔ صحابہ
نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا۔ وہ آلاتِ
موسیقی، رقاصہ عورتوں اور طبلے و سارنگی وغیرہ کے رسیا ہوں گے، اور
شرابیں پیا کریں گے۔ آخرکار وہ رات بھر لہو و لعب میں لگے رہیں گے اور
صبح تک وہ بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ معاذاللہ

محرماتِ شرعیہ میں حیلہ ساز تاویلیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ امت شراب
کو مشروب کے نام سے، سود کو منافع کے نام سے، اور رشوت کو
تحفے کے نام سے حلال کرنے لگی اور مال زکوٰۃ سے تجارت کرنے
لگے گی تو یہ ان کی ہلاکت کا وقت ہوگا۔ گناہوں میں زیادتی اور ترقی
کے سبب سے۔

بکثرت بدمستی کا رجحان حضرت انس رضی اللہ عنہ، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب میری امت پانچ چیزوں کو

علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دو جہنمی گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا (یعنی بعد میں پیدا ہوں گے)۔ ایک وہ گروہ جن کے ہاتھوں میں بیل کی دم جیسے کوڑے ہوں گے۔ وہ ان کو لوگوں کے منہ پر (ناحق) ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو (کہنے کو تو) لباس پہنے ہوئے ہوں گی لیکن (چونکہ لباس بہت باریک یا ستر کے لئے ناکافی ہوگا، اس لئے وہ) درحقیقت برہنہ ہوں گی (لوگوں کو اپنے جسم کی نمائش اور لباس کی زیبائش سے اپنی طرف) مائل کریں گی۔ (اور خود بھی مردوں سے اختلاط کی طرف) مائل ہوں گی۔ ان کے سر فیشن کی وجہ سے، بختی اونٹ کی کوہان جیسے ہوں گے۔ یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی، اور نہ جنت کی خوشبو بھی ان کو نصیب ہوگی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو دور دور سے آرہی ہوگی۔

ایک عابد کی حسن پرستی کا انجام

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا کہ اس کے زمانہ میں کوئی عابد اس کے مقابل نہ تھا۔ اس کے وقت میں تین بھائی تھے۔ ان کی ایک بہن تھی جو باکرہ تھی۔ اس کے سوائے وہ اور بہن نہ رکھتے تھے۔ اتفاق ان تینوں بھائیوں کو کہیں لڑائی پر جانا پڑا۔ ان کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جس کے پاس اپنی بہن کو چھوڑ جائیں اور اس پر بھروسہ کریں۔ لہذا سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کو عابد کے سپرد کر جائیں۔ وہ عابد ان کے خیال کے موافق تمام بنی اسرائیل میں متقی و پرہیزگار تھا۔ چنانچہ اس کے پاس آئے اور اپنی بہن کو حوالہ کرنے کی درخواست کی کہ جب تک ہم لڑائی سے واپس آئیں ہماری بہن آپ کے سایۂ حفاظت میں رہے۔ عابد نے انکار کیا اور ان سے اور ان کی بہن سے خدا کی پناہ مانگی۔ وہ نہ مانے اور اصرار کرتے رہے کہ ان کی بہن کو بخوشی اپنے ہاں رکھنا منظور کر لیں۔ حتیٰ کہ عابد نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا اور کہا کہ اپنی بہن کو میرے عبادت خانہ کے سامنے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ۔ انہوں نے ایک مکان میں اس کو لا اتارا اور چلے گئے۔

وہ لڑکی عابد کے قریب ایک مدت تک رہتی رہی۔ عابد اس کے لئے کھانا لے کر جاتا تھا۔ اور اپنے عبادت خانہ کے دروازے پر

کی ترغیب دی اور کہا بہتر ہے کہ تو خود لڑکی کے گھر کے قریب جا کر
بیٹھے اور آمد و رفت کرے اس میں زیادہ دینداری ہے۔ عابد نے ایسا ہی
کیا۔ شیطان نے پھر اس میں ثواب کی رغبت دی اور کہا کہ اگر لڑکی کے
دروازے کے قریب ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ اس کو دروازے تک
آنے کی بھی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ عابد نے یہی کیا کہ اپنے صومعے
سے لڑکی کے دروازے پر آ کر بیٹھتا تھا اور باتیں کرتا تھا۔

ایک مدت تک یہ کیفیت رہی تو شیطان نے پھر عابد کو آ بہکایا کہ
اگر تم گھر کے اندر جا کر باتیں کیا کرو تو بہتر ہے تاکہ لڑکی باہر نہ آوے۔
اور کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ پائے۔ غرض عابد نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ
لڑکی کے گھر کے اندر جا کر دن بھر اس سے باتیں کیا کرتا اور رات کو
اپنے صومعہ میں چلا آتا۔ اس کے بعد پھر شیطان اس کے پاس آیا۔
اور لڑکی کی خوب صورتی اس پر ظاہر کرتا رہا یہاں تک کہ عابد نے لڑکی
کے زانو پر ہاتھ مارا اور اس کے رخسار کا بوسہ لیا۔

پھر روز بروز شیطان لڑکی کو اس کی نظروں میں آرائش دیتا رہا
اور اس کے دل پر غلبہ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ اس سے ملوث ہو گیا۔ اور
لڑکی نے حاملہ ہو کر ایک لڑکا جنا۔ پھر شیطان عابد کے پاس آیا اور کہنے
لگا کہ اب یہ بتاؤ کہ اگر اس لڑکی کے بھائی آ گئے اور اس بچہ کو دیکھا
تو تم کیا کرو گے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم ذلیل ہو جاؤ یا وہ تمہیں رسوا کریں
تم اس بچہ کو لو اور زمین میں گاڑ دو یہ لڑکی ضرور اس معاملہ کو اپنے

بھائیوں سے چھپائے گی۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ نہ جان لیں کہ تم نے اس کے ساتھ کیا حرکت کی۔ عابد نے ایسا ہی کیا اور لڑکے کو زمین میں گاڑ دیا۔

پھر شیطان نے اُس سے کہا کہ کیا تم یقین کرتے ہو کہ یہ لڑکی تمہاری ناشائستہ حرکت کو اپنے بھائیوں سے پوشیدہ رکھے گی۔ ہرگز نہیں تم اس کو بھی پکڑو اور ذبح کر کے بچے کے ساتھ دفن کر دو۔ غرض اس عابد نے لڑکی کو بھی ذبح کیا اور بچے سمیت گڑھے میں ڈال کر اس پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا۔ اور زمین کو برابر کر کے اپنے عبادت خانہ میں جا کر عبادت کرنے لگا۔

ایک مدت گذرنے کے بعد لڑکی کے بھائی لڑائی سے واپس آئے اور عابد کے پاس جا کر اپنی بہن کا حال پوچھا۔ عابد نے ان کو اُس کے مرنے کی خبر دی اور افسوس ظاہر کر کے رونے لگا۔ اور کہا کہ وہ بڑی نیک بی بی تھی۔ دیکھو یہ اُس کی قبر ہے۔ بھائی قبر پر آئے اور اُس کیلئے دُعائے خیر کی اور روئے۔ اور چند روز اُس کی قبر پر رہ کر اپنے لوگوں میں آئے۔

راوی نے کہا۔ جب رات ہوئی اور وہ اپنے بستروں پر سوئے تو شیطان اُن کو خواب میں ایک مسافر آدمی کی صورت بن کر نظر آیا۔ پہلے بڑے بھائی کے پاس گیا اور اُس کی بہن کا حال پوچھا۔ اُس نے عابد کا اُس کے مرنے کی خبر دینا اور اُس پر افسوس کرنا اور مقام قبر دکھانا بیان کیا۔ شیطان نے کہا۔ سب جھوٹ ہے۔ تم نے کیونکر

اپنی بہن کا معاملہ سچ مان لیا۔ عابد نے تمہاری بہن سے فعل بد کیا۔ وُہ حاملہ ہوگئی اور ایک بچّہ جنا۔ عابد نے تمہارے ڈر کے مارے اُس بچّے کو اس کی ماں سمیت ذبح کیا اور ایک گڑھا کھود کر دونوں کو ڈال دیا۔ جس گھر میں وہ تھی، اُس کے اندر داخل ہونے میں وہ گڑھا داہنی جانب پڑتا ہے۔ تم جاؤ اور اُس گھر میں جاکر دیکھو۔ تم کو وہاں دونوں ماں بیٹے ایک جگہ ملیں گے جیسا کہ میں تم کو بیان کرتا ہوں۔ پھر شیطان منجھلے بھائی کے خواب میں آیا، اُس سے بھی ایسا ہی کہا۔ پھر چھوٹے کے پاس گیا، اُس سے بھی یہی گفتگو کی۔ جب صبح ہوئی تو سب لوگ بیدار ہوئے اور یہ تینوں اپنے اپنے خواب سے تعجب میں تھے۔ ہر ایک آپس میں ایک دوسرے سے بیان کرنے لگا کہ میں نے رات عجیب خواب دیکھا۔ سب نے باہم جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ بڑے بھائی نے کہا یہ خواب فقط ایک خیال ہے اور کچھ نہیں۔ یہ ذکر چھوڑو اور اپنا کام کرو۔ چھوٹا کہنے لگا کہ میں تو جب تک اس مقام کو دیکھ نہ لوں گا، باز نہ رہوں گا۔ تینوں بھائی چلے۔ جس گھر میں اُن کی بہن رہتی تھی آئے۔ دروازہ کھولا اور جو جگہ اُن کو خواب میں بتائی گئی تھی، تلاش کی۔ اور جیسا اُن سے کہا گیا تھا، اپنی بہن اور اُس کے بچّے کو ایک گڑھے میں ذبح کیا ہوا پایا۔ اُنھوں نے عابد سے کُل کیفیت دریافت کی۔ عابد نے شیطان کے قول کی اپنے فعل کے بارے میں تصدیق کی۔ اُنھوں نے اپنے بادشاہ سے جا کر نالش کی۔ عابد صومعہ سے اُتارا گیا اور اُس کو

ہو جائے۔ اور پوری طرح تمہاری باتوں پر مطمئن ہو جائے تو پھر اس کے سامنے
شہوات نفس و مشاغل کی رسیاں اور کانٹے پھینکو جب وہ پھنس جائے اور
کانٹے پکڑ لے تو رسی اور ڈور کو کھینچو۔ جب نفس تمہارے قریب ہی آجائے
تو پھر آنکھ کان۔ زبان۔ منہ۔ ہاتھ پاؤں کے مورچوں پر قبضہ جمانے کی
کوشش کرو۔ بہت جلد یہ مورچے تمہارے قبضہ میں آجائیں گے۔ اس
کے بعد پوری قوت سے تم ان مورچوں پر اپنی طاقت جماؤ۔ اور پھر ان مورچوں
کی راہ سے قلب تک پہنچ جاؤ۔ جب تم قلب تک پہنچ گئے تو سمجھ لینا تم
نے اسے پالیا۔ تم اسے اپنا اسیر بنا دیا پھر وہ تمہارے واجحبیل تبدیل کر تختی اور
بے جان ہو کر رہ جائے گا۔ یاد رکھو ان مورچوں کو تم کسی حال میں بھی نہ چھوڑنا
نہ انہیں خالی چھوڑنا۔ دشمن کی فوج یا اس کے کسی فوجی دستے کو ان مورچوں
تک نہ پہنچنے دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قلب تک پہنچ جائیں۔ اور قلب پھر
ان مورچوں کے ذریعہ تمہیں پیچھے دھکیل دیوے اور مورچوں سے بے دخل
کر دے پھر جب تم فتح یاب ہو جاؤ تو دشمن کی فوجوں اور فوجی دستوں
کو توڑ دو۔ کمزور کر دو اور ان کی ہمتیں پست کر دو تاکہ یہ یہاں سے اپنے فرائض
اپنی قلب تک پہنچ نہ سکیں اور اگر پہنچیں تو بے حیثیت ہو کر پہنچیں ان مورچوں
پر جب تم غلبہ پالو تو آنکھ کا مورچہ تاکو۔ اور اس پر قبضہ جما لو۔ نگاہ کو تم غور و
فکر کا موقع نہ دو۔ بلکہ اسے لہو و لعب۔ تفریح۔ ظاہری خوبصورتی اور نمائشی
مناظر۔ اور کھیل کود میں لگا دو اور اگر کبھی عبرت و تدبر کی جھلک اس تک پہنچ
جائے۔ تو فوراً اسے غفلت۔ ظاہر بینی اور شہوت کے جھمیلوں میں پھنسا دو

دو کیونکہ یہ چیزیں قلب کے قریب ہوتی ہیں اور اس کا نفس ان چیزوں سے زیادہ وابستہ ہوتا ہے اور یہ چیزیں بظاہر اسے زیادہ گراں بھی نہیں گزرتیں دیکھو نگاہ کا مورچہ پوری طرح سنبھال لینا۔ تمہاری آرزوئیں اس سے پوری ہو جائیں گی۔ میں نے نگاہ ہی کے ذریعے آدمی کے دل کو ہمیشہ خراب و تباہ کیا ہے نگاہ ہی کے ذریعے اس کے قلب میں شہوت کے بیج ڈالتا ہوں اور پھر تمناؤں اور آرزوؤں کا پانی دیتا ہوں اور طرح طرح کے وعدے کرتا ہوں اور طرح طرح کی تمناؤں کے میدان اس کے سامنے دکھا دیتا ہوں تاکہ اس کے اندر عزم و ارادے پیدا کر دیتا ہوں اور پھر شہوات کی لگام چڑھا کر اسے عصمت کے تخت سے نیچے گرا دیتا ہوں دیکھو اس مورچہ کو کبھی نہ چھوڑنا۔ تا امکان اس مورچہ کو دشمن کے حق میں تباہ و برباد کر دو۔ اس کی اہمیت اس کے دل سے نکال دو اور اسے یہ کہو کہ ارے او نظر رکھو! تو یہ حسین و جمیل صورتیں دیکھ۔ یہ تو اپنے خالق و رازق کی یاد تازہ کر دیتی ہیں۔ اس سے تو خدا اور خدا کی صفات پر غور و تدبر کرنے کی راہیں کھلتی ہیں۔ خدا نے یہ صورتیں اسی لیے بنائی ہیں کہ انہیں ہم دیکھیں اس لیے تو نہیں بنائیں کہ یہ ہم سے چھپائی جائیں اور اگر کوئی چڑ ہو تو یوسف سے بڑھ جائے تو اسے اس طرح فریب دو کہ ارے یہ صورتیں تو حق تعالیٰ کے مظاہر ہیں۔ اس کا جمال و خوبصورتی انہی مظاہر میں نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسے خالق و مخلوق کے اتحاد و وحدت کی دعوت دو۔ اگر اتحاد و وحدت کی دعوت میں تمہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکے

تو حلول عام اور حلول خاص کی وادیوں میں پھنسادو اور پوری کوشش کرو۔ اور کم از کم اس منزل تک تو اسے تم ضرور پہنچادو۔ اس سے وہ کم از کم نصاریٰ کا بھائی تو ضرور ہو جائے گا۔ جب وہ اس منزل تک پہنچ جائے تو پھر تم اسے عفت و عصمت۔ اجتناب معاصی۔ عبادت زہد فی الدنیا کی تلقین کرو۔ اور جاہلوں کو اُن کے پھندوں میں پھنسادو۔ اور جب یہ جاہل لوگ اس کا شکار بن جائیں گے تو پھر یہ میرا مقرب خلیفہ اور میری فوج کا سردار بن جائے گا۔ بلکہ میں خود بھی اس کے آگے ایک سپاہی بن جاؤں گا اور اس کے معاونین میں شریک ہو جاؤں گا۔

شیطان اور اس کا کنبہ کس طرح حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے؟ اور کس طرح انسان کو گمراہ کرتا ہے؟

پھر یہ شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے کہ تم ان کاموں سے بچنا جو تمہارے کاموں کو خراب کرے۔ ایسی کوئی بات اور کوئی چیز ان لوگوں کے اندر

مذہب اتحاد اور مذہب حلول میں فرق یہ ہے کہ اتحاد اس عقیدے کا نام ہے کہ خالق و مخلوق اس قدر متحد ہو گئے کہ دونوں مل کر ایک ہو گئے مخلوق کی حیثیت صرف اتنی ہی ہے کہ خالق کے ظاہر ہونے کے مظاہر ہیں اور حلول کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کر آیا اور حلول کی بھی دو قسمیں ہیں حلول عام اور حلول خاص۔ حلول عام یہ ہے کہ تمام مخلوق میں خدا حلول کر آیا اور حلول خاص کے یہ معنی ہیں کہ کسی خاص مخلوق میں حلول کر آیا۔ غرض اتحاد و حلول دونوں مذہب خلاف شرع ہیں۔

گھسنے نہ پائے۔ پوری کوشش کرو کہ بالکل۔ فاسد اور خراب باتوں کے سوا
کوئی چیز اس مورچہ سے اندر نہ جانے پائے۔ باطل اور فاسد باتوں کو مزین
آراستہ پیراستہ، صحیح و مقبول بناکر نفس کے سامنے پیش کرنا کوئی بڑی مشکل
بات نہیں۔ شیریں بیانی، نرم کلامی اختیار کرو۔ اگرچہ سمجھدار لوگوں سے پالا پڑ
جائے تو سحر آفریں کلام اختیار کرو۔ اور گفتگو میں ایسی باتوں کی آمیزش کرو کہ
نفس فوراً اسے قبول کر لیوے۔ پہلے تم ایک کلمہ، ایک جملہ پیش کرو اور دیکھو
وہ کان دھرتا ہے۔ تو دوسرا کلمہ۔ دوسرا جملہ پیش کرو۔ جب تم دیکھو کہ اس نے
ایک بات اچھی سمجھ کر قبول کر لی تو اس بات کو بار بار دہراؤ اور دہراتے
چلے جاؤ اور پوری پوری نگرانی رکھو کہ اس مورچہ سے اس کے پاس اللہ تعالیٰ
کا کلام، رسول کی باتیں یا ناصحین دین کی کوئی بات پہنچنے نہ پائے۔ اور اگر تم کبھی
مغلوب ہی ہو جاؤ۔ اور اس تک کوئی نصیحت کی چیز پہنچ ہی جائے تو تم
دوسرا پینترا چلو۔ اس کے فہم و تدبر، غور و فکر، نصیحت و موعظت کے راستہ
میں رکاوٹیں ڈالو۔ جو چیزیں اس کے خلاف ہوں شاندار پیرایہ میں اس کے
سامنے پیش کرو۔ اگر ایسی چیزیں تم نے اس کے سامنے قرینہ سے پیش
کر دیں تو فہم و تدبر کی راہ میں وہ حائل ہو جائیں گی اور نفس فوراً اثر قبول کر
لے گا۔ اور سمجھنے لگے گا کہ اللہ اور رسول کی باتیں تو بڑی اونچی ہیں ہم کس
طرح اٹھا سکیں گے۔۔۔ یا نفس کو اس طرح ورغلاؤ کہ بہت معمولی بات
ہے یا یہ سمجھاؤ کہ اس پر عمل کرنا تو ان لوگوں کا کام ہے جو بڑے درجہ کے
ہوگئے ہیں۔ اور لوگوں میں امتیازی درجہ رکھتے ہوں معزز اور مقبول ہوں۔ ان

مخلص بندوں کا کام ہے جو منصب ولایت کے بلند مراتب کے حامل ہوں اور ان مخلص بندوں کے اوصاف کچھ ایسے بیان کئے جائیں کہ دنیا میں ان صفات کا آدمی میسر ہی نہ آسکے اور یا پھر یہ کہو کہ بھائی! حق تو آج کل بالکل مہجور و متروک ہو چکا ہے۔ حق بات کہنے سے تو ساری دنیا دشمن بن جاتی ہے اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں سے اپنا مطلب نکال لو۔ یہ اور اس قسم کی باتیں پیش کر کے اسے حق بات سے بھٹکا دو۔

غرض! یہ کہ شیاطین باطل کو مختلف قالبوں میں ڈھال کر نفس کے نزدیک مرغوب اور مقبول بنا دیتے ہیں۔ اور حق کو مکروہ قالب میں ڈھال کر ناقابل عمل بنا کر دور پھینک دیتے ہیں۔

اور اگر تمہیں شیاطین کے کارناموں کا کچھ اندازہ لگانا ہو تو تم ان شیاطین کے بھائی۔ انسانی شیاطین کے کارناموں پر غور کرو۔ کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عظیم الشان فریضے کو کس طرح لوگوں کی لغزشیں تلاش کر کے فضول باتوں میں الجھا دیتے ہیں اور ناقابل برداشت مصائب کھڑے کر دیتے ہیں اور کیا کیا فتنے پیدا کر دیتے ہیں۔

شیطان انسان کے ہر راستہ کو روک کر بیٹھا رہتا ہے۔

پھر یہ بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے۔ اب تم انسان کی زبان کے مورچہ پر قبضہ جما لو۔ کیونکہ زبان انسان کا ایک اہم اور زبردست ناکہ ہے یہ ایسا مورچہ ہے کہ بادشاہ قلب اسکے بالکل سامنے ہے۔ اس کی زبان سے تم ایسے الفاظ و کلمات نکلواؤ۔ کہ اس کے حق میں سراسر مضرت رساں

ہوں کسی حال میں بھی اس کے حق میں مفید نہ ہوں۔ ذکر الٰہی۔ استغفار۔ توبہ۔ انابت۔ تلاوت قرآن مجید۔ نعت۔ پند و موعظت۔ تعلیم دین وغیرہ جو اس کے حق میں مفید ہوں۔ اس کی زبان پر مت آنے دو۔ اگر تم اس موچ پر قابو پالو گے۔ اور اس کی حفاظت کرو گے تو تمہیں دو اہم عظیم الشان چیزیں مل جائیں گی۔ اور اگر دو میں سے ایک بھی حاصل ہو گئی تو بہت بڑی کامیابی حاصل ہو گی۔ اس لیے اس کی تحصیل کے لیے پوری پوری کوشش کرو۔

پہلی چیز یہ ہے کہ زبان پر باطل الفاظ اور فاسد کلمات کے سوا کوئی بات جاری نہ ہونے دو۔ بدزبانی اور بدگفتاری کرنے والا تمہارا بھائی ہے۔ تمہاری فوج کا سردار اور سرغنہ ہے۔ تمہارا بہت بڑا معاون اور مددگار ہے۔ اس کی پوری پوری قدر کرنا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ تم اس کی زبان پر قابو پاؤ گے تو وہ حق بات کہنے سے رک جائے گا۔ اور جو آدمی حق بات سے اپنی زبان روک لے وہ تمہارا گونگا بھائی ہے۔ پہلی قسم کا آدمی تمہارا بدگفتار بھائی ہے اور یہ تمہارا گونگا بھائی ہے اور بسا اوقات بدگفتار بھائی کے مقابلہ میں گونگا بھائی تمہارے حق میں زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کیا تم نے کسی واعظ ناصح کا مقولہ نہیں سنا؟

المتکلم بالباطل شیطان ناطق — بدگفتار آدمی بولنے والا شیطان ہے

والساکت عن الحق شیطان اخرس۔ — اور حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔

دیکھو میرے بیٹو! اس مورچہ پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو۔ اور پوری
قوت مہیا رکھو۔ اور پوری پوری اس کی حفاظت کرو۔ خیال رکھو کسی زبان سے
کوئی حق بات نکلنے نہ پائے۔ بدگفتاری ہی اس کی زبان سے جاری رہے
حق بات سے اس کی زبان کو روک دو اور اسے ڈراؤ کہ دیکھو حق بات زبان
سے نکالی اور مارے گئے۔ میرے پیارے بیٹو! خوب سمجھ لو کہ زبان ہی کے
مورچہ سے میں نے آدم کی اولاد کو ہلاک کیا ہے۔ زبان ہی کے ذریعہ میں
اسے تباہ کرتا ہوں۔ منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا ہوں۔ بہت سوں کو
اس کے ذریعہ قتل کے گھاٹ اتار دیتا ہوں۔ بہت سوں کو اسیر و قیدی بنا
دیتا ہوں۔ بہت سوں کو زخمی اور پریشان کر کے رکھ دیتا ہوں۔ یہ بہت ہی اہم
مورچہ ہے اور اس قسم کے بے شمار کام اس سے انجام پاتے ہیں۔ میں تمہیں
وصیت کرتا ہوں کہ اس مورچہ کی تم پوری پوری حفاظت کرنا۔ اگر تم میں سے
کوئی کسی آدمی کی زبان سے بُرے نغمے۔ بُرے کلمات کہلوا دے۔ تو
دوسروں کا فرض یہ ہونا چاہئے کہ سننے والوں کی زبانوں پر قابو پالیں۔
اور ان سے کہلوا دیں کہ واہ بھائی واہ! کیسی اچھی بات کہی ہے اور پھر اس
بات کی پوری پوری عظمت و وقعت کراؤ و مستحبانہ لہجہ میں تعریف و تحسین
کراؤ۔ تاکہ اس بات کرنے والے پھر انہی الفاظ و کلمات کو خوش ہو ہو کر بولنے
لگے۔ میرے بیٹو! تم اس بارے میں ان لوگوں کے معاون بن جاؤ۔ اور
ان کی پوری پوری معاونت کرو۔ ہر دروازے کے اندر جا گھسو اور ہر جگہ
جا بیٹھو اور گفتگو میں لگے رہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے ان کے رب

کے سامنے یہ قسم کھائی ہے۔

فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۔ (اعراف ع۲)	تو جیسا تو نے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور ان کی تاک میں بیٹھوں گا، تیری سیدھی راہ پر۔ پھر اُن پر آؤں گا اُن کے آگے اور پیچھے سے، اور دائیں سے اور بائیں سے اور تو ان میں اکثروں کو شکر گزار نہ پائے گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں آدمؑ کی اولاد کے تمام راستے گھیرے بیٹھا رہتا ہوں؟ کسی ایک کا راستہ بھی چھوڑتا نہیں، جس طرح بھی ممکن ہو سکے اپنا مقصد پورا کر لیتا ہوں۔ گر پورا پورا حاصل نہیں ہوتا تو کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کر لیتا ہوں۔

شیطان کے مکر سے تو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

ان الشیطان قد قعد لابن اٰدم بطرقہٖ کلھا	یہ حقیقت ہے کہ بنی آدم کے تمام راستوں پر شیطان بیٹھا ہوا ہے۔

چنانچہ شیطان اسلام کے راستے پر جا بیٹھتا ہے جب کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ کیا تو اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑتا ہے؟ جب آدمی اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ اس کی ہجرت کی راہ پر جا بیٹھتا ہے اور ورغلاتا ہے ارے تو اپنا قدیم

وطن۔ قدیم آسمان و زمین چھوڑ رہا ہے۔ جب اس نے اس کی یہ بات نہ مانی اور ہجرت پر آمادہ ہی ہو گیا۔ تو اب وہ اس کے جہاد کے راستہ پر بیٹھتا ہے اور اسے ورغلاتا ہے۔ ارے او بھلے آدمی! خواہ مخواہ اپنی جان دیتا ہے تیرا مال دوسرے کھائیں گے۔ تیری بی بی کسی اور سے نکاح کر لے گی لیکن بندۂ مومن اس کی بات نہیں سنتا اور جہاد کرتا ہے۔

بڑا شیطان اپنے متبعین سے کہتا ہے پیارے بیٹو! تم اولادِ آدم کی خیر و فلاح کے ہر راستہ پر جا بیٹھو۔ اور انہیں ورغلاؤ۔ بہکاؤ۔ خیرات و صدقات کی راہیں گھیرو۔ نفس کو کہو۔ ارے او بھلے آدمی تو اپنا مال خرچ کر دیتا ہے اس سے ایک دن تو بھی اس جیسا فقیر بن کر رہ جائے گا۔ تم نے سنا نہیں کہ ایک شخص سے کسی سائل نے صدقہ کی درخواست کی۔ تو میں نے اس کی زبان سے کہلا دیا کہ تم اپنا مال اگر تم کو دے دیں تو تمہاری ہی طرح بھکاری نہ ہو جائیں۔ حج کا ارادہ کرنے والے کو گھیرو اور اسے کہو۔ ارے او نیک بخت حج کا راستہ تو بڑا خوفناک ہے مشقتوں سے لبریز ہے۔ جان و مال کا خطرہ ہے۔ اسی طرح اس کے ہر خیر و فلاح کے راستہ پر دھرنا دے بیٹھو۔ اور اسے نیک کام سے روک دو۔ اس عمل کی صعوبتیں۔ آفتیں بتلا بتلا کر اسے راستہ سے بھٹکا دو۔

اس کے بعد معاصی اور گناہوں کو ہاتھ میں لو اور بنی آدم کی نگاہوں کے سامنے معاصی کو حسین بنا کر پیش کرو۔ انسان کے قلب میں گناہوں کو آراستہ پیراستہ کر کے پہنچاؤ۔ اور اس سلسلہ میں عورتوں کو اپنا سب سے بڑا معاون

بنالو۔ عورتوں کے ذریعہ ان لوگوں میں جا گھسو۔ عورتیں تمہاری پوری پوری
مددگار ثابت ہوں گی۔

اس کے بعد ہاتھ پاؤں کے مورچے سنبھال لو۔ اور جو چیز اپنے مقصد
کے خلاف پاؤ۔ اسے دسترس جانے دو۔ پوری قوت سے روک دو۔ نہ ہاتھ
کو آگے بڑھنے دو۔ نہ پاؤں کو۔

میرے بیٹو! اچھی طرح سمجھ لو کہ ان تمام مورچوں میں تمہارا سب سے بڑا
معین نفس امارہ ہے۔ تم اسے ہی اپنا بناؤ۔ اس سے رشتہ جوڑو۔ اور اس کے ذریعہ
اپنے مقاصد پورے کرو۔ تم اس کی پشت پناہی کرو۔ اور اس کو اپنا پشت پناہ
بنالو۔ اور اس کے ساتھ رہ کر نفس مطمئنہ سے جنگ کرو۔ اور اسے توڑ دو اور
شکست دے کر اس کی ساری طاقتیں ختم کر دو۔ اور پوری کامیابی تو تمہیں اس
وقت حاصل ہو گی۔ جب تم نفس مطمئنہ کا اصل مادہ ہی ختم کر دو گے جب تم اس
مادہ کو ختم کر دو گے۔ تو نفس امارہ قوی تر ہو جائے گا۔ اور نفس امارہ کے تمام
اعوان و انصار تمہاری اتباع کرنے لگیں گے۔ اس وقت تم قلب اور قلب
کے قلعے میں جا گھسو۔ اور اسے گرفتار کر لو۔ اور تخت مملکت سے اسے
معزول کر کے نفس امارہ کو اس کی جگہ بٹھا دو۔ اور اب نفس امارہ وہی حکم جاری کرے گا
جو تم چاہو گے۔ تمہارے خلاف کبھی کوئی اقدام نہیں کرے گا۔ بلکہ تمہارے
اشاروں پر دوڑتا رہے گا۔ اب اگر تم یہ محسوس کرو کہ قلب اپنی مملکت کی بحالی
کے لیے جنگ کرنا چاہتا ہے اور تم اس کے خطرات سے محفوظ رہنا چاہتے ہو
تو قلب اور نفس کے درمیان عقد نکاح باندھ دو۔ نفس کو زینت و جمال سے پوری

طرح آراستہ کرو۔ اور بہتر سے بہتر دلہن کی صورت میں اس کے سامنے پیش کرو۔ اور اسے کہو۔ ذرا وصل و وصال کی شیرینی تو چکھ لو۔ عروس نوکی ہم آغوشی کا مزہ تو دیکھ لو۔ جنگ کا مزہ تو خوب چکھ لیا۔ زخم کھائے۔ لڑائی کی تلخیاں بھی چکھ چکے۔ اب صلح وسلامتی کی لذتیں بھی تو دیکھ لو۔ صلح اور جنگ کی لذتوں کا موازنہ کرو۔ کونسی چیز بہتر ہے؟ جنگ ختم کرو۔ جنگ کے اسلحہ زمین پر ڈال دو۔ ارے بھائی! یہ تو زمانہ کی گردش ہے۔ جنگ تو اس وقت ختم ہوگی جب مریں گے اور تمہاری طاقتیں جواب دے دیں گی۔ تم ہمیشہ جنگ جاری نہیں رکھ سکتے۔ پھر ابھی سے جنگ ختم کر کے چین کی زندگی کیوں نہ گزارو؟

اے میرے بیٹو! تمہیں اپنی جنگ جاری رکھنے کے لیے دو قسم کی فوجیں درکار ہیں۔ اگر یہ دو قسم کی فوجیں تمہارے پاس ہیں۔ تو تم کبھی کسی حال میں مغلوب نہیں ہو سکتے۔

پہلی فوج غفلت کا لشکر ہے۔ بیٹو! تم آدم کی اولاد کو خدا اور آخرت سے غافل کر دو۔ ہر ممکن طریقہ سے ان کے قلوب کو غفلت و بے خبری کے دلدل میں پھنسا دو۔ تمہیں اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ جب تم قلب کو غفلت میں ڈال دو گے۔ تو اس پر اور اس کے تمام اعوان وانصار پر تمہاری حکومت قائم ہو جائے گی۔

دوسری فوج شہوات وخواہشات کا لشکر ہے۔ انسان اور انسان کے قلوب اور ذہنوں میں شہوات وخواہشات کو پوری زینت وآراستگی کے ساتھ بٹھا دو۔ میرے پیارے بیٹو! ان ہر دو لشکروں کے ساتھ ان پر حملے

کیا کرو۔ جنی دم پر غالب آنے کے لیے ان دو لشکروں سے بہتر نہیں کوئی
لشکر نہیں مل سکتا۔ شہوات و خواہشات کے ذریعہ انہیں غفلت میں ڈال دو۔
اور غفلت کے ذریعہ شہوت و خواہشات میں الجھا دو۔ اور دو غافل انسانوں
کو ایک جگہ اکٹھا کر دو۔ اور اپنے ساتھ لے لو۔ ان دو غافل انسانوں کے ساتھ ایک
ذاکر انسان کو بھی شامل کر لو۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ ایک ذاکر پانچ مخالف فرد
پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ دو غافل آدمی ہوں گے۔ ان کے ہمراہ ان کے دو شیطان
اور ایک ذاکر کا شیطان۔ تنہا تو ایک ذاکر ان پانچ کے مقابلہ میں کیونکر غالب
آسکے گا؟

اور پھر اگر تم دیکھو کہ کوئی گروہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اور خدا کے اوامر و
نواہی، دین و ملت کے تذکرہ میں مصروف ہے۔ و تم میں یہ طاقت نہیں کہ اس
گروہ کو تم منتشر و پراگندہ کر سکو۔ تو تم انہی لوگوں میں چند اوباشوں کو اپنے ساتھ لے
لو۔ اور پوری طرح انہیں گمراہ کر کے اس گروہ سے خلاف چھوڑ دو۔ اور کہہ دو کہ
جو ان کے اندر تشویش و پراگندگی پھیلا دو۔ اور شور و شغب سے انہیں
وحشت زدہ کر دو۔

غرض یہ کہ انسان کے اقرباء، ہم جنس، ہم نواؤں و ہمنشینوں و مددگاروں کو جتا دو۔
انسان کے اندر اس کے ارادوں کو اس سے جس چیز و شہوت و خواہشات
کے ذریعہ باغیانہ قوت بڑھا دو۔ اور شہوت و خواہشات کی تحصیل میں اس کی
پوری پوری امداد کرو۔

جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو صبر و ثبات و باہمی صبر و ثبات کے

روابط بڑھانے اور تمہارے خلاف مورچہ بند ہونے کا حکم دیا ہے۔ تو تمہارا یہی فرض ہے کہ اولاد آدم کے خلاف تم بھی صبر و ثبات اور باہمی تعبہ و ثبات سے روابط قائم کرنے کی کوشش کرو۔ اور پوری قوت سے ان کے مقابلہ میں مورچے قائم کرو۔ شہوات خواہشات اور غیظ و غضب کے اوقات کا انتظار کرو۔ ان دو مواقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ بنی آدم کو اپنا شکار بنانے کے لیے ان دو مواقع سے بہتر کوئی موقعہ تمہیں نہیں مل سکتا۔

یہاں یہ سمجھ لو کہ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن پر شہوت کا تسلط ہوا کرتا ہے اور غیظ و غضب کا بادشاہ بالکل مغلوب و مقہور ہوا کرتا ہے ایسے لوگوں کو شہوات و خواہشات ہی کے رستوں میں گھیر لو۔ غیظ و غضب کی راہ سے تعرض ہی مت کرو۔

اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر غیظ و غضب کی فرمانروائی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو غیظ و غضب کے رستوں میں دھر لو۔ لیکن ان کی شہوت و خواہشات کے مورچوں کو خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ بسا اوقات اپنی جان پر قابو رکھنے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ لیکن شہوت کے وقت اپنے نفس پر پورا قابو رکھتے ہیں۔

اس کے بعد تم ان کی قوت غیظ و غضب اور قوت شہوت میں عقد زوجیت جوڑ دو۔ اور پھر غیظ و غضب کی راہ سے شہوات کو بلا لو۔ اور شہوت کی راہ سے غیظ و غضب کو بلا لو۔ اس طرح تمہارا کام بڑی خوبی سے انجام پاتا رہے گا۔

خوب سمجھ لو کہ آدمؑ کی اولاد کو زیر کرنے کے لیے یہ دو چیزیں زبردست ہتھیار ہیں ان کے والدین کو ہیں نے خواہش کے ذریعہ جنت سے نکال باہر کیا ہے اور غیظ و غضب کے ذریعہ ان ہیں عداوتوں کی آگ مشتعل کر دی اور ان کے رشتے توڑے ہیں۔ خونریزیوں کے میدان گرم کیے ہیں۔ اسی غیظ و غضب کے ذریعہ آدمؑ کے ایک بیٹے کے ہاتھوں اس کے بھائی کو قتل کرا دیا ہے۔

خوب سمجھ لو کہ غیظ و غضب آدمؑ کی اولاد کے قلب میں ایک انگارہ ہے اور شہوت آگ کا شعلہ ہے جو قلب کے انگارے سے مشتعل ہوتا ہے اور یہ آگ وضو۔ نماز۔ ذکرِ الٰہی۔ تکبیر و تہلیل۔ تسبیح اور تلاوت قرآن مجید سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے تم نہایت ہوشیاری سے کام لو غیظ و غضب اور شہوت کے اوقات میں ان کو وضو۔ نماز وغیرہ کے قریب نہ جانے دو کہ اس سے ان کی غیظ و غضب اور شہوت کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ ان کے پیغمبرؐ نے ایسے موقعوں پر انہیں وضو اور نماز کی تاکید کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔

ان الغضب جمرۃ فی قلب ابن آدم اما ترون من احمرار عینیہ وانتفاخ اوداجہ فمن احس بذالک فلیتوضاء۔	غصہ انسان کے قلب میں ایک انگارہ ہے کیا تم نہیں دیکھتے اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں جو شخص غصہ محسوس کرے اس کو چاہیئے کہ فوراً وضو کر لیوے۔

اور یہ فرمایا کہ

ان ما نطفأ النار بالماء   یہ آگ پانی ہی سے ٹھنڈی کرلی جائے۔

اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تمہارے خلاف وہ صبر و ثبات سے کام لیں اور نماز سے استعانت حاصل کریں۔ لہٰذا تم ان کو وضو اور نماز سے جھٹکا دو۔ اور ان کو خدا سے غافل اور بے خبر کر دو۔ اور شہوت و غضب کی آگ مشتعل کر کے ان پر غلبہ پالو۔ تمہارا بہتر سے بہتر اور تیز سے تیز ہتھیار یہی ہے کہ تم انہیں غفلت اور خواہشات میں اُلجھا دو۔ تمہارے خلاف ان کا بہتر سے بہتر ہتھیار اور مضبوط سے مضبوط قلعہ ذکر الٰہی اور خواہشات کی مخالفت ہے۔ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ خواہشات سے گریز کرتا ہے تو تم اس سے دور رہنا اور اس کے سایہ میں بھی کھڑے نہ رہو۔

مقصود یہ ہے کہ معاصی و گناہ وہ اسلحہ ہیں کہ ان کے ذریعہ انسان خود اپنے دشمن کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمن کو اپنے خلاف یہ اسلحہ استعمال کرنے کا موقع دیتا ہے۔ ان ہی ہتھیاروں سے شیطان انسان کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہے اور جاہل بے سمجھ لوگ خود اپنی جان کو ہلاک کرنے میں شیاطین کے مددگار بن جاتے ہیں۔

عالم آخرت میں اپنے پیروکاروں سے شیطان کا خطاب

جب شیطان کے پیروکار دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے اس وقت ایک آگ کا منبر رکھا جائے گا۔ اور شیطان کو آگ کا جامہ پہنا کر اس کے سر پر آگ کا تاج رکھا جائے گا۔ اور اس کے پاؤں میں آگ کی بیڑی پہنائی جائے گی پھر کہا جائے گا کہ اے ابلیس اس منبر پر چڑھ اور اہل دوزخ کو خطاب

کر لیں ابلیس ممبر پر چڑھے گا اور اہل دوزخ کو کہے گا اے اہلِ دوزخ!
پس اس کی آواز سب دوزخی سنیں گے اور سب کے سب خوب متوجہ
ہوں گے پھر ابلیس لعین کہے گا۔ اے گروہ کفار اور منافقین سنو خدا تعالیٰ
نے تم لوگوں کے ساتھ وعدہ حق کیا تھا اس بات کا کہ تم سب مر و گے اور
حشر کے دن جمع کیے جاؤ گے اور تم سے حساب لیا جائے گا۔ و اس کے
بعد دو گروہ کر دیے جائیں گے۔ ایک گروہ بہشت میں اور دوسرا دوزخ
میں جائے گا۔ اے گنہگارو! تم گمان کرتے تھے کہ دنیا سے جدا نہ ہو گے
، ہمیشہ دنیا میں رہو گے اور مجھ کو تم لوگوں پر کچھ غلبہ نہ تھا مگر میں صرف
وسوسے ڈالتا تھا تمہارے دلوں میں اور تم لوگوں نے حق سے منہ پھیر کر
میری پیروی کی۔ پس اس میں تمہارا قصور ہے مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے
نفس کو ملامت کرو کیونکہ تم سزا اور ملامت کے مجھ سے زیادہ ہو۔ کیوں نہ
تم لوگوں نے خدا تعالیٰ کی بندگی کی۔ جب کہ تمہیں علم تھا۔ کہ اللہ ہی نے تمہیں
پیدا کیا تھا اور طرح طرح کی نعمتوں سے تمہیں مالا مال کیا تھا۔ آج میں تمہارے
سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں اس بات پر قادر نہیں ہوں کہ تم لوگوں کو خدا
کے عذاب سے بچاؤں اور نہ تم قادر ہو مجھ کو بچانے پر۔ میں آج بری ہوں
اس بات سے کہ جو کچھ تم دنیا میں کیا کرتے تھے تمہیں اس بات کا علم تھا کہ
میں درگاہِ خداوندی سے ملعون و مردود ہو کر نکلا تھا۔ پھر تم نے اللہ کے
دوستوں یعنی نبیوں کی پیروی کرنے کی بجائے میری پیروی کیوں کی۔ جس
وقت دوزخی ابلیس لعین سے اس بات کو سنیں گے سب اس کو لعنت

گریں گے۔ اس کے بعد دوزخ کے فرشتے شیطان اور اس کے پیروکاروں کو دوزخ میں گرادیں گے۔ اور پھر فرشتے کہیں گے تمہارے لیے مدت ہے نہ راحت ہمیشہ رہو اس دوزخ میں

ابلیس کا شرعِ پیغمبرؐ سے خوف کھانا

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں
الحذر آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں

اقبالؔ

یاد رکھئے !

طبلے کی تھاپ پر، باجے کی آواز پر

سارنگی کی ریں ریں پر

گھنگروؤں کی جھنکار پر

رنڈیوں کے گانے کی آواز پر

جھومنے والوں کے بطن سے

خالد بن ولیدؓ، محمد بن قاسمؒ، طارق بن زیادؒ

پیدا نہیں ہوتے ———— بلکہ

مدکار، شعبدہ کار اور اداکار پیدا ہوتے ہیں

مرسلہ: خواجہ محمد اسلام

حسن پرستوں کے عشق کی انتہائی غرض و غایت معشوق کے ساتھ بدکاری کرنے سے وابستہ ہے

آخرت کو چھوڑ کر دنیا سے محبت کرنے والے کی حالت بعینہٖ اس نشہ باز بدمست کی سی ہو جاتی ہے جو نشہ و شراب میں چور ہے اس کا گھر جل رہا ہے مال و اولاد تباہ ہو رہی ہے۔ اس وقت ان اشیاء کا جلنا تباہ و برباد ہونا اور تباہی و بربادی کی تکلیف اس کی قوت شعور سے باہر ہے کیونکہ شراب کے نشہ نے اس کی قوت شعور کو بیکار کر دیا ہے۔ لیکن جب یہ صحیح و تندرست ہو جاتا ہے۔ نشہ اُتر جاتا ہے اور شراب کی بے ہوشی و مدہوشی سے افاقہ ملتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اس وقت اسے اپنی حالت کا پتہ لگتا ہے۔ بالکل ٹھیک دنیا اور آخرت کی زندگی کا یہی حال ہے جب دنیا سے کوچ ہوگا۔ جو امور پردۂ غیب میں ہیں شہود میں آئیں گے اور آخرت کی چیزیں یکے بعد دیگرے سامنے آئیں گی۔ اب وہ دنیا سے جانے کی تیاری کر رہا ہے دنیا سے منتقل ہو کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچ رہا ہے وہاں اب وہ اپنے سامنے آلام و حسرتوں کا میدان پاتا ہے۔ مصائب و عذاب دیکھتا ہے اور اس وقت جو آلام و حسرتیں و مصائب عذاب اس کے سامنے ہیں وہ اس قدر خطرناک ہیں کہ دنیوی آلام و تکالیف سے کئی ہزار گنا اور پھر یہ کہ دنیا میں انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کی تلافی کی امید رکھتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے

تھی، اس لیے کہ کسی نہ کسی دن تم ہو گی فنا ہونے والی ہی تھی باقی رہنے والی نہیں تھی۔

تم کو ہر چیز کا جو تم ضائع کر دو عوض مل سکتا ہے لیکن اگر تو نے خدا کو کھو دیا تو اس کا کوئی عوض و بدل نہیں اور ایک حدیث قدسی کے اندر ہے

ابن آدم خلقتک لعبادتی فلا تلعب وتکفلت برزقک فلا تتعب۔ ابن آدم اطلبنی تجدنی فان وجدتنی وجدت کل شیٔ وان فتک فاتک کل شیٔ وانا احب الیک من کل شیٔ۔

اے آدم کے بیٹے میں نے تجھے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو لہو و لعب میں نہ پڑ جا میں نے تیرے رزق کی کفالت کی ہے خواہ مخواہ تعب و مشقت میں نہ پڑ اے آدم کے بیٹے مجھے طلب کر تو مجھے پائے گا اگر تو نے مجھے پا لیا تو ہر چیز پا لی اور اگر تو نے مجھے کھو دیا تو ہر چیز کھو دی اور حال یہ ہے کہ میں تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں۔

مکار عورتوں کے مکر سے اللہ بچائے۔

بنی اسرائیل میں ایک مرد صالح تھا اس کی عورت خوبصورت تھی ایک جوان اسے دیکھ کر عاشق ہو گیا، اس عورت نے اس جوان کو ایسی کنجی بنا دی کہ جب چاہتے اس کے پاس چلا آوے ایک روز اس کے خاوند نے کہا، مجھے تیری حالت اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے تجھے قسم کھانا چاہیے کہ کوئی خیانت نہیں ہوئی اس نے کہا اچھا، پھر جب اس کا خاوند چلا گیا اور وہ جوان آیا تو

اُس نے یہ ماجرا اُس سے بیان کیا، اُس نے کہا پھر اِس سے خلاصی کی یہ صورت ہے وہ بولی گدھے کو کرایہ پر چلانے والوں کا سا لباس پہن کر ایک گدھا لے کر شہر کے دروازے پر کھڑا رہنا پھر جب اُس کا خاوند آیا اور اس نے قسم کھانے کے لیے باعظمت پہاڑ پر جس پر جا کر وہ لوگ قسم کھایا کرتے تھے اُسے لے جانا چاہا تو وہ اُس کے ہمراہ نکل کھڑی ہوئی جب اُس نے گدھے والے کو دیکھا تو کہنے لگی ہیں تو ضرور سوار ہو کر چلوں گی خاوند نے اسے سوار کرا دیا اور یہ سب پہاڑ پر چڑھنے لگے جب پہاڑ پر پہنچ گئے تو وہ گدھے پر سے گر پڑی اور اس کا کچھ بدن کھل گیا پھر کہنے لگی خدا کی قسم تیرے سوا مجھے کسی نے نہیں دیکھا ہے مگر ہاں اس گدھے والے نے پس پہاڑ شدت سے مضطرب ہوا چنانچہ خدا نے تعالیٰ کے قول میں اسی قسم کا ذکر ہے۔

وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ — اگرچہ ان کا ایسا مکر ہو کہ اس سے پہاڑ ہل جائیں۔

عبدالحق الاشبیلی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک شخص تھا جو اذان و نماز کا سخت پابند تھا اور صرف اذان و نماز کے لیے مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ طاعت و عبادت کی وجہ سے اس کے منہ و پیشانی پر نور برستا تھا ایک روز وہ اپنی عادت کے موافق اذان کہنے کی غرض سے منارہ پر چڑھا۔ منارہ کے نیچے عیسائی کا گھر تھا اتفاق سے اس گھر پر اس کی نظر پڑی۔ دیکھا ایک لڑکی کھڑی ہوئی ہے۔ اس وقت یہ بے قابو ہو

گیا۔ اذان ونماز کو خیرباد کہہ کر منارہ سے نیچے اُترا اور سیدھا اُس عیسائی کے مکان پر پہنچا۔ لڑکی نے اُس سے کہا یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے میرا دل تو نے چھین لیا ہے میرے قلب کی تو مالک ہو گئی ہے۔ لڑکی نے کہا میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا میں تجھ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی بولی۔ تو مسلمان ہیں عیسائی میرا باپ ہرگز تجھ سے میری شادی نہیں کرے گا۔ اس نے کہا میں عیسائی ہونے کو تیار ہوں۔ لڑکی نے کہا ہاں ایسا ہو تو میں شادی کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اسی وقت عیسائی ہو گیا۔ اور اس لڑکی سے شادی کر لی اسی گھر انے سے وابستہ ہو گیا۔ لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ شادی کے دن ہی وہ گھر کے کوٹھے پر چڑھا وہاں سے گر پڑا اور اسی وقت مر گیا اس لڑکی سے خلوت تک نصیب نہ ہوئی اور بے نصیب اپنا دین بھی کھو بیٹھا۔ اور آخرت بھی برباد کر لی۔

عیسائیوں کا دستور رہا ہے کہ جب کبھی مسلمان اُن کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اور اسیر وقیدی ہو کر ان کے پاس پہنچے حسین وخوبصورت عورتیں اُن کے پاس پہنچاتے ان عورتوں سے کہا جاتا کہ ہر ممکن طریقہ سے اُن کو اپنی محبت کے جال میں پھانسو جب وہ محبت کے دام میں پھنس جائیں تو اُن سے کہو۔ کہ تم ہمارا دین قبول کر لو۔ تو ہم تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہیں۔ اس موقعہ پر وہی خدا کا بندہ ثابت قدم رہ سکتا ہے جو ایمان کی دولت سے سرشار ہے اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا و

آخرت میں حق اور قول پر ثابت قدم اور قائم رکھے اور خدا تم کو نوگرد ہی کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

مضرت رساں محبت اور اس کے تمام توابع ولوازم اور آثار انسان کے لیے مضرت رساں ہیں اور اسے رب العالمین کی بارگاہ سے دُور پھینک دیتے ہیں۔ مضرت رساں محبت جہاں کہیں ہو اور جس شخص میں بھی اپنے توابع ولوازم اور آثار میں منقلب اور نمایاں ہو گی۔ مضرت رساں ہی ہو گی اور اپنے پروردگار سے بُعد و دوری ہی پیدا کرے گی جس منزل جس مقام میں یہ محبت پہنچے گی خسارہ ہو گا۔ اور رب العالمین سے بُعد و دُوری اس کے ساتھ ہی ساتھ ہو گی طاعت و معصیت کے ہر کام کی شان یہی ہے۔

غرض دُنیا کے عاشق و معشوق بہتوں کو قتل کر چکے۔ بہتوں کو نعمتوں اور عیش و آرام سے محروم کر چکے ہیں۔ بہت سے دولت مند گھرانے ان کے ہاتھوں تاراج و برباد ہو گئے۔ بہت سے ارباب مدارج و منصبوں سے گرا دیئے گئے۔ بہت سے خاندان اور گھرانے ویران کر دیئے گئے۔ اور ان کے اہل و عیال بیٹے بیٹیاں تباہ حال کر دی گئیں

توبہ

بغداد میں ایک شخص گنہگار تھا اور اس کی ماں صالحہ تھی جب کبھی اس سے کوئی گناہ ہو جاتا تھا تو وہ ایک کتاب میں لکھ لیا کرتا تھا ایک رات کا ذکر ہے کہ

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ نکل کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت عورت کھڑی ہے اس سے پوچھا تیری کیا حاجت ہے وہ بولی میرے پاس یتیم بچے ہیں تین دن سے انھوں نے کھایا نہیں ہے اس شخص نے کہا آ جا اندر چلی آ وہ عورت تاڑ گئی کہ اس کے جی میں کچھ برائی ہے کہنے لگی پناہ بس پر اس نے اسے زبردستی کھینچنا شروع کیا وہ کہنے لگی اے مصیبت کے دور کرنے والے اس سے مجھے بچا پھر کہنے لگی چچا میری ایک بات سنو یہ کہہ کر اشعار ذیل پڑھنے لگی۔

أَلَا أَيُّهَا النَّاسِي لِيَوْمِ رَحِيلِهِ	اے اپنی کوچ کے دن کو فراموش کرنے والے
أَرَاكَ عَنِ الْمَوْتِ الْمُفَرِّقِ لَاهِيًا	تفرقہ انداز موت سے تو تو غافل نظر آتا ہے
أَلَمْ تَعْتَبِرْ بِالظَّاعِنِينَ إِلَى الْبِلَى	کیا ان باتوں نے تجھے کچھ بھی پند آموزی نہیں دی
وَتَرْكِهِمُ الدُّنْيَا جَمِيعًا كَمَا هِيَا	کہ قبر سے لوگ دیار کہنگی کو سفر کر گئے اور تمام دنیا کو جس حالت میں تھی اس میں خیر باد کہہ کر چل دیے
وَلَمْ يَخْرُجُوا إِلَّا بِقُطْنٍ وَخِرْقَةٍ	نہیں دنیا سے ہوئے تھوڑی سی روئی اور کپڑے
وَمَا عَمَرُوا مِنْ مَنْزِلٍ ظَلَّ خَالِيًا	کے کچھ بھی ان کا نصیب ہوا اور جو منزل انہوں نے آباد کی وہ خالی ہو کر رہ گئی۔
وَأَنْتَ غَدًا أَوْ بَعْدَهُ فِي حَفِيرَةٍ	اور تو بھی کل یا اس کے بعد کسی وقت تنہا
وَحِيدًا فَرِيدًا فِي الْمَقَابِرِ ثَاوِيَا	گورستان میں جا کر ان لوگوں کی ہمسائیگی میں جا لگے گا۔

پھر وہ عورت رونے لگی اور بولی اے میرے رب میری فریاد کو پہنچ اور

اِس مرد سے مجھے بچا اُس نے جب اُس کی یہ بات سُنی بہت رویا پھر وہ عورت
کہنے لگی تجھے خدا کی قسم جب تیرے اور تیرے مالک کے مابین صلح ہو گئی تو اب
مار کو نہ بھول اس پر اس نے عورت کو کچھ دیا اور بولا جا اپنے بچوں کو کھلا اور ان سے
میرے لئے دعا کی درخواست کر کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ مٹ جائے
اُس نے کہا اچھا چنانچہ جب اس نے اپنے بچوں کے لیے کھانا تیار کیا تو اُن
سے اس کے لیے دعا کی درخواست کی وہ کہنے لگے جب تک ہم اُس کے لیے
دعا نہ کر لیں گے کھانا نہ کھائیں گے کیونکہ اجیر جب تک کام نہ کر لے اُجرت کا مستحق
نہیں ہوتا پھر وہ شخص اپنی ماں کے پاس گیا اور اُس نے کتاب جا کر دیکھی تو اُس کو
سفید پایا اُس میں کوئی گناہ نہ تھا یہ خبر اُس نے اپنی ماں کو دی اس نے پوچھا
اُس کا کیا سبب ہے اُس نے کہا ایک عورت مجھ سے اپنے بچوں کے لیے
کھانا مانگنے آئی تھی اُسی کے ہاتھ پر میری خدا سے صلح ہو گئی اس کے بعد اُس
نے وضو کیا اور کہنے لگا اے اللہ جیسے آپ نے میرے لکھے ہوئے
گناہ مٹا دیئے مجھے اپنے پاس بلا لے پھر سجدہ کیا اُس کی ماں نے جو اُسے
حرکت دی تو کیا دیکھتی ہے کہ اُس کا انتقال ہو چکا ہے

بایزید بسطامیؒ کے زمانہ میں ایک آراستہ مکان میں کوئی خوبصورت عورت
رہتی تھی اور کسی کو نہ روکتی تھی جس کا جی چاہے چلا آئے ایک روز اُس کے
دروازہ پر بایزید جا بیٹھے کوئی اُس کے پاس اُس روز نہ آیا اُس نے اپنی لونڈی
سے اس کا سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا دروازہ پر ایک مرد صالح بیٹھا ہے
وہ بولی تو اُسی کو آنے دے جب وہ اندر آئے تو پوچھنے لگی آپ کی کیا حاجت

تب انھوں نے فرمایا میرے ساتھ ایک رات رہ وہ بولی میری ایک رات
کی دو سو اشرفیاں ہوتی ہیں انھوں نے جیب سے سو اشرفیاں نکالیں اس کے
سوا اور ان کی جیب میں ایک درہم تک نہ تھا اُس عورت نے جب سو اشرفیاں
لے لیں تو پوچھنے لگی آپ کیا چاہتے ہیں انھوں نے فرمایا میرے کپڑے پہن
کر میرے سامنے چار قدم چل اُس نے ویسا ہی کیا اس کے بعد انھوں نے
آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کہا اے اللہ آپ نے اس کا ظاہر درست کیا ہے
تو آپ ہی اس کا باطن بھی درست کر دیجئے اس کے بعد اُس سے کہا میرے
کپڑے اُتار دے وہ بولی خدا کی پناہ میں خدا سے توبہ کر چکی ہوں جفا کے
بعد صفائی وحشت سے انس جدائی کے بعد وصال غضب کے بعد رضا میسر
ہوتی ہے المختصر وہ اس عورت کو چھوڑ کر چل دیئے ایک مدت کے بعد بایزید
نے اس کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے دیکھا اُس نے انہیں سب
فضل کے میوے کھلائے اس کے بعد غائب ہو گئی۔

گنہگار جب پشیمانی سے روتا ہے تو اس کے نور کی تابش عرش کے
نیچے تک پہنچتی ہے فرشتے کہتے ہیں یہ کیسا نور ہے ان کو جواب ملتا ہے کہ
یہ بندہ جو معصیت سے فضائے طاعت کی طرف نکل کر آیا ہے اسی کا نور ہے۔

توبہ۔ توبہ چھ قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل دل سے۔ دوم زبان کی توبہ تیسرے
کان کی توبہ چوتھے ہاتھ کی توبہ پانچویں پیر کی توبہ چھٹے نفس کی توبہ۔ توبہ یہ ہے
کہ گناہ سابق پر آتش ندامت سے باطن کا پگھلنا۔ اس تعریف میں صرف
رنج دل پر اشارہ پایا جاتا ہے اور بعضوں نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے

اور کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے کہ دل میں بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جدا نہیں ہوتا۔ اور بعضوں نے بلحاظ ترک گناہ کے تعریف یوں بھی ہے کہ توبہ اس کو کہتے ہیں کہ جفا کا لباس دور کر کے بساطِ وفا بچھائے۔ و سہل بن عبداللہ تستری یوں فرماتے ہیں کہ حرکاتِ مذمومہ کو افعالِ محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہوں نے گناہوں کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلوں میں جان ہے اور ان کو توبہ کا پانی دیتے رہے یہاں تک کہ ندامت اور حزن کا پھل ان پر لگا پس بدون جنون کے دیوانے ہو گئے اور بدون عاجزی اور گونگے پن کے غبی بن گئے حالانکہ بڑے بلیغ و فصیح اور خدا رسول کے عارف وہی ہیں پھر جامِ صفا نوش کیا تو باوجود زیادتی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے پھر ان کے دل جو پھر عالمِ ملکوت کے مشتاق ہوئے اور پردہ ہائے جبرات کے خفیہ امور میں فکر دوڑانے لگے اور ندامت کے حجروں میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے نفسوں پر خوف چھا گیا یہاں تک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترکِ دنیا کی تلخی شیریں اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتیٰ کہ نجات اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی اور ان کی روحیں چرتی چرتی بستانِ نعیم میں پہنچ گئیں اور دریائے حیات میں جو گھسے اور ناامیدی اور ابتلا کے خندقوں کو پاٹا اور ہوائے نفسانی کے پلوں سے پار اترے و میدانِ علم میں جا پہنچے اور چشمۂ حکمت سے سیراب ہوئے پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہو کر نجات کا بادبان چڑھایا اور بحرِ سلامت میں لنگر اٹھا کر ساحلِ رحمت و عزت

اور کرامت پر پہنچ گئے۔ ایک حبشی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گناہ کیا کرتا تھا۔ فرمائیے کہ میری توبہ بھی قبول ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ بے شک توبہ قبول ہوگی۔ وہ چلا گیا۔ اور پھر واپس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب میں خطا کیا کرتا تھا تو مجھ کو خدائے تعالیٰ دیکھتا تھا یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں دیکھتا تھا۔ یہ سُنتے ہی حبشی نے نعرہ مارا کہ اسی کے ساتھ اس کی رُوح پرواز کر گئی

سچی توبہ (۱) بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو پاک کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس ہے تجھ پر۔ واپس جا۔ خدا سے استغفار کر اور توبہ کر۔ وہ چلا گیا۔ اور تھوڑی دور جا کر پھر واپس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو پاک کیجئے۔ آپ نے پھر وہی الفاظ دہرائے جو پہلے فرمائے تھے۔ چار مرتبہ اسی طرح ہوا۔ چوتھی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پوچھا۔ کس چیز سے پاک کروں تجھ کو؟ اُس نے عرض کیا۔ زنا سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا۔ کیا یہ دیوانہ ہے؟ عرض کیا گیا۔ دیوانہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا اس نے شراب پی ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس کا منہ سونگھا۔ لیکن شراب کی بو نہ پائی۔ پھر آپ نے ماعز سے پوچھا۔ کیا تو نے زنا کیا ہے؟

عرض کیا، ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی سنگساری کا حکم
دے دیا اور اُس کو سنگسار کر دیا گیا۔ دو تین روز اسی طرح گذر گئے
یعنی ماعز کی سنگساری کا ذکر آپؐ کے حضور میں نہ آیا۔ ایک روز حسبِ
معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ماعز بن مالک
کی مغفرت کی دعا کرو اُس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اُس کو ساری
اُمت پر تقسیم کیا جائے تو اُس کا ثواب سب کے لئے کافی ہو۔

(۲) ایک عورت جو قبیلۂ ازد کی شاخ غامد سے تھی حضورِ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مجھ کو پاک کیجئے آپؐ نے فرمایا۔ تجھ پر افسوس ہے۔ واپس جا
اور خدا سے توبہ و استغفار کر۔ عورت نے عرض کیا۔ آپ یہ چاہتے
ہیں کہ جس طرح آپ نے ماعز کو واپس کر دیا تھا۔ مجھ کو بھی واپس کر دیں
میں تو زنا سے حاملہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو حاملہ ہے؟ عرض
کیا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا۔ یہاں تک کہ تو پیٹ کے بچے کو جنے۔
راوی کا بیان ہے کہ ایک انصاری نے اُس عورت کی کفالت کی
یہاں تک کہ اُس نے بچہ جنا۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ انصاری حاضر ہوا اور
عرض کیا۔ اُس عورت نے بچہ جن دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہم ابھی اس
عورت کو سنگسار نہیں کریں گے اور اُس کے بچے کو اس حال میں نہ
رہنے دیں گے کہ کوئی اُس کو دودھ پلانے والا نہ ہو۔ ایک انصاری نے
کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رضاعت کا

میں ذمہ دار ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو سنگسار کرنے کا حکم
دے دیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب اُس عورت نے اپنے
حمل کا اظہار کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ واپس جا اور ٹھہر جب تک کہ بچہ جنے
پھر جب اس نے بچہ جن لیا تو پھر حاضر ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُس کو فرمایا کہ بچہ کو دودھ پلا اور ٹھہر۔ جب تک کہ اُس کا دودھ چھڑائے۔
جب اُس نے دودھ چھڑا دیا تو وہ بچہ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر
ہوئی۔ بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ اُس نے کہا اے اللہ کے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ کا دودھ میں نے چھڑا دیا ہے اور اب یہ روٹی
کھانے لگا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو ایک مسلمان کے حوالہ
کر دیا۔ اور پھر حکم دیا کہ اس عورت کے لئے ایک گڑھا کھودا جائے سینہ تک
اور پھر لوگوں کو اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سنگساری شروع کی
گئی۔ خالد بن ولیدؓ نے ایک پتھر اُس کے سر پر مارا اور اُس کے سر کا
خون خالدؓ کے منہ پر آن کر پڑا۔ خالدؓ نے اُس کو برا کہا۔ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا خاموش رہو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے۔ اُس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ محصول پر
عشر لینے والا کرے۔ تو اُس کے ظلم و ستم کو بخش دیا جائے۔ پھر آپ نے
حکم دیا اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور دفن کر دیا جائے

حمایتِ مظلوم

ایک رات سلطان محمود غزنوی (المتوفی ۴۲۱ھ ۱۰۳۰ء) سو رہا تھا کہ یکایک اس کی آنکھ کھل گئی۔ بہتیرا چاہا کہ دوبارہ نیند آجائے۔ مگر نیند کوسوں دور نکل چکی تھی۔ بستر پر تڑپتا اور کروٹیں بدلتا رہا۔ جب کسی طرح آنکھ نہ لگی، تو اس خدا ترس بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید کوئی مظلوم فریاد لایا ہے یا کوئی فقیر بھوکا آیا ہے۔ اسی لئے میری نیند اچٹ گئی ہے غلام کو حکم دیا باہر جاکر دیکھو، کون ہے؟ غلام نے باہر جاکر دیکھا، تو کوئی نہ تھا۔ واپس آکر کہا۔ جہاں پناہ! کوئی شخص نہیں۔ محمود نے پھر چاہا کہ سو رہے، مگر نیند نہ آنی تھی، نہ آئی۔ وہی بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہوگئی۔ غلاموں کو دوبارہ کہا۔ اچھی طرح دیکھ آؤ، کون دادخواہ آیا ہے۔ غلام دوڑے ہوئے گئے۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور واپس آکر بولے "حضور! کوئی نہیں ہے۔" سلطان کو شبہ ہوا کہ شاید غلام تلاش کرنے سے جی چراتے ہیں۔ غصہ میں خود کھڑا ہوا، اور تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے باہر آگیا۔ بہت تلاش کی، مگر کوئی شخص نظر نہ آیا۔ قریب ہی ایک مسجد تھی۔ اس کے دروازہ پر آکر اندر کی طرف جھانکا، تو آہستہ آہستہ کسی کے رونے کی آواز آئی۔ قریب پہنچ کر دیکھا، تو ایک شخص فرش پر پڑا ہوا نظر آیا۔ اس کا منہ زمین سے لگا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آہیں بھر رہا تھا۔ اور چپکے چپکے کہہ رہا تھا ؎

اے کہ از غم نہ دیدہ خواری
از غمِ ما کجا خبر داری
خفتہ ماندی چو بختِ ما ہمہ شب
تو چہ دانی ز رنجِ بیداری

پھر کہنے لگا کہ سلطان کا دروازہ بند ہے تو کیا، سبحان کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے۔ اگر محمود دلی سو رہا ہے، تو ہرج نہیں، معبودِ ازلی تو جاگ رہا ہے۔

محمود یہ سن کر اس کے بالکل قریب پہنچ کر بولا۔ محمود کی شکایت کیوں کرتا ہے۔ وہ تو ساری رات تیری تمنا میں بے چین رہا۔ بتا تجھے کیا تکلیف ہے؟ کس نے ستایا ہے؟ کہاں اور کس غرض سے آیا ہے؟ یہ سن کر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا، اور پھوٹ پھوٹ کر روتا ہوا بولا۔ حضور ایک درباری کے ہاتھوں ستایا ہوا آیا ہوں، مگر اس کا نام نہیں جانتا۔ اس نے میری عزت خاک میں ملا دی۔ آدھی رات کو مستی کے عالم میں میرے گھر آتا ہے، اور میری شریکِ زندگی کی عصمت کو داغ دار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر آپ نے اس تلوار کی آب سے اس داغ کو نہ دھویا، تو کل قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا، اور آپ کا گریبان۔ یہ سن کر محمود کو مذہبی غیرت اور شاہی حمیت کے جوش سے پسینہ آگیا۔ غصہ سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ بتا کیا اس وقت بھی وہ موذی وہیں ہوگا؟ اس شخص نے جواب دیا [illegible]

رات گذر گئی۔ بس یہ چلا گیا ہو، لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر آئے گا۔"
سلطان نے کہا۔ "اچھا اس وقت تو جاؤ، مگر جس روز جس وقت وہ
آئے، مجھے فوراً اطلاع کرو۔"

اُس شخص نے سلطان کو دعا دی، اور رخصت ہو کر چلا ہی تھا، کہ
سلطان نے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور پہرہ داروں سے کہا کہ "دیکھو۔ یہ جس
وقت بھی آئے، خواہ میں سوتا ہوں یا جاگتا ہوں، فوراً اس کو مجھ تک پہنچا دو۔"
اتنا کہہ کر محمود اندر آگیا، اور وہ شخص اپنے گھر چلا گیا۔

تیسری رات وہ شخص پھر محل سرا کے دروازہ پر پہنچا۔ پہرے
داروں نے اس کی شکل دیکھتے ہی سلطان کی خدمت میں پہنچا دیا۔
سلطان جاگ رہا تھا۔ تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور بولا "چلو! راتوں کو
ان شکار کرنے والی لومڑی تک مجھے لے چلو۔" یہ سن کر وہ شخص آگے
ہو لیا، اور سلطان اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ گھر پہنچ کر اس شخص
نے سلطان کو وہ جگہ بتائی جہاں وہ ظالم شخص خزانہ کا سانپ بنا ہوا
سو رہا تھا۔ سلطان نے تلوار کا ایک بھرپور وار ایسا جڑا کہ تمام فرش
پر انصاف کا لالہ زار کھل گیا۔ اس کے بعد سلطان مڑا، اور مظلوم شخص
کو بلا کر فرمایا۔ "اب تو محمود سے خوش ہوا؟" یہ کہہ کر محمود نے مصلیٰ منگوایا۔
اور ایک طرف بچھا کر دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھی۔ پھر اس شخص
سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "گھر میں کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ۔" اس شخص
نے جواب دیا۔ "ایک جھونپڑی، سلطان کی کیا خاطر کر سکتی ہے جو کچھ ہے

حاضر کرتا ہوں"۔ یہ کہہ کر دسترخوان ڈھونڈھ کر سوکھی روٹی کے کچھ ٹکڑے لئے ہوئے آیا۔ اور سلطان کے سامنے رکھ دیئے۔ سلطان نے اس درجہ رغبت اور شوق سے یہ ٹکڑے کھائے کہ شاید عمر بھر میں کوئی لذیذ غذا اس طرح نہ کھائی ہوگی۔ کھانے سے فارغ ہو کر سلطان نے اس شخص سے کہا۔ معاف کرنا میں نے تمہیں کھانے کے لئے تکلیف دی۔ لیکن سنو! بات یہ ہے کہ جس روز تم ملے اور اپنا دکھڑا سنایا۔ اسی وقت میں نے قسم کھا لی تھی کہ جب تک اس خبیث کے سر کو اس کے شانے سے جدا کر کے تمہارے گھر کو پاک نہ کر دوں گا۔ رزق کو حرام سمجھوں گا۔ پھر دو رکعت نماز میں نے شکرانہ پڑھی۔ جس پر تم حیران ہو رہے ہوگے۔ لیکن سنو! اس شخص کے متعلق مجھے اندیشہ تھا کہ میرے بیٹوں میں کوئی ہوگا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ میرے درباریوں اور مصاحبوں کو اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ میرے مزاج سے واقف ہوتے ہوئے ایسی حرکت کریں۔ میں جس قدر زیادہ سوچتا گیا، اسی قدر میرا یقین بڑھتا گیا کہ اتنی بڑی گستاخی کی ہمت صرف بادشاہ کی اولاد کو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ عام طور پر غرور کے نشہ میں بدمست رہتے ہیں۔ چنانچہ میں تمہارے ساتھ یہاں اپنے کسی فرزند کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا۔ جب میں نے صورت دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہ میرا فرزند نہیں، کوئی غیر شخص ہے۔ اس لئے میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

صُورت پرستی کا انجام

ایک بادشاہ شکار کرنے نکلا۔ راہ میں ایک لونڈی کے حسن پر فریفتہ ہوگیا۔ اور خرید کر محل شاہی واپس آیا۔ شکار کرنے گیا تھا مگر خود شکار ہوگیا۔ یہ لونڈی سمرقند کے ایک سُنار (صرّاف) کے لڑکے پر عاشق تھی۔ بادشاہ کے یہاں آکر اُس کی جُدائی سے گُھلنے لگی اور عشق کی بیماری سے ہڈی چمڑہ رہ گئی۔ بادشاہ اُس کے غم سے جاں بلب ہُوا طبیبوں کو جمع کیا۔ علاج کے لئے ہر انعام و اکرام شاہی کا وعدہ کیا اور کہا کہ میری زندگی بچاؤ کہ اگر یہ مرگئی تو سمجھ لو کہ میں بھی مرگیا۔ طبیبوں نے انشاء اللہ کے بغیر دعوےٰ کیا کہ ہم بہت جلد اس بیمار لونڈی کو اچّھا کر دیں گے لیکن اُن کی ہر دوا اُلٹا اثر کرنے لگی۔

چوں قضا آمد طبیب ابلہ شود آں دوا در نفع خود گمرہ شود

ترجمہ: جب بیمار کی قضا آتی ہے تو طبیب بھی بیوقوف ہوجاتا ہے اور کی دوا بھی اپنے نفع میں برعکس راستہ اختیار کرتی ہے۔

از قضا سرکنجبیں صفرا فزود روغنِ بادام خشکی می نمود

ترجمہ: تقدیر سے سکنجبین صفرا بڑھا رہا تھا اور روغن بادام خشکی میں اضافہ کر رہا تھا یعنی ہر دوا مخالف اثر اور علاج ناکارہ ثابت ہو رہا تھا۔

بالآخر طبیبوں کی رُسوائی ہوئی اور عقل و تجربہ کا دعوےٰ ٹھنے لگ گیا اور اپنی عاجزی اور بیدی کا اظہار کرکے رُوسیاہ ہوئے۔

شہ چوں عجزِ آں طبیباں را بدید　　پا برہنہ جانبِ مسجد دوید

ترجمہ: شاہ نے جب طبیبوں کی عاجزی اور مایوسی دیکھی، تو ننگے پاؤں مسجد کی طرف دوڑا۔

رفت در مسجد سوئے محراب شُد　　سجدہ گاہ از اشکِ شہ پُر آب شُد

ترجمہ: مسجد گیا اور محراب کی طرف دوڑا۔ اور سجدہ میں گر کر اس قدر رویا، کہ سجدہ گاہ شاہ کے آنسوؤں سے پُر آب ہوگئی، اور اُس نے عرض کیا۔

کے کمینہ بخششت ملکِ جہاں　　من چہ گویم چوں تو میدانی نہاں

ترجمہ: زار زار روتے ہوئے بادشاہ نے عرض کیا کہ اے اللہ! یہ ساری کائنات تیری ادنیٰ بخشش ہے۔ میں کیا عرض کروں جب کہ تُو تو بھیدوں سے باخبر ہے۔

حال ما و ایں طبیباں سر بسر　　پیشِ لُطفِ عامِ تُو باشد ہدر

ترجمہ: ہمارا حال اور ان طبیبوں کا عدمِ توکّل اور ترکِ انشاء اللہ تیرے لُطفِ عام کے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ　　بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ

ترجمہ: اے وہ ذاتِ پاک جو ہمیشہ ہماری حاجتوں کی پناہ گاہ ہے۔ ہم پھر سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔

چوں بر آورد از میانِ جان خروش　　اندر آمد بحرِ بخشائش بجوش

ترجمہ: جب اس بادشاہ نے تہِ دل سے نالہ و فریاد کی، تو حق تعالیٰ کی رحمت کا سمندر جوش میں آگیا۔

روتے روتے بادشاہ پر نیند طاری ہو گئی اور خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اے شخص! نا اُمید نہ ہو۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس محبوبہ کا علاج کر دوں گا۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی بادشاہ نے قلب کو مسرور پایا۔ اور اُن بزرگ کا منتظر تھا کہ اچانک تشریف لائے۔ آگے بڑھ اور دوڑ کر ان بزرگ کا بصد احترام استقبال کیا۔ اس کے بعد اس شیخِ کامل نے اس لونڈی کا قارورہ دیکھا اور نبض دیکھی۔ نبض پر ہاتھ رکھ کر ہر شہر کا نام لینا شروع کیا۔ جب سمرقند کا نام لیا تو اس کی نبض کی حرکت تیز ہو گئی۔ شیخ نے سمجھ لیا کہ سمرقند میں یہ کسی کی محبت سے بیمار ہے۔ بیماری کچھ تھی اور علاج کچھ ہو رہا تھا۔

بے خبر بودند از حالِ دروں　　　اَسْتَعِیْذُ اللّٰہَ مِمَّا یُفْتَرُوْنَ

ترجمہ: اندرونی حالت سے لوگ بے خبر تھے اور پناہ چاہتا ہوں میں ان باتوں سے جن کی مجھ پر لوگ افترا کرتے ہیں۔

پھر شیخِ کامل نے اس لونڈی سے راز معلوم کر لیا کہ وہ سمرقند کے ایک زرگر (صراف) پر عاشق ہے۔ شیخ نے شاہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو حاضر کرے۔ چنانچہ دنیاوی دولت کے لالچ پر طلب کیا گیا۔ اور چونکہ شیخِ کامل طبیب کامل بھی تھے۔ انہوں نے اس شخص کو ایسی دوائیں دیں جس سے اُس شخص کا حُسن جاتا رہا، اور اس لونڈی کے سامنے پھر اس کو پیش کیا۔ چونکہ اس کی صورت کافی بُری اور مکروہ ہو گئی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی لونڈی کا عشق جاتا رہا، اور وہ اس کے عشق کی بیماری سے شفا پا گئی۔

اور تندرست ہونے لگی، اور کچھ ہی دن میں بالکل صحت یاب ہوگئی۔

چونکہ زشت و ناخوش شد رخِ زرد شُد
اندک اندک در دلِ او سرد شُد

ترجمہ: چونکہ اس ونڈی کی بیماری محض صورت پرستی تھی اسے صورت کے بگڑنے سے آہستہ آہستہ وہ عشق بھی زائل ہوگیا اور ٹھنڈا پڑ گیا۔

عشقہائے کز پئے رنگے بود — عشق نبود عاقبت ننگے بود

ترجمہ: جو عشق صرف رنگ و روپ کی خاطر ہوتا ہے، وہ دراصل عشق نہیں بلکہ فسق ہے، اور اس کا انجام شرمندگی اور رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں۔

زانکہ عشق مردگاں پائندہ نیست — زانکہ مُردہ سوئے ما آئندہ نیست

ترجمہ: کیونکہ مرنے والے کا عشق پائیدار نہیں ہوتا اور کیونکہ مردہ ہمارے پاس آنے والا نہیں بلکہ ہم سے جانے والا ہے۔

یعنی محبوب جب فانی ہے تو فانی چیز کا عشق بھی فانی ہے۔

عشقِ زندہ در رواں و در بصر — ہر دمے باشد زغنچہ تازہ تر

ترجمہ: حق تعالیٰ جو ہمیشہ زندہ ہیں اور فنا سے پاک ہیں ان کا عشق بھی ہمیشہ غنچہ سے بھی زیادہ تر و تازہ رہتا ہے۔

عشق آں زندہ گزیں کو باقی ست — وز شراب جانفزایت ساقی ست

ترجمہ: اے طالب اس زندہ (محبوبِ حقیقی) کا عشق اختیار کر کہ جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور جو محبت و معرفت کی جانفزا پاک شراب پلانے والا ہے۔

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔ ہر زماں از غیب جانِ دیگر ست

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست

بر کریماں کارہا دُشوار نیست

تُو مایوسی سے یہ مت کہہ کہ اس محبوبِ حقیقی تک مجھ جیسے نالائقوں کی کیسے رسائی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ کریم ہیں۔ اور کریموں کے نزدیک ایسے کام دشوار نہیں ہوتے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو بندہ میری طرف بالشت بھر قریب آتا ہے میں اس کی طرف گز بھر قریب ہو جاتا ہوں۔ غرض اُس کے عشق و محبت کا دروازہ ہر وقت کُھلا ہوا ہے۔ جو چاہے داخل ہو اور اُس کا تقرب حاصل کرے۔

سجاح اور مسیلمہ کذّاب

جس طرح موسم برسات کے آغاز میں بسیطِ ارض پر طرح طرح کی نئی مخلوق ظاہر ہونے لگتی ہے۔ سینکڑوں قسم کے کیڑے مکوڑے ادھر اُدھر رینگتے دکھائی دیتے ہیں، اور ہزاروں لاکھوں پتنگے فضائے محیط پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت فخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم جب قصرِ نبوت کی تکمیل فرما کر اس خراب آباد عالمِ دنیٰ سے اوجھل ہوئے تو بیسیوں ہوا پرست مدعی اُٹھ کھڑے ہوئے، اور بہتوں نے خود ساختہ نبوت کی دکانیں کھول کر اپنے تقدس کی ڈفلی بجانی شروع کر دی۔ سجاح بھی انہی برساتی نبیوں میں سے ایک نبیہ تھی۔ جسے مسیلمہ کذّاب کی دیکھا دیکھی نبوت کی دکان آرائی کا حوصلہ ہوا۔ بعض مؤرخوں نے اُسے سجاح بنت حارث بن سوید بن عقفان لکھا ہے۔ دوسروں نے اُسے سوید بن یربوع کی دختر قرار دیا ہے۔ ہوازن کے قبیلہ بنی تمیم میں پیدا ہوئی اور اُس کا نشو و نما عرب کے شمال مشرق میں اس سرزمین میں ہوا۔ جو آج کل عراقِ عرب کہلاتا ہے اور شاید اسی کو دو دریاؤں دجلہ و فرات کے مابین واقع ہونے کی وجہ سے الجزیرہ بھی کہتے ہیں۔ سجاح مذہباً عیسائی اور نہایت فصیحہ و بلیغہ اور بلند حوصلہ عورت تھی۔ اسے تحریر و گویائی میں ید طولیٰ حاصل تھا اور براعتِ فہم، جودتِ طبع اور اصابتِ رائے

میں نظیر نہ رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ اپنے زمانہ کی مشہور کاہنہ تھی۔ اور کہا کرتی تھی کہ میری اور سطیح کی ایک ہی رائے ہے۔ اور ان سب خوبیوں پر مستزاد یہ کہ ابھی شباب کا عالم اور دل ربائی کا زمانہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ صفات ایسے نہ تھے جو کسی کی صید افگنی میں ناکام اور بے مراد رہتے۔

دعوائے نبوت جب سجاح نے اپنی ہونہار فطرت پر نظر کی اور دیکھا کہ مسیلمہ نے بستر پیری پر دعوائے نبوت کرکے اتنی عزت و اقتدار حاصل کر لیا تو اُسے بھی اپنے جوہر خداداد سے فائدہ اُٹھا کر کچھ کرنا چاہیئے تو مسیلمہ کی طرح نبوت کا کاروبار جاری رکھنے کے قضیہ پر غور کرنے لگی۔ آخر جونہی سید العرب والعجم علیہ الصلوۃ والسلام کی خبر وفات سُنی، نبوت اور وحی الٰہی کی دعوت دے دی۔ سب سے پہلے بنی تغلب نے اُس کی نبوت کو تسلیم کیا۔ جس کی وجہ سے اُس میں ایک گونہ قوت آگئی۔ ہذیل بن عمران جو بنو تغلب کا ایک نامور سردار اور عیسائی مذہب رکھتا تھا، دینِ مسیحی چھوڑ کر سجاح پر ایمان لے آیا۔ سجاح کو جب اتنی قوت حاصل ہو گئی تو اُس نے تبلیغ و دعوت کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ مسجع اور مقفیٰ عبارتوں میں خطوط لکھ لکھ کر تمام قبائل عرب کو اپنے کیشِ جدید کی دعوت دی۔ جس کی وجہ سے صدہا صاحب نعمتِ اسلام سے محروم ہو کر بادیۂ جہالت اور بادیۂ ضلالت میں سرگردان ہونے لگے۔ مالک ابن ہبیرہ رئیس بنی تمیم کے نام بھی ایک خط لکھا تھا۔ وہ اس

مکتوب کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر اس کا گرویدہ ہو گیا۔ سر آنکھوں پر چل کر جبہ سائی کی، اور ترکِ اسلام کر کے مرتد ہو گیا۔ بہت سے دوسرے قبائل بھی ترکِ اسلام کر کے سجاح کے حلقہ بگوش ہو گئے جن میں احنف بن قیس اور حارث بن بدر جیسے معززِ شرفا اس کی حمایت میں نمایاں سرگرمی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس کے بعد زیاد ابنِ ہلال، بنی ایاد کے لوگوں کے ساتھ، عقہ ابنِ ہلال بنی نمر کے ساتھ، سلیل بن قیس بنی شیبان کی معیت میں اس کے لشکر میں آ شامل ہوئے۔ اور سجاح کے جھنڈے تلے ایک لشکرِ جرّار جمع ہو گیا۔ اس لئے اب وہ اپنے سب سے بڑے دشمن یعنی اسلام کے (معاذ اللہ) قلع قمع کی تدبیریں سوچنے لگی۔ حضرت سید العرب والعجم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت قبیلہ بنی تمیم کے اندر اسامی عمّال اس تفصیل سے تھے۔ قبائل رباب، عوف اور انبار میں زبرقان بن بدر، قبائل مقاعس اور بطون میں قیس بن عاصم، بنو عمرو میں صفوان بن صفوان، بنو مالک میں وکیع بن مالک اور حنظلہ میں مالک بن نویرہ۔ جب خواجۂ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر مشہور ہوئی تو صفوان صدقاتِ بنی عمرو اور زبرقان رباب، عوف اور انبار کے صدقات لے کر مدینہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ لیکن قیس ابنِ عاصم، مقاعس اور بطون کے صدقات وصول کر کے مستقبل کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ باقی جتنے وہ لوگ جو اسلام پر ثابت قدم رہے وہ ان لوگوں کے فتنہ و فساد میں الجھ گئے جو بنو قبِ امور

کا انتظار کر رہے تھے یا علانیہ مرتد ہو گئے تھے۔ اس اثنا میں سجاح
بنت حارث نے بھی دعوائے نبوت کے ساتھ خروج کیا اور اپنے
پیرووں کو لئے ہوئے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں سے لڑنے کو چلی۔

عُروج و اقبال کا دور | بنی تمیم میں اختلاف تو پہلے ہی سے تھا
سجاح کے خروج نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ مالک بن نویرہ نے سجاح
سے مصالحت کر لی اور اُسے مدینہ پر فوج کشی کرنے سے روکا اور کہا
کہ آپ سر دست مسلمانوں سے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتیں اس لئے
سجاح نے اسلامیوں سے اُلجھنے سے پیشتر عربوں کو باہم لڑانے اور غیر مسلم
اعداء سے نپٹنے کی صلاح ٹھہرائی۔ مالک بن نویرہ نے اُسے بنی تمیم پر حملہ
کرنے کی تحریک کی۔ سجاح کا لشکر سیل کی طرح بنی تمیم پر جا پڑا۔ بنی تمیم
سجاح کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اوسان بج گئے۔ اور وکیع بن مالک
سجاح سے مل گیا۔ البتہ قبائل بنی رباب اور ضبہ نے متفق ہو کر سجاح
کا خوب جم کر مقابلہ کیا۔ ایک گھمسان کا رن پڑا جس میں سجاح کو ہزیمت
ہوئی اور اس کے کئی زبردست اور کار آزمودہ افسر گرفتار ہو گئے۔ لیکن
اس کے بعد دونوں قبیلوں نے سجاح سے مصالحت کر لی۔ اب سجاح
اپنی سابق قرارداد کے موجب اپنا لاؤ لشکر لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔
جب نباج کے مقام پر پہنچی تو اوس بن خزیمہ نے بنی عمرو کو ساتھ لے کر راستہ
ہی میں ان پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں بڑا سخت رن پڑا۔ سجاح کے پیرووں
میں سے ہذیل اور عقبہ گرفتار ہو گئے۔ لیکن پھر سجاح کی حکمت عملی

کامیاب ہوئی اور فریقین نے ان شرائط پر کہ اوس بن خزیمہ سجاح کے قیدیوں کو چھوڑ دے۔ اور سجاح بلاد اوس میں کسی قسم کی دست درازی نہ کرے، مصالحت کر لی۔ اس واقعہ کے بعد مالک بن نویرہ اور وکیع بن مالک اس سے علیحدہ ہو کر اپنی قوم میں چلے گئے۔ سجاح نے انہیں باز رکھنے کی بہتیری کوششیں کیں، لیکن بالآخر اُن کی اعانت سے دست بردار ہونا پڑا۔

سجاح کی فوج کشی یمامہ پر سجاح نے اُسی رات ایک مسجع عبارت تیار کی اور صبح کے وقت فوج کے سرداروں کو جمع کر کے کہنے لگی کہ اب میں وحی الٰہی کی ہدایت کے موجب یمامہ پر حملہ کرنا چاہتی ہوں۔ یمامہ وہ جگہ تھی جہاں مسیلمہ کذاب مشہور مدعی نبوت کوس انا ولاغیری بجا رہا تھا سجاح فوج کثیر کے ساتھ ارض یمامہ کی طرف روانہ ہوئی۔ ادھر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ سجاح کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ شرحبیل بن حسنہ اور حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل بھی ساتھ تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو خبر ملی کہ اسلام کے دو مشترک دشمن باہم نبرد آزما ہونے کو ہیں، تو وہاں سے پیچھے ہٹ آئے۔

جب مسیلمہ کو سجاح کے دعوائے نبوت اور اُس کے لشکر کے سر پر آپہنچنے کی مسرت ہی تو اس کی کشتی خاطر دریائے اضطراب میں ہچکولے کھانے لگی۔ مسیلمہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر سجاح سے تعرض کیا جائے گا

اور اُس سے مڈبھیڑ کی نوبت آئے گی تو ادھر ثمامہ بن اثال یمامہ میں اُس سے ضرور چھیڑ چھاڑ کرے گا، اور دوسری طرف شرحبیل بن حسنہ بھی عسکر اسلام کو لے کر شبخوں اور غارت گری پر آمادہ ہو جائیں گے اس لئے اُس نے آج کل کی یورپین قوموں کی طرح حرب و پیکار کے بجائے عیّاری اور کیّادی سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ سجاح کے پاس ہدایا و نفائس بھیج کر اُس سے دوستی پیدا کرنے کا ڈھنگ نکالا اور کہلا بھیجا کہ پہلے عرب کے کُل بلاد نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے۔ لیکن چونکہ قریش نے بدعہدی کی، اس لئے وہ نصف تمہیں دیتا ہوں۔ اور یہ بھی پیغام دیا کہ مجھے آپ کی ملاقات کا کمال اشتیاق ہے۔ اگر حضوری کی اجازت ہو تو بڑی ذرہ نوازی ہوگی۔ سجاح نے ملاقات کی اجازت دی

عشق و محبّت کی کمند میں پھانسنے کی تدبیر | مسیلمہ بنی حنیفہ کے چالیس ہوشیار پیروؤں کو ساتھ لے کر سجاح کے پاس پہنچا اور بڑے تپاک اور اُلفت سے ملا۔ اس کی صورت و سیرت اور سب حرکات و سکنات کو نظر غائر سے ملاحظہ کیا اور حالات گرد و پیش کا اندازہ کر کے یقین ہو گیا کہ اس سے جنگ و جدال سے پیش پانا دشوار ہے۔ بجز اس کے کہ حضرت ذات عشق و محبّت کے کمند میں پھنس کر ہی رام کی جا سکے گی۔ مسیلمہ نے سجاح سے درخواست کی کہ آپ میری دعوت قبول کریں اور میرے خیمہ تک تشریف لے جا کر مجھے سرفراز فرمائیں۔ وہیں پہنچ کر میں آپ کی رنگین بیانی سے لطف اندوز ہوں گا، اور اسی مقام پر ہم دونوں اپنی اپنی نبوت

تذکرہ درمیان میں لائیں گے۔ سجاح جو سرمایۂ حزم و دور اندیشی سے بالکل
عاری تھی۔ فوراً رضامند ہوگئی اور یہ بھی وعدہ کر لیا کہ دونوں کے آدمی خیمہ
سے دُور رہیں گے۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس کامیابی
پر اس پیرِ فرتوت کی باچھیں کھِل گئیں اور چشمِ دل حصولِ مقصد کے نُور
سے روشن ہوگئی۔ مسیلمہ ملاقات کر کے واپس آیا اور جوشِ مسرت اور
فرطِ انبساط سے پھُولا جامے میں نہ سماتا تھا۔ حُکم دیا کہ ایک نہایت خوشنما
اور پُر تکلف خیمہ فوراً نصب کیا جائے۔ اس حُکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ مسیلمہ
نے اس محبوبِ دل نواز کا کشورِ دل فتح کرنے کے لئے اُسے ہر قسم کے
اسبابِ عشرت اور سامانِ زینت سے آراستہ کیا۔ انواع و اقسام کے
عطریات مہیا کئے اور خیمہ کو ہر طرح سے بنا سجا کر حجلۂ عروسی بنا دیا۔ جب
تمام تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نوطلعت سجاح بن سنور کر اور جوبن نکھار
کر حُسن و لطافت کے پھُول برساتی معشوقانہ انداز کے ساتھ نازاں خراماں
آ پہنچی۔ مسیلمہ نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ نہایت نرم اور گدگدے ریشمیں
گدیلے پر بٹھایا اور اُس سے میٹھی میٹھی باتیں شروع کیں۔ خوشبو کی لپٹوں
نے سجاح کو مست و مسرور کر دیا تھا۔ مسیلمہ جانتا تھا کہ جب عورت خوشبو
سے مست ہوتی ہے تو وہ مرد کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور گو مسیلمہ اُس
وقت سن رسیدہ تھا لیکن اُس کے قویٰ کچھ زیادہ مضمحل نہ ہوئے تھے۔ مسیلمہ
نے کہا۔ اگر جناب پر حال ہی میں کوئی وحی نازل ہوئی ہو تو سنایئے۔ سجاح
بولی۔ نہیں پہلے آپ اپنی وحی کے ارشادات سنائیں کیونکہ میں پھر بھی

عورت ذات ہوں۔ اس جواب سے مسیلمہ بھانپ گیا کہ سجاح میں نبوت کا حوصلہ اُس کی نسبت بہت پست ہے اور سجاح کی پیغمبری بھی اس کے دعوائے نبوت کی طرح محض بناوٹی اور خانہ ساز ہے۔

چٹ منگنی، پٹ بیاہ اب مسیلمہ اپنی نبوت سے محبت و عشق بازی کا کام لینے لگا اور بولا۔ مجھ پر یہ وحی اُتری ہے:

الم تر الی ربك	کیا تم اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتے
کیف فعل بالحبلی	کہ وہ حاملہ عورتوں سے کیا سلوک
اخرج منها نسمة	کرتا ہے۔ ان سے چلتے پھرتے
تسعی بین صفاقٍ	جاندار نکالتا ہے جو نکلتے وقت
وحشیٰ۔	پردوں اور جھلیوں کے درمیان لپٹے ہوتے ہیں۔

چونکہ یہ وحی بمقتضائے جوانی سجاح کی نفسانی خواہشوں سے مطابقت رکھتی تھی۔ شباب کی اُمنگوں نے گدگدانا شروع کیا، اور بولی۔ حب کوئی اور وحی بھی سُنائیے۔ جب مسیلمہ نے دیکھا کہ اس نازنین نے تینی نوک جھوک کو گوارا کر لیا ہے اور بُرا ماننے کی بجائے خوش ہوئی تو اس کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ تکلف، شرم اور جھجک کا پردہ درمیان سے اُٹھ گیا۔ اور کہنے لگا حق تعالیٰ نے یہ آیتیں بھی نازل فرمائی ہیں:

ان اللہ خلق للنساء افواجاً وجعل الرجال لهن ازواجاً فتولج فيهن ايلاجاً ثم نخرجها

اذا نشأ اخراجًا فينتجن لنا سخالًا
انتاجًا۔[1]

اس شرمناک اور شہوت انگیز ابلیسی وحی نے سجاح پر پورا پورا اثر کیا۔ اب کیا تھا مسیلمہ کی منہ مانگی مراد پوری ہوئی۔ کہنے لگا۔ سنو! خدائے برتر نے نصف زمین مجھے دی تھی اور نصف قریش کو۔ مگر قریش نے ناانصافی کی۔ جس کی وجہ سے رب العزت نے قریش سے ان کا نصف حصہ چھین کر تمہیں عطا کر دیا۔ لیکن کمال صدق و اخلاص سے کہتا ہوں کہ کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ تم مجھے اپنی ہم نشینی کے لئے قبول کرو، اور ہم تم دونوں باہم عقد کرلیں۔ کیونکہ اگر ہماری یہ دونوں فوجیں مل گئیں تو ہم سارے عرب پر قبضہ کریں گے۔ اب اس کمزور دل عورت پر مسیلمہ کا جادو پوری طرح چل چکا تھا۔ بولی مجھے منظور ہے۔ یہ حوصلہ افزا جواب سن کر مسیلمہ کے دل کا کنول کھل گیا اور وفورِ مسرت سے کہنے لگا۔ پھر دیر کاہے کی ہے۔ آؤ ذرا گلے لگ جاؤ۔ اب گستاخی و بے حیائی کا حوصلہ اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ مسیلمہ مندرجہ ذیل نشاط انگیز، مہیج اور نہایت ہی فحش اشعار زبان پر لایا ہے

الا قومی الی المخدع	فقد ھیی لك المضجع
فان شئت فرشناك	وان شئت علی اربع

---

[1] بن شیر وغیرہ چونکہ مضمون سخت فحش ہے اس لئے ترجمہ قلم انداز کر دیا گیا۔

وان تشئتی بثلثیہ   وان شئتی بہ اجمع

اس کے بعد چند ان سے بھی زیادہ فحش اشعار زبان پر لایا۔ سجاح خوشبوؤں سے پہلے ہی برانگیختہ ہو چکی تھی۔ نوحشت نے اُسے اور بھی دو آتشہ کر دیا۔ چنانچہ نظام حواس درہم برہم ہو گیا اور شرم کی آنکھیں بند ہو گئیں ؎

ہوائے دل ہوس را شد عنان گیر
شکیب از سینہ بیروں جست چوں تیر

آخر بے حیائی کا منہ کھول کر بے خود ہو کر کہنے لگی۔ اچھا اپنی خواہش جس طرح چاہو پوری کرو۔ یہ سُن کر مسیلمہ کا نخلِ اُمید بارور ہوا اور نہایت مسرت کے لہجہ میں مسکرا کر کہنے لگا۔ ہاں مجھے بھی ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔ الغرض ہر دو تشنگانِ محبت نے "میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی" کے مشہور مقولہ پر عمل کر کے باہمی رضامندی سے "چٹ منگنی پٹ بیاہ" کی مثل پوری کر دکھائی۔ اور بغیر کسی کو شریک کئے نکاح بلا عقد باہم عقد کر لیا۔

دُولہا دُولہن بساطِ عیش پر | باہر دونوں مدعیانِ نبوت کے پیرو انجامِ ملاقات معلوم کرنے کے لئے چشم براہ اور گوش بر آواز بیٹھے تھے۔ اور خوش اعتقاد اُمتی یہ گمان کر رہے تھے کہ بر مسند پر بیٹھ کر رد و قدح ہو رہی ہوگی۔ اور بحث و اختلاف کے تصفیہ کے لئے وحی خداوندی کا انتظار کیا جاتا ہوگا۔ مگر یہاں پُرشوق دُولہا دُولہن بساطِ عیش پر

اور مسریر طرب پر بیٹھے بہارِ کامرانی کے مزے لوٹ رہے تھے۔
شوقِ وصال اِس قدر بڑھا ہوا تھا کہ تین دن تک باہر نہ نکلے خصوصاً
مسیلمہ کی بلند طالعی کا کیا کہنا ہے کہ جسے آفتابِ حیات کے لبِ بام
آنے پر بھی سجاح جیسی ہم پایہ محبوبہ گل عذار کی دولت میسر ہوئی اور جس
نے اس پیر فرتوت کے مردہ دل کو حیاتِ تازہ بخشش دی۔ اور اس
نیرنگ ساز کی قدرت کے کرشمے دیکھو کہ جس نے دشمن خونخوار کو محبوبِ
دل نواز کی حیثیت سے پہلو میں لا بٹھایا۔

سجاح کا مہر | جب تین روز کے بعد ارمان بھرے دلوں کی آرزوئیں
پوری ہو گئیں تو سجاح اپنی نبوت کو نکاح میں دیکر اور مسیلمہ سے شکست
کھا کر عرقِ انفعال میں ڈوبی اپنے لشکر میں واپس آئی۔ اس کے ہزاروں
دل فوجیوں نے جن کے صبر و انتظار کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ صورت
دیکھتے ہی پوچھا کہ مسیلمہ سے کیا ٹھہری؟ اس نے جواب دیا کہ وہ
بھی نبی برحق ہے۔ میں نے اُن کی نبوت تسلیم کر کے اُس سے نکاح
کر لیا ہے کیونکہ ہماری مسلک کو ایک مرسل کی اشد ضرورت تھی۔
انہوں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ مہر کیا قرار پایا؟ سجاح نے شرمگیں
آنکھیں نیچی کر لیں۔ ندامت سے چہرہ زمین کی طرف جھک گیا اور نہایت سادگی
کے عالم میں کہنے لگی کہ میں مسیلمہ سے یہ بات پوچھنا تو بھول ہی گئی۔
معتقدوں نے بصد نیاز عرض کیا۔ حضور بہتر ہے کہ آپ اسی وقت
تشریف لے جا کر اپنے مہر کا تصفیہ کر لیجئے کیونکہ کوئی عورت مہر کے بغیر

اپنے آپ کو کسی کی زوجیت میں نہیں دیتی۔ سجاح جو اپنا جوہرِ عصمت
بے داموں بیچ چکی تھی، اُن کے مجبور کرنے سے اسی وقت خجلت زدہ پلٹی۔
لیکن اس اثناء میں مسیلمہ نہایت شتاب زدگی کے ساتھ رخصت ہو کر
قلعہ میں متحصن ہو چکا تھا اور دروازے بند کر لئے تھے۔ وہ دل میں اس
بات پر سہما ہوا تھا کہ مبادا سجاح کے پیرو اس عقد کو اپنی توہین خیال
کر کے اس پر یورش کر دیں۔ سجاح قلعہ پر پہنچی۔ جب دروازے پر
پہنچ کر اطلاع کرائی تو مسیلمہ کو اس کا خوف دامن گیر ہو رہا تھا، کہ اُسے
باہر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چھت پر آ کر سامنے کھڑا ہوا، اور پُوچھا،
اب کس لئے آنا ہُوا؟ سجاح کہنے لگی، مجھ سے نکاح تو ہُوا مگر میرا مہر
تو بتاؤ؟ مسیلمہ نے دریافت کیا۔ تمہارے ساتھ تمہارا منادی بھی آیا
ہے؟ سجاح نے جواب دیا۔ ہاں، شبیث بن ربعی میرا مؤذن موجود
ہے۔ مسیلمہ نے اُس سے کہا۔ تم جا کر منادی کرا دو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
خدا کے پاس سے پانچ نمازیں لائے تھے۔ ربّ العزت نے اُن میں
سے عشاء اور صبح کی دو نمازیں مومنوں کو سجاح کے مہر میں معاف کر دیں۔

سجاح یہ مہر پا کر واپس چلی۔ تو اس کے اصحابِ کبار میں سے
عطارد ابنِ حاجب، عمرو ابنِ اہتم، غیلان ابنِ خرشہ اور اس کا
مؤذن شبیث بن ربعی نہایت خاموش اور شرمسار اس کے ہمرکاب
جا رہے تھے۔ عطارد ابنِ حاجب نے اپنی حالت پر غور کیا، تو اُسے
استعجاب سا معلوم ہوا، اور اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

امست نبیئن . تنی نطوف بہا

و اسبحت انبیاء للناس ذکرنا

ترجمہ: ہمارے پیغمبر عورت ہے جسے ہم ساتھ لئے پھرتے ہیں حالانکہ اور لوگوں کے پیغمبر مرد ہوتے ہیں۔

شرائطِ صلح مسیلمہ سے صلح تو ہو گئی تھی۔ دوسرے دن شرائط صلح کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مسیلمہ نے کہا۔ میں تمہیں عدقہ یمامہ کے ایک سال کے محاصل دیتا ہوں۔ نصف تو اب لے لو۔ وہ باقی نصف کے لئے اپنا کوئی مختار چھوڑ جاؤ۔ سجاح نے یہ شرط قبول کر لی۔ اور اپنے معتمدین میں سے ہذیل، عتبہ اور زید کو یمامہ میں چھوڑ کر خود اپنا باقی لشکر لئے جزیرہ کی طرف واپس روانہ ہوئی۔ اتفاق سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر لئے ہوئے اس سے سر راہ ملاقی ہوئے۔ سجاح کی فوج اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی بدحواس ہو کر بھاگی اور خود سجاح جزیرہ میں جا کر مقیم ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر اسلامی لے یمامہ پہنچے۔ مسیلمہ قتل ہوا۔ اور جن لوگوں کو سجاح ملک کی نصف آمدنی وصول کرنے کے لئے یمامہ میں چھوڑ گئی تھی۔ وہ پہلے ہی بھاگ گئے ہوئے۔

سجاح کا قبولِ اسلام سجاح کے بہت سے سمجھدار اُمتی نکاح کے واقعہ سے بد عتقاد ہو کر اس سے الگ ہو گئے تھے۔ اور اس دن سے اس کی جمعیت میں بجائے ترقی کے انحطاط شروع ہو چلا تھا۔ اور

شاید یہی وجہ تھی کہ اُس نے دار الخلافہ مدینہ پر حملہ کرنے کا خیال ہمیشہ کے لئے دل سے نکال دیا۔ آخر کار وہ قبیلہ بنی تغلب میں جس سے وہ ننھیالی قرابت رکھتی تھی، رہ کر امن وامان اور خموشی کی زندگی بسر کرنے لگی یہانتک کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا زمانہ آیا تو ایک سال سخت قحط پڑا۔ جس میں انھوں قبیلہ بنی تغلب کو بصرہ میں آباد کر دیا۔ سجاح بھی ان کے ہمراہ بصرہ میں آگئی۔ اور اُس نے اور اُس کی ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ سجاح نے مسلمان ہونے کے بعد پوری دیانت داری و پرہیزگاری کی بسر ہوئی، اور اس نے اسی حالتِ ایمان میں توسن حیات کی باگ مُلکِ آخرت کو پھیر دی۔ حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ نے۔ جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور اُن دنوں بصرہ کے حاکم تھے، اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

عورتوں کی عِفّت وعصمت کا تحفّظ اسلام میں

عورتوں کی عصمت اتنی اہم چیز ہے جس کا بدل دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی نہیں بن سکتی۔ عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے دولت صرف ہو سکتی ہے نہ کہ حصولِ دولت کے لئے عورتوں کے ناموس کا فروخت کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ الغرض جو ہماری "ماں" ہماری "بہن" ہماری "بیٹی" اور ہماری "بیوی" ہے۔ العیاذ باللہ، اس کو بیسوا اور بازاری عورت بن کر رسوا اور ذلیل ہونے پر وہی راضی ہو سکتا ہے جو اپنی انسانیت اور انسانی حمیّت وغیرت کا دیوالہ نکال چکا ہو۔

انسانیت سوز رواج کا خاتمہ جاہلیت کا یہ دستور کہ شوہر اپنی بیوی کو غیر مرد کے پاس تخمِ نسل لینے کے لئے بھیج دے۔ ایک عورت نو نو مردوں کو بیک وقت اپنے آپ کو استعمال کرنے کا موقع دے۔ ان انسانیت سوز، حمیّت گداز رواج کا نام اسلام نے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ صدیقہ عائشہؓ کا بیان ہے کہ:

فلما بعث محمد رسول اللہ	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم بالحق	وسلم جب حق لے کر مبعوث
ھدم نکاح الجاھلیۃ کلہ	ہوئے تو آپ نے جاہلیت
الا نکاح الناس الیوم۔	کے کل نکاحوں کی بنیاد ڈھا دی

(بخاری کتاب النکاح) سوائے اس نکاح کے ، جو آج کل رائج ہے۔

صرف انہی طریقوں کو ہی نہیں رد کیا بلکہ دوسرے ان تمام طریقوں کو بھی حرام قرار دیا جس سے عفت وعصمت پر زد پڑ سکتی تھی، جس سے نسل اور میراث میں گڑبڑ پیدا ہوتی تھی، جس سے صلہ رحمی اور مروت کی شہ رگ کٹتی تھی۔ اور ان کو زنا کا نام دے کر لوگوں کو آگاہ کر دیا گیا اور قرآن ہی میں اعلان کیا گیا :

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ	اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو
كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ	بلا شبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات
سَبِيلًا ○ (اسراء۔۴)	ہے اور برا راستہ ہے

زنا اور اس کے مفاسد یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ فرمایا گیا کہ زنا کے قریب بھی مت جانا۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ زنا ہی نہیں بلکہ ہر وہ کام یا طریقہ جو زنا کے پیچھے تک پہنچانے والا ہو، سب ہی سے بچنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو قرآن کے ان ہی جامع الفاظ میں بعض لطیف اشارے بھی آپ کو مل سکتے ہیں۔ یعنی فطرت انسانی میں جو نفرت اور برائی کا احساس زنا کے متعلق پایا جاتا ہے اسکی طرف 'فاحشۃ' کے الفاظ سے ایما فرماتے ہوئے "سَآءَ سَبِيلًا" (برا ہے راہ کے اعتبار سے) کے الفاظ سے اگر سمجھا جائے تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اس سے نسب میں اختلاط اور گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کا اثر

میراث، مسائل حرمت، حقوق کی پامالی اور خلق پر پڑتا ہے اور سلسلہ بہ سلسلہ نہ معلوم یہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ امام رازیؒ اس آیت کے ضمن میں زنا کے مفاسد کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(۱) زنا سے نسب مختلط اور مُشتبہ ہو جاتا ہے۔ آدمی یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا کہ زانیہ کی یہ اولاد کس مرد سے ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بچہ کی پرورش کا کوئی مرد بھی ذمہ دار نہیں بنتا۔ بچہ ضائع ہو جاتا ہے (یا خود ماں ایسے بچہ کو مار ڈالتی ہے اور پھینک دیتی ہے، یا وہ غریب بچہ سرپرست نہ ہونے کی وجہ سے نتیجتہً تباہ و برباد ہو جاتا ہے) جو عالم کی ویرانی اور انقطاعِ نسلِ انسانی کا باعث بنتا ہے۔

(۲) زانیہ پر دوسروں میں ترجیح کی وجوہ میں کسی کو حق حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کسی کے ساتھ باقاعدہ اس نے نکاح نہیں کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اس عورت پر قبضہ کرنے کی کوشش ہر شخص کی جانب سے ہو سکتی ہے، اور وجہ ترجیح کسی کو بھی حاصل نہ ہوگی۔ یہ اکثر روز مرہ کے جھگڑوں اور بربادیوں کے جو طوفان اٹھتے رہتے ہیں معاشقہ اور آوارگی کی تاریخوں میں ان کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

(۳) زنا کار عورت کو زنا کی لت پڑ جاتی ہے۔ طبیعت سلیم رکھنے والے مرد کو ایسی عورت سے گھن معلوم ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی سلیم الطبع اس سے شادی تک کرنے کے لئے اپنے کو آمادہ

نہیں کر سکتا، محبت و الفت تو نیر دُور کی بات ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو عورت زنا میں مشہور ہو جاتی ہے، اس سے لوگ عموماً نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور سوسائٹی میں وہ حقیر اور ذلت آمیز نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

④ زنا کا جب دروازہ کھل گیا، تو کوئی مستقل قاعدہ و قانون باقی نہ رہا۔ تو پھر کسی خاص مرد کو کسی خاص عورت سے کوئی خاص لگاؤ باقی نہ رہے گا۔ جس کو جہاں موقع مل گیا، اور جس نے جس کو بلایا، دونوں مل گئے، اور جو کچھ کرنا ہو کر گذریں۔ اور یہی حال حیوانات کا ہے پھر انسان اور حیوان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا؟

⑤ عورت سے صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ اُس کے پاس پہنچ کر جنسی تقاضے پورے کئے جائیں۔ بلکہ مقصد یہ بھی ہے کہ دو جان مل کر ایک دوسرے کے رفیق و شریک ہوں گھر کے کاموں میں بھی، کھانے پینے میں بھی، بچوں کی تربیت و تعلیم میں بھی، اور زندگی کی دوسری ضروریات میں بھی، پھر غم میں بھی اور خوشی میں بھی، تنگ حالی میں بھی اور خوش حالی میں بھی۔ اور یہ ساری باتیں اُس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی ہیں، جب تک عورت کسی ایک مرد کی جائز طریقہ پر ہو کر نہ رہے۔ اور اس کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ زنا کو بالکلیہ حرام قرار دے دیا جائے اور نکاح کے قانونی دائرہ میں عورت و مرد کے تعلقات کو محدود کیا جائے۔

(۶) ہم بستری پردہ کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا تذکرہ اشارۃً کیا جاتا ہے۔ اور کوئی اگر اس کام کو کرتا ہے تو پردہ کی اوٹ میں کرتا ہے کہ کسی کی نگاہ نہ پڑنے پائے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کو کرتے رہنا فرین عقل ودانش نہیں ہے۔ اور اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ جائز طور پر ایک عورت ایک مرد کی ہو کر رہے۔ ورنہ یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہ چھ خرابیاں ہیں جو بالکل عیاں ہیں۔ (التفسیر کبیر ج ۶ صفحہ ۳۹۴)

ایک نوجوان کو آنحضرتؐ کی نصیحت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی حضرت ابو امامہ (صحابی) رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک نوجوان خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ اور اس نے درخواست کی۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے زنا کی اجازت دی جائے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی گستاخی بہت بری معلوم ہوئی۔ چنانچہ اس کو سب نے ڈانٹا اور اس کے اس سوال پر نفرت کا اظہار کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوان سے فرمایا۔ "قریب آجاؤ" وہ قریب آگیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ اب آپ نے اس کو سمجھانے کے لئے سوال وجواب شروع کر دیئے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم): کیا تم اس زنا کے کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟

نوجوان : نہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
آنحضرتؐ : دوسرے لوگ بھی اس برائی کو اپنی ماں کے لئے پسند نہیں کرتے۔ (پھر پوچھا) اس زنا کو کیا تم اپنی لڑکی کے حق میں اچھا جانتے ہو؟
نوجوان : میں آپ پر نثار ہوں، نہیں یا رسول اللہؐ!
آنحضرتؐ : دوسرے لوگ بھی اس بدکاری کو اپنی لڑکیوں کے لئے اچھا نہیں جانتے۔ (پھر پوچھا)۔ اس برے کام کو (کیا تم) اپنی بہنوں کے حق میں برداشت کر سکتے ہو؟
نوجوان : ہرگز نہیں، یا رسول اللہؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم)
آنحضرتؐ : دوسرے لوگ بھی اس گندگی کو اپنی بہنوں کے حق میں برداشت نہیں کر سکتے۔ (پھر پوچھا) اچھا اس برے کام کو کیا تم اپنی پھوپھی کے لئے پسند کرو گے؟
نوجوان : نہیں یا رسول اللہؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم)
آنحضرتؐ : دوسرے لوگ بھی اپنی پھوپھی کے لئے زناکاری کو پسند نہیں کرتے۔ یہ بتاؤ تم زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا کرو گے؟
نوجوان : نہیں یا رسول اللہؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم)
آنحضرتؐ : دوسرے لوگ بھی زنا کو اپنی خالہ کے ساتھ گوارا نہیں کر سکتے۔
اس طرح اس مسئلہ کو جب اس کے ذہن نشین کر چکے۔ تو

آپ نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور دعا فرمائی :

اللّٰھم اغفر ذنبه وطھر قلبه واحصن فرجه۔	اے اللہ اس کے گناہ معاف کر دے، اس کا دل پاک فرما دے، اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

(ابن کثیر جلد ۳۔ ۳۵)

راوی کا بیان ہے کہ اس تقریر اور دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ اس شخص کو کبھی بھی اس کے بعد زنا کا خیال نہ گذرا۔ بات بھی کتنے پتے کی بیان فرمائی تھی۔ غور کیجئے، کوئی ایسی عورت ہے جو کسی کی ماں نہ ہو، لڑکی نہ ہو، بہن نہ ہو، پھوپھی نہ ہو، خالہ نہ ہو؟ پھر کیا یہ انسانیت ہے کہ کسی کی ماں، بہن، لڑکی اور پھوپھی وغیرہ سے ناجائز ہمبستری کرے

زنا کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم ہے

ایک اور مقام میں قرآن نے زنا کی برائی کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (سورہ النساء۔ ۳)	ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو، مگر جو بات گذر گئی گذر گئی۔ بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے

اس آیت میں بھی زنا کو فَاحِشَةً اور سَآءَ سَبِيلًا سے تعبیر
کیا ہے۔ اور ایک لفظ اور بڑھایا۔ یعنی مَقْتًا جو لفظ ایک بہت سنگین
کائنات کی مرکزی طاقت سے تصادم کی تعبیر ہے۔ اس سے اندازہ
کرنا چاہیے کہ زنا کے اثرات کو قرآن نے کہاں تک پہنچا دیا۔ اسی تصادم
ہی کے اثرات [illegible] [illegible] خاندان تک وسیع رہتے ہیں۔

عفت پر بیعت [illegible] اس جرم کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے کہ
عورتوں سے بیعت [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیتے
تھے۔ قرآن پاک میں ان الفاظ کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یعنی عورتوں
سے عہد لیا جاتا تھا کہ:

لَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ	وہ بدکاری نہ کریں گی اور نہ اپنی
أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ	اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ایسا
بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ	افتراء باندھیں گی جس کو اپنے
أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ۔	ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان
(سورۃ الممتحنہ - ۲)	تراشتی ہوں

زنا کی برائیوں کی انتہا نہیں۔ [illegible] زنا کے نتیجے سے بدترین
فتنے کے چشمے ابل پڑتے ہیں۔ قوم میں گوشت و خون کی گرم بازاری ہوتی
ہے۔ اعمال و اخلاق کی سطح پست ہو جاتی ہے۔ ملک کا معیار اخلاق گر
جاتا ہے۔ زنا کار قوم کی عظمت و وقعت کا قصر رفیع زمین پر آ گرتا ہے
غیرت و شرافت ملیامیٹ ہو جاتی ہے۔ پھر انسانیت میں جو کچھ

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ	عذاب بڑھتا چلا جاوے گا۔
فِیْهٖ مُهَانًا ○	اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل
(سورہ الفرقان - ٦)	ہوکر رہے گا۔

قرآن کے ان الفاظ پر غور کیجئے اور سوچئے کہ سزا کے ان ہولناک حالات سے دوچار کرنے والے جرائم میں ایک جرم زنا بھی ہے

شرک کے بعد بڑا گناہ زنا ہے | بات بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

ما من ذنب بعد الشرك	شرک کے بعد کوئی گناہ اس نطفہ
اعظم عند الله من	سے بڑھ کر گناہ نہیں ہے جس
نطفة وضعها رجل	کو کوئی شخص کسی ایسے رحم
فی رحم لا یحل له۔	میں رکھے جو شرعاً اس کیلئے
(ابن کثیر۔ جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)	حلال نہ تھا۔

شاید اسی بنیاد پر مسلمانوں میں مشہور بھی ہو گیا تھا کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ زنا ہی ہے۔ ایک اور حدیث میں زنا ہی کے متعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ فقرہ بھی منسوب کیا گیا ہے:

لا یزنی الزانی حین یزنی	زنا کار جس وقت زنا کرتا ہے
وھو مومن ..... ایاکم	وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا
ایاکم۔ (مشکوٰۃ باب الکبائر)	بچو بچو۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہیں تو کم از کم زنا کے وقت ایمان

زانی کو چھوڑ کر جدا ہو جاتا ہے۔ گویا مومن، مومن رہتے ہوئے اس جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔

بوقت زنا ایمان کی حالت

ایک دوسری حدیث میں اس حدیث کی وضاحت بھی موجود ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا زنی العبد خرج منه الایمان فکان فوق راسه کالظلة فاذا خرج من ذلك العمل یرجع الیه الایمان۔ (مشکوٰۃ باب الکبائر)

بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس وقت ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سایہ بن کر رہتا ہے۔ اور زانی جب فعل زنا سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کی طرف پلٹ آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کتنی بری چیز ہے اور اس قدر قبیح فعل ہے کہ اس کے ارتکاب کے وقت ایمان کانپ اٹھتا ہے، اور گویا کہ وہ اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی غیرت برداشت نہیں کرتی کہ اس وقت میں اس سے چمٹا رہے۔ ہاں جب وہ فارغ ہوتا ہے تو اس کا قلب ندامت کرتا ہے اور قلب منفعل ہوتا ہے تو پھر وہ ترس کھا کر پلٹ آتا ہے۔ اور ایمان کو غیرت کیوں نہ آئے کہ خود رب العزت کو اپنے نفس پر غیرت ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس نے فواحش کو حرام قرار دے دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ — آپ فرما دیجیے کہ حرمت فرمائی

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا	باتوں کو البتہ میرے رب نے
وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ	حرام کیا ہے۔ ان میں جو علانیہ
وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط	ہیں اُن کو بھی اور جو پوشیدہ ہوں
(الاعراف - ۴)	اُن کو بھی، اور ہر گناہ کی بات کو

اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو بھی حرام کیا ہے۔

غیرتِ حق حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا۔ چار عینی گواہ پیش کرے۔ مگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو فطرتاً غیر معمولی غیور تھے، وہ بولے۔ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لوں تو میری غیرت برداشت نہ کرسکے گی، میں اسی وقت تلوار اُٹھاؤں گا اور دو ٹکڑے کردوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ سعدؓ کی غیرت پر تعجب کیوں کرتے ہو، خدا گواہ ہے کہ میں خود ان سے بہت زیادہ باغیرت ہوں، اور میری غیرت سے بڑھ کر خود رب العزت کی غیرت ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن تمام فواحش کو حرام قرار دے دیا۔ یہ کُھل کر ہو یا پردہ پوشی کے ساتھ۔

آپ کے زمانہ میں سورج گہن ہُوا تھا۔ اس موقع سے آپ نے ایک بلیغ خطبہ دیا تھا اور اسی خطبۂ کسوف میں آپ نے فرمایا تھا:

يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ اِنَّه	اے اُمّتِ محمدؐ! خدا کی قسم اس

لا احد اغیر من اللہ	بات سے اللہ تعالیٰ سے بڑھ
ان یزنی او تزنی امتہ ،	کر کسی کو غیرت نہیں ہوتی کہ
واللہ لو تعلمون ما	کوئی مرد یا عورت زنا کرے اور
اعلم لضحکتم قلیلا	بخدا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر
ولبکیتم کثیرا ۔	تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور
(بخاری شریف)	بکثرت روتے

اور اہمیت جتانے کے لئے اس کے بعد ہاتھ اٹھایا اور فرمایا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا نہیں دیا ؟ یعنی منشاء یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ضروری حکم اس کے بندوں تک میں نے پہنچا دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشاد کو بار بار پڑھیے ، اور زنا کی قباحت اور خروج ایمان والی حدیث پر غور کیجئے۔ ایک اور آیت ہے ، جس میں اللہ تعالےٰ نے فواحش سے روکا ہے ۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے :

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ	بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور
وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی	احسان اور اہل قرابت کو دینے
الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ	کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی
الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ	اور مطلق برائی اور سرکشی کرنے سے
وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ	منع فرماتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ تم
تَذَکَّرُوْنَ ○	کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں

(سورہ النحل ع ۱۳)   کہ تم نصیحت قبول کرو۔

یہ وہ آیت ہے جو ہر جمعہ کو عموماً خطبہ میں پڑھی جاتی ہے، اور اس طرح اس آیت میں جو احکام درج ہیں، اُن کی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔ زنا سے اس شد و مد کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے جو روکا ہے، اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ فعل اپنے اثرات اور نتیجہ کے اعتبار سے اتنا مہلک جرم ہے، جس کی دنیوی و اخروی تباہ کاریوں کا احاطہ آسان نہیں ہے۔

یوسف علیہ السلام کا اعلانِ حق | یوسف علیہ السلام کا واقعہ جسے قرآن پاک نے نقل کیا ہے، اس سے بھی زنا کی برائی اور اس کے مفاسد پر روشنی پڑتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کو خرید کر جب عزیز مصر نے اپنی بیوی زلیخا کے سپرد کیا کہ اس غلام کی نگہداشت کرو۔ تو زلیخا نے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا اور یوسف علیہ السلام نے جوانی کے میدان میں قدم رکھا ہی تھا کہ زلیخا، یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی، اور دل کی [illegible] کے سامنے [illegible] پیش کر کے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کو [illegible] پر آمادہ کرے۔ جس کی [illegible] زلیخا کے نفس نے [illegible] عیش و نشاط کے [illegible] جذبات اپنے شباب پر [illegible]
[illegible]
[illegible]

روپ بھرے گھڑی، شیطانی قوت، ولاقت کا سمندر موجزن، تجرد کی زندگی میں نفس میدان کو سر آزما تلاطم، اور ایسے وقت میں ایک عورت گرم جوش و خرد اپنے آپ کو خود حضرت یوسف علیہ السلام پر پیش کرتی ہے۔ الغرض:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِيْ	اور جس عورت کے گھر میں
بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ	یوسف علیہ السلام رہتے تھے وہ
غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ	عورت ان سے اپنا مطلب
هَيْتَ لَكَ۔	حاصل کرنے کو ان کو پھسلانے
(سورہ یوسف - ع ۳)	لگی اور سارے دروازے بند

کر دیئے، اور کہنے لگی آ جاؤ تم ہی سے کہتی ہوں۔

کہ عورت جب پیش آئی، آسمان دیکھ رہا تھا، زمین دیکھ رہی تھی، ملائکہ دیکھ رہے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا چشم و چراغ اب کدھر جاتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے بلانے میں شیطانی قوت کی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا گیا تھا، مگر اللہ کے بندے یوسف علیہ السلام سب کچھ دیکھتے تھے۔ اور اگر چاہتے تو جو کچھ امرأۃ عزیز چاہتی تھی، اسے کر گزرتے۔ لیکن جیسا کہ قرآن پاک ہی میں اطلاع دی گئی ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ	یوسف علیہ السلام نے کہا اللہ
رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ	بچائے وہ میرا مربی ہے اس نے

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا بیشک
(سورۂ یوسف ع ۳) بے انصافوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی۔

زانی ظالم ہے اور ظالم کو دنیا اور آخرت میں فلاح نصیب نہیں ہوگی، اور اگر میں زنا کا ارتکاب کروں تو خود میں بھی ظالم بن جاؤں گا پھر کیسے جرأت کی جائے۔ رب کریم کا احسان بھول جانا اور اُس کی دی ہوئی قوت کو اُس کے ہی حکم کے خلاف استعمال کرنا اسی کا نام تو شیطنت ہے۔ شیطان کا قصور بھی اس کے سوا کیا ہے کہ توانائیوں کا جو ذخیرہ خالق کائنات کی طرف سے اُس کو ملا ہے، بجائے مرضیِ حق کے اُن کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے۔

زنا مرظالم کی جڑ | اس آیت میں زانی کو ظالم قرار دیا گیا ہے یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ سوچئے تو یقین کرنا پڑے گا کہ زنا دنیا کے سارے مظالم کی جڑ ہے۔ دنیا کی ساری برائی زناکاری میں پائی جاتی ہے۔ پھر زانی کے ظالم ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

زنا کے نقصانات | (۱) زانی کو فعل زنا خود اپنے اوپر بھی ظلم ہے کہ اس سے اخلاق و اعمال کی مٹی پلید ہوتی ہے۔ خون اور روپیہ بے فائدہ ضائع ہوتا ہے۔ مادۂ تولید جو باعث افزائش نسل انسانی ہے نا حق برباد ہوتا ہے۔ صحت پر ناخوش گوار اثر پڑتا ہے۔ ذلت اور رسوائی ہوتی ہے۔ ذاتی خوف و ہراس میں مبتلا رہتا ہے۔ حزن و ملال سے

دوچار ہوتا ہے۔ امراضِ متعدی سوزاک و آتشک وغیرہ کے خطرے
میں اپنے کو گرفتار کرنا پڑتا ہے۔ بے حیائی، فریب کاری، جھوٹ،
بدنیتی، خودغرضی، نفسانی خواہش کی غلامی، ضبطِ نفس کی کمی، خیالات
کی آوارگی، اور دوسری بیسیوں جسمانی، ذہنی اور روحانی امراض میں زنا
آدمی کو مبتلا کر دیتا ہے۔

(۲) زنا اپنے خاندان پر بھی ظلم ہے کہ زناکار خاندان کی عزت کو
داغ لگاتا ہے اور پھر خاندان کے لئے برائی کا ایک نمونہ قائم کرتا ہے
یعنی خاندان اور اپنے بال بچوں کے لئے زنا کی شاہراہ بنا دیتا ہے۔

(۳) زنا نسوانی عفت و عصمت کی لوٹ ہے۔ زنا ہی عورت کو،
ایک کمزور اور بے وفا ذات، کو ہوسناکیوں کا تختۂ مشق بناتا ہے۔
شرم و حیا کی چٹانوں کے نیچے عورت کی فطرت جو قدرتاً دبی ہوئی ہے،
ان چٹانوں کو یہی احمق زانی اٹھا لیتا ہے جس کے بعد عورت جس کے
لئے کسی مرد سے خواہ اس کا باپ اور بھائی کیوں نہ ہو، مخاطب ہونے میں حیا
دامن گیر ہوتی تھی، اب وہ ایک بے باک، فتنہ پرداز عورت کی شکل اختیار
کر لیتی ہے۔ آنکھوں کا پانی اس کے ڈھل جاتا ہے۔ بے حیائی کے
کاموں پر دلیر ہو جاتی ہے۔ اور آج عصمت فروشیوں کے جو بڑے
بازار جو شہروں میں نظر آتے ہیں، درحقیقت زانی مردوں ہی کے کھولے
ہوئے بازار تو ہیں یہ سب انہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

(۴) عورت بہرحال کسی خاندان ہی کی عورت ہوتی ہے۔ کسی کی

بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی بیوی یا کسی کی ماں ہوگی۔ سوچئے تو سہی کہ زنی
مرد کن رسوائیوں کی سیاہی عورت کے خاندان والوں کے چہروں پر
پھیرتا ہے کہ بسا اوقات خودکشی تک ان ہی رسوائیوں کے شدید ذہنی
احساس نے لوگوں کو پہنچا دیا۔

(۵) اور عورت کسی مرد کی اگر باضابطہ منکوحہ ہے، تو دوسرے
منافسہ کے ساتھ شوہر کے حق ناموس پر یہ کیسی شرمناک مداخلت اور
بےجا اور ظالمانہ حملہ ہے۔

(۶) زنا بچے پر بھی ظلم ہے۔ کیونکہ یا تو اُسے ضائع کر دیا جائے گا،
اور بے قصور قتل کیا جائے گا، یا باپ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نگرانی و
تربیت اور تعلیم کی ذمہ داری کا کوئی مرکز باقی نہیں رہتا۔ اور کسی طرح بچہ کو
پروان چڑھنے کا موقع بھی مل جائے تو سیاہی کے اس داغ کو اس غریب
کی پیشانی سے کون دھو سکتا ہے، جو خود اُس کے ناجائز باپ کے ہاتھوں
اس کی پیشانی پر لگا ہے۔ سوسائٹی میں ذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے
بسا اوقات زنا سے پیدا ہونے والے بچے امراض خبیثہ کو ساتھ لے
کر پیدا ہوتے ہیں، اور پھر وہ امراضِ خبیثہ دوسروں تک پھیلنے کا
ذریعہ بنتے ہیں ——— یعنی نوعی کمالات میں سے کسی کمال سے محروم
ہو کر پیدا ہوتے ہیں۔ بنابر قدرت کی طرف ان کوتاہیوں کو منسوب کرنے
والے منسوب کر دیا کرتے ہیں لیکن موجودہ تحقیقات کی روشنی میں پتہ
چل رہا ہے کہ ان کوتاہیوں کی زیادہ تر ذمہ داری ان لوگوں پر بھی عائد ہوتی ہے

جن سے گذر کر نئے دنیا میں قدم رکھتے ہیں۔ آئندہ نسلوں کی امانت جن کے سپرد ہوتی ہے وہ امانت میں خیانت سے کام لیتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کے پھولنے پھلنے کا دار و مدار ہی "جذبۂ امانت" کے اس احساس پر مبنی ہے۔ اس کی ذمہ داریوں میں ملکی سی خفت قوم کی قوم کو جسمانی، دماغی اور روحانی بربادیوں کی آندھیوں کے سامنے لے آتی ہے۔

اس مسئلہ کی ہمہ گیری کے لئے "طبیات" کا مطالعہ کرنا چاہیئے زنا کا لفظ تو ایک بسیط مختصر سا لفظ ہے لیکن اس کے مفاسد کا دائرہ خاندانوں اور قوموں کو اپنے احاطہ میں لے آتا ہے۔

زنا پر کال کوٹھری کو ترجیح | کچھ بھی ہو۔ اسی سے اندازہ کیجئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کی کال کوٹھری میں قید کی زندگی کو اس جرم کے اقدام پر ترجیح دی اور دعا مانگی:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ	اے میرے رب! جس کام کی
مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ	طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی
وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ	ہیں، اس سے تو جیل خانہ میں
کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ	جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے
وَ اَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ○	اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو
(سورہ یوسف۔ ع ۴)	مجھ سے دفع نہ کریں گے تو اُن کی

طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔

حدیثوں میں بھی اس جرم کی اہمیت کے مختلف پہلوؤں پر جو اشارے کئے گئے ہیں، غور کرنے والے سوچیں گے تو عبرت و بصیرت کے مسلسل اسباق ان ہی حدیثوں میں ان کو ملتے چلے جائیں گے۔

مثلاً چند حدیثوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

زنا کے سلسلہ میں ارشاداتِ نبویؐ ایک دفعہ یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دریافت کیا کہ "آیات بینات" کیا ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا:

لا تشرکوا باللہ شیئ	اللہ تعالیٰ کا نہ کسی کو شریک ٹھہراؤ
ولا تسرقوا ولا تزنوا	نہ چوری کرو، نہ زنا کرو، اور نہ
ولا تقذفوا محصنۃ۔	کسی پاک دامن کو زنا سے
(مشکوٰۃ باب الکبائر)	متہم کرو

جس سے معلوم ہوا کہ جن جرائم کی برائیاں فطرت انسانی کے سامنے واضح اور کھلی ہوئی ہیں، ان میں ایک زنا بھی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یعنی اکبر الکبائر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنانا، حالانکہ اس نے ہی پیدا کیا۔ اس شخص نے پوچھا، اس کے بعد کونسا کام؟ آپ نے فرمایا اپنے بچے کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ وہ ساتھ کھائے گا۔ اس نے پوچھا

پھر کونسا، یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا:

ان تزنی حلیلۃ جارک۔ تیرا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

(بخاری باب اثم الزناۃ)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے زنا کی برائی مختلف پیرایہ میں بیان کی، اور چاہا کہ لوگ اچھی طرح اس کی برائی سے واقف ہو جائیں، اور بدترین کام سے باز آجائیں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ میں لوگ زیادہ تر اپنے منہ اور اپنی شہوت کی بیگری کی بدولت ڈالے جائیں گے۔

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب قیامت کی علامتیں ہیں ۱: علم کا اٹھ جانا ۲: جہالت کا عام ہونا ۳: شراب کا پینا ۴: زناکاری کا پھیل جانا ۵: اور یہ کہ مردوں کی تعداد کم پڑ جائے، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ذمہ دار صرف ایک مرد باقی رہ جائے۔

زنا کی ہلاکتیں: اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود (صحابی) رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما ظہر الربا والزنا فی قریۃ الا اذن اللہ باہلاکہا۔ کسی بستی میں سود اور زنا جب پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس بستی کی ہلاکت کی اجازت مرحمت فرما دیتا ہے۔

(الجواب الکافی ص۲۲۰)

جس سے معلوم ہوا کہ زناکاری کبھی آبادی کی ویرانی کا موجب بن جاتی ہے اور پوری آبادی کو برباد کر ڈالتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا غضب اس آبادی پر مسلط ہو جاتا ہے جس میں زناکاری پھیل پڑتی ہے۔

مصیبت | صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے اور بیعتِ عامہ ہو چکی۔ جس میں تمام مسلمان شریک ہوئے تو آپ ممبر پر تشریف لائے اور بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں دوسرے مہمات کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا:

"دیکھو جس قوم نے بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چھوڑ دیا اللہ نے اُسے ذلیل کر دیا ہے، اور جس قوم میں بھی بدکاری پھیل جاتی ہے۔ خدا اس میں مصیبت کو پھیلا دیتا ہے۔"

پہلے خلیفۂ رسول ؐ نے اپنے پہلے خطبۂ خلافت میں ان کلمات کو فرما کر "عفت و عصمت" کے متعلق اسلام کے جس نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے، اس سے مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے کہ عروج و اقبال کی زندگی کے تباہ کرنے میں سیاہ کاریوں کو کس حد تک دخل ہے گویا جو کچھ اب پیش آیا اسی کی پیشین گوئی مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ نے کر دی تھی۔

کثرتِ موت اور طاعون | خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی تھا

ولا فشا الزنا فی قوم	زنا کسی قوم میں عام نہیں ہوتا
الا کثر فیھم الموت۔	مگر ان میں بکثرت موت ہوتی ہے

ایک لمبی حدیث ہے جس میں آپ نے پانچ عیوب اور اُس کے

اثرات کو بتایا ہے۔ منجملہ اور باتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس قوم میں زناکاری پھیل جاتی ہے اور کھُلم کھُلا ہونے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو طاعون (پلیگ) کی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور ایسے درد اور دکھ میں ڈالتا ہے جس سے اُن کے اسلاف نا آشنا تھے۔

خشک سالی اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من قوم يظهر فيهم	کسی قوم میں جب زنا پھیل
الزنا الا اخذوا بالسنة	پڑتا ہے تو اُسے قحط سالی کی
وما من قوم يظهر فيهم	مصیبت میں مُبتلا کیا جاتا ہے
الرشا الا اخذوا بالرعب	اور رشوت کی گرم بازاری ہوتی ہے
(مشکوٰۃ کتاب الحدود ص ۳۱۳)	تو اُس پر خوف طاری کر دیا جاتا ہے

انسان جب عزت و عصمت کے چہرہ کو داغ دار بناتا ہے، شرعی دینی حدود کی بس رہتی پرواہ نہیں کرتا، اور جائز و ناجائز کی تفریق مٹا دیتا ہے، تو اس وقت پوری قوم فتنہ میں ڈال دی جاتی ہے۔ بنی اسرائیل جو دنیا کی چنی ہوئی اُمتوں میں ایک شاہی تاریخی اُمت ہے اس میں بھی فتنہ عورتوں ہی کی راہ سے آیا، اور فتنہ جب آیا تو پوری کی پوری اُمت [illegible] ہو کر رہ گئی [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ارشاد فرمایا:

فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء (مشکوٰۃ)

دنیا اور عورتوں سے بچو، اس لئے کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا۔

اسلامی تعلیم سے روگردانی کا انجام

اسلامی نقطۂ نظر کا اجمالی نقشہ بقدر ضرورت آپ کے سامنے پیش ہو چکا ہے۔ اب آئیے، ذرا اپنے زمانہ کی کچھ روداد سن لیجئے۔

امریکہ جو اس وقت دنیا میں ممتاز ملک مانا جاتا ہے وہاں زناکاری کی وبا کا نتیجہ یہ ہے کہ "تیس چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہوتی ہیں۔۔۔۔ سوزاک میں نوجوان کم از کم ساٹھ فیصدی مبتلا ہیں۔ اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں ہیں۔۔۔ شادی شدہ عورتوں کے اعضائے جنسی پر جتنے آپریشن کئے جاتے ہیں ان میں پچھتر فیصدی ایسی نکلتی ہیں، جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے۔

امریکہ میں زنا اور اس کے نتائج

جج لنڈسے لکھتا ہے جو ڈنور کی عدالت جرائم اطفال کا صدر ہے اور اس حیثیت سے وہ جرائم کا کافی تجربہ رکھتا ہے:

"ہائی اسکول کی کم از کم ۴۹۵ چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان میں سے صرف پچیس ایسی ہیں جن کو حمل ٹھہر گیا تھا۔"

اسی جج لنڈسے کا امریکہ کے متعلق بیان ہے :

"امریکہ میں ہر سال کم از کم پندرہ لاکھ حمل ساقط کئے جاتے ہیں۔ اور ہزار ہا بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیئے جاتے ہیں۔"

اسی امریکہ کی ایک رپورٹ اور بھی پڑھ لیجئے اور ان سے اندازہ لگایئے کہ زناکاری کا انجام کیا ہوتا ہے۔ یہی لنڈسے جن کا قول پہلے نقل ہو چکا ہے ان کا اپنا اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم پینتالیس فیصدی لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہیں۔

آتشک، سوزاک اور دوسری برائیاں زنا کی جسمانی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" جلد ۲۳ صفحہ ۴۵ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے دوا خانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے دو لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ساڑھے چھ سو دوا خانے صرف انہی امراض کے لئے مخصوص ہیں۔ مگر سرکاری دوا خانوں سے زیادہ مرجوعہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کا ہے۔ جن کے پاس اکسٹھ فیصد آتشک کے اور نواسی فیصدی سوزاک کے مریض جاتے ہیں۔

امریکہ میں جن عورتوں نے مستقل پیشہ اختیار کر لیا ہے ان کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔ قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت ملاقات خانے ہیں جو اس غرض کے لئے آراستہ کئے جاتے ہیں کہ شریف اصحاب اور خواتین جب باہم ملاقات کرنا چاہیں، تو ان کی ملاقات کا انتظام کر دیا جائے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے اٹھتر مکان

تھے۔ دوسرے شہر میں تینتالیس، ایک اور شہر میں تینتیس ۳۳۔ ان مکانوں میں صرف بن بیاہی خواتین ہی نہیں جاتیں، بلکہ بہت سی بیاہی ہوئی خواتین کا بھی وہاں گذر ہوتا ہے۔

ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ "نیویارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے۔

"زنا نے امریکہ میں یہ قیامت برپا کر دی ہے کہ بلوغ سے پہلے لڑکی لڑکے کی محبت اور مباشرت دونوں شروع ہو جاتی ہیں، اور لڑکیاں قبل از وقت بالغ ہو جاتی ہیں۔

کنسے رپورٹ ۱۹۴۷ء میں "ڈاکٹر ہنلی کنسے" نے ایک مبسوط رپورٹ پیش کی ہے اور یہ رپورٹ ڈاکٹر کنسے اور ان کے ساتھیوں نے بارہ ہزار امریکی مردوں سے مل کر تیار کی ہے اور ان کے خفیہ حالات معلوم کئے ہیں۔ کنسے رپورٹ کے موجب:

"استلذاذ بالنفس" میں نوے فیصدی امریکی مرد زندگی کے کسی نہ کسی حصہ میں مبتلا رہے۔

"استلذاذ بالمثل" امریکی مردوں کی ایک تہائی آبادی نے کم از کم اپنی زندگی میں ایک مرتبہ اس شوق کی تکمیل کی۔ گویا ہر تین امریکی مرد استلذاذ بالمثل میں مبتلا ہیں۔

چار فیصدی [illegible] عمر [illegible] امرد پرست رشتے میں [illegible]

میں یہ زیادہ ہے۔

"استمزاز بالغات (زنا) پندرہ سال کی عمر تک پچیس ۲۵ فیصدی، چھبیس ۲۶ سے چالیس ۴۰ سال تک نوے ۹۰ فیصدی، سولہ سے پچیس سال کی عمر تک غیر فاحشہ عورتوں سے اختلاط کی تعداد چالیس فیصدی ہے۔

"تعلیم کے اعتبار سے" جن کی تعلیم گرامر اسکول تک ہوتی ہے۔ اس میں چوراسی فیصدی کو عورتوں سے اختلاط کا سابقہ رہا ہے۔

ہائی اسکول تک تعلیم پانے والوں کا تناسب غیر عورتوں سے اختلاط میں ۷۵ فیصدی ہے۔ اور کالج تک کے تعلیم یافتوں کا تناسب زنا میں ۴۹ فیصدی ہے۔ یہ اکیس سال عمر والوں کی تعداد ہے۔

شادی شدہ مردوں نے [illegible] فیصدی نے اعتراف کیا ہے کہ [illegible]
بیوی کے سوا دوسری عورتوں سے دوران ازدواج میں اختلاط
کیا ہے۔

یہ اعداد و شمار جو پیش کئے گئے ہیں ۱۹۲۸ء کے ہیں۔ اندازہ کریں کہ اب تک یہ قوم جس شوق سے بدکاری اور فحاشی کے سوقات میں بڑھتی جا رہی ہے، اعداد و شمار کس حد تک بڑھ گئے ہوں گے۔

انگلستان میں زنا کی وبا انگلستان جو یورپی تہذیب پسندی میں بہت

مشہور ہے۔ اس کے متعلق وہیں کا ایک انگریز جارج رائیلی اسکاٹ اپنی کتاب "تاریخ الفحشاء" میں لکھتا ہے:

"پیشہ ور عورتوں کے علاوہ بڑی تعداد اُن عورتوں کی بھی ہے جو آمدنی میں اضافہ کے لئے زناکاری کے پیشہ کو بھی ضمنی طور پر اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ... اب جوان لڑکی کے لئے بد چلنی اور بے باکی بلکہ سوقیانہ اطوار تک فیشن میں داخل ہو گئے ہیں ..... ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جو شادی سے پہلے صنفی تعلقات بلا تکلف قائم کر لیتی ہیں۔ اور وہ لڑکیاں اب شاذ کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربان گاہ کے سامنے نکاح کا پیمانِ وفا باندھتے وقت صحیح معنی میں دوشیزہ ہوتی ہیں۔"

ایک اور صاحب تحریر کرتے ہیں کہ انگلستان میں کم از کم اندازہ کے مطابق ہر سال نوّے ۹۰ ہزار حمل اسقاط کئے جاتے ہیں شادی شدہ عورتوں میں اس کا تناسب اس سے بھی زیادہ ہے۔

فحاشی کو جس انداز سے ان قوموں نے اپنی معاشرت پر غالب کر لیا ہے، اس سے یہ اندازہ کر لینا کچھ مشکل نہیں کہ اسقاطِ حمل کے واقعات آجکل لاکھوں سے بھی تجاوز کر گئے ہوں گے۔

برطانیہ میں اغلام بازی کی آئینی اجازت آج کی مہذب کہلانے والی قوم برطانیہ کو دیکھئے کہ اس نے پچھلے دنوں اپنی پارلیمنٹ میں

ایک بل پاس کروایا ہے، جس کے تحت اس ملعون لوطی فعل (اغلام بازی) کو بالکل مباح اور جائز قرار دے دیا گیا ہے، اور فاعل و مفعول دونوں پر کوئی قانونی گرفت نہیں ہے۔ ان ظالموں نے یہ غیر فطری بل پاس کر کے یہ گمان کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے بے خبر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ ان کا پیمانہ شقاوت لبریز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر کی کوئی حد نہیں۔ وہ مہلت دیتا ہے تو طویل مدت دیتا ہے۔ لیکن یاد رکھو، برطانوی پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کر کے اللہ کے عذاب کے لئے اپنے دروازے چوپٹ کھول دیئے ہیں۔ اب دیکھئے یہ مدت مہلت کتنی دراز ہوتی ہے۔

فرانس میں بدکاری | انگلستان کے بعد تھوڑا سا حال فرانس کی بدکاری اور اس سے نقصانات کا بھی سن لیجئے:

"جنگ عظیم سے پہلے موسیو بیولو فرانس کے اٹارنی جنرل نے اپنی رپورٹ میں ان عورتوں کی تعداد پانچ لاکھ بتائی تھی جو اپنے جسم کو کرایہ پر چلاتی ہیں ..... اس پیشہ میں اشتہارات سے پورا کام لیا جاتا ہے۔"

"جنگ عظیم کے ابتدائی دو سالوں میں جن سپاہیوں کو محض آتشک کی وجہ سے رخصت دے کر ہسپتالوں میں بھیجنا پڑا ان کی تعداد پچھتر ہزار تھی ..... ایک متوسط درجہ کی چھاؤنی میں بیک وقت دو سو بیالیس سپاہی اس مرض

میں مبتلا ہوئے۔"

ایک ماہر فرانسیسی ڈاکٹر کا بیان ہے کہ فرانس میں ہر سال صرف آتشک اور اس کے پیدا کردہ امراض کی وجہ سے تیس ہزار جانیں ضائع ہوتی ہیں۔

یہ مختصر سے اعداد و شمار اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ آپ غور کر سکیں کہ زناکاری کے مفاسد کیا ہوتے ہیں، اور ان سے قوم و ملک کا کتنا زبردست جانی، مالی، اخلاقی اور سیاسی نقصان ہوتا ہے، اور پھر یہ بھی سوچیں کہ زناکاری کی سزائیں جو امراض پیدا ہوتے ہیں، وہ کتنے سخت اور مہلک ہوتے ہیں۔ مزید یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ دنیا کا کوئی کامیاب علاج زناکاری کے دنیاوی عذاب سے نہیں بچا سکتا اور ان بڑے مہذب، متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کو سامنے رکھ کر غور کریں کہ اسلام نے جن مفاسد کی طرف اشارے کئے ہیں، وہ کتنے صحیح ہیں اور قوانین عفت مرتب کر کے اس نے دنیا پر کتنا زبردست احسان کیا ہے۔

عصمت وعفت کے لوازم

عصمت وعفت کے تحفظ کے سلسلہ میں اسلام نے کچھ ایسے آئین وقوانین پیش کئے ہیں جن کا تعلق رات دن کی زندگی سے ہے۔ اور ان کا لحاظ و پاس ہر متنفس انسان کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ ان میں ذرا سی غفلت اور کوتاہی انسان کی عفت کو مجروح کر ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ جنسی میلان جو انسان کے خمیر میں پیوست ہے، اس میں کچھ ایسی بربریت اور درندگی ہے جو معمولی سی بے حجابی کو برداشت نہیں کرتی اور موقع پاکر انسان کو ہلاکت میں ڈالنے کے درپے ہو جاتی ہے پھر شیطان جس نے بنی آدم کی عداوت پر قسم کھا رکھی ہے وہ الگ تاک جھانک میں رہتا ہے۔ اور ناپاک راستہ پر غلط طور پر جذبات کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اسلام نے نکاح سے پہلے کی دور جوانی شرم و حیا سے متعلق کچھ ضروری احکام نافذ کئے ہیں۔

شرم و حیا: شرم و حیا انسان کی ایسی عمدہ صفت ہے جو اُسے لغزش کے موقع پر سنبھال لیتی ہے۔ اور اس نیک جذبہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان ہمیشہ ان تمام حصوں کو پردہ میں رکھنے کی سعی کرتا ہے جو جنسی میلان میں ہیجانی کیفیت کی وجہ بن سکتے ہیں۔ ستر پوشی کا خیال اسی شرم و حیا کا نتیجہ ہے۔

اس روئے زمین پر بہت سی قوموں میں عریانی کا عام رواج تھا اور
اب تک بہت سے قبیلے اور آبادیاں اس مرض میں گرفتار ہیں۔ افریقہ
اس سلسلہ میں مشہور ہے۔ یورپ میں جو ستر پوشی ہے وہ برائے نام ہے
اُن کے لباس اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ عریانی کو بھی شرمانے والے ہیں۔
مغربی رسالوں میں ننگی تصویریں عام طور پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

صحت اور آرٹ کے نام سے کر عریانی کی اشاعت ہو رہی ہے اور
اس راستہ سے عصمت و عفت پر زبردست زد پڑ رہی ہے۔ آدمی کی
قوت برداشت جواب دے رہی ہے۔ ایک دن کئی چیزیں اخلاق و
اعمال کے ساتھ انسانی صحت کو کھو دیتی ہیں۔ ایک امریکی رسالہ میں
یہ ماتم پڑھئے:

تین شیطانی قوتیں

تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا
گئی ہے اور یہ تینوں ایک آہنگ ترتیب کرنے میں مشغول ہیں۔ جنسی
لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد حیرت انگیز ترقی کے ساتھ اپنی
بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ متحرک
تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں
بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے
لباس اور بسا اوقات اُن کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال
اور مردوں کے ساتھ اُن کے بے قید و امتیاز بے تحاشا اختلاط
کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی

پھیلتی جا رہی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال
اور آخر کار تباہی ہے۔ اگر ان کو نہ روکا گیا، تو یہ قومیں تاریخ کی
روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوں گی جن کو ان کی نفس پرستی
اور شہوانیت، ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت
فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔

شرم و حیا اسلام میں | اس دن سے کہ اسلام نے اپنی دعوت شروع
کی، حیا کا اپنے ماننے والوں میں نشوونما ضروری سمجھا ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ
علیہ وسلم نے حیا کی مختلف پہلوؤں پر تاکید فرمائی ہے اور اس کی ترغیب
بھی دی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک انصاری
اپنے بھائی سے کہہ رہے تھے کہ زیادہ شرم نہ کرو۔ آپ نے اس انصاری
سے فرمایا۔ یہ نہ کہو:

فان الحیاء من الایمان — کیونکہ حیا جزو ایمان ہے۔

شریعت میں حیا اور عفت کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام چیزوں
کے چھوڑنے پر ابھارے جو شریعت میں قبیح ہیں اور جن کی بنا پر رشد دبتی ہے:

الحیاء لایاتی الا بخیر — حیا خیر ہی کی موجب ہوتی ہے

شرم و حیا گویا انسانی زندگی کے لئے ایک ضروری حیثیت رکھتی ہے
افراد میں ہو یا انسانی اقوام میں جس میں حیا کا جذبہ نہ ہو اس
کے بے راہ گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا لم تستحی فاصنع — شرم اٹھنے کے بعد جو کریں

ماشئت۔ (مشکوۃ ص۴۳۱) آئے، کرد۔

یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحیاء من الایمان	شرم و حیا جزو ایمان ہے
والایمان فی الجنۃ	اور ایمان باعث دخول جنت
والبذاء من الجفاء	ہے اور بے حیائی جفا ہے
والجفاء فی النار۔	اور جفا باعث دخول دوزخ
(مشکوۃ ص۴۳۱)	ہے۔

شرم و حیا کی اہمیت جتلا کر اسلام نے اُن تمام چیزوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو بے حیائی کو پیدا کرتی ہیں، اور جن کی وجہ سے عفت و عصمت اور اخلاق کا دامن داغ دار ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ سے متعلق جو احکامات و ہدایات ہیں، اُن کو اجمالی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ان تعلیمات سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے یہ چیزیں کتنی ضروری ہیں۔

بیباک نگاہ اور اُس کے متعلق ہدایات ان میں بدنظری کو اُم الخبائث کی حیثیت حاصل ہے کہ یہ تمام فواحش کی [illegible] ہے۔ اسلام نے اس سوراخ کو پہلے بند کیا ہے۔ اور نظر کو آنکھوں کا زنا قرار دیا اور پھر نگاہ کا تیر مشہور ہے، اور تجربہ کی دنیا میں مسلّم بھی۔ عشق و محبت کی تعریف کرنے والوں کی تعریف ہے کہ محبت ایک نادیدہ شئے ہے جو نگاہوں کے راستے دل میں اُترتی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے، کہ نگاہیں

شہوت کی بیگانوں کی حیانت وحفاظت ہوگی۔ نیز یہ چیز تزکیۂ قلوب
میں بھی معاون ہوگی۔

اُوپر کی آیت میں جس چیز کا حکم فرمایا گیا ہے وہ ایک مسلمان
کے لئے لازمی ہے۔ نگاہ نیچی رکھنا فطرت اور حکمتِ الٰہی کے تقاضے
کے عین مطابق ہے۔ اس لئے کہ عورتوں کی محبت اور دل میں اس کی خواہش
فطرت کا تقاضا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ	مرغوب چیزوں کی محبت پر
الشَّہَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ۔	لوگ فریفتہ کئے گئے ہیں جیسے
(سورہ آل عمران)	عورتوں پر۔

غور و فکر سے معلوم ہوگا کہ آنکھوں کا فتنہ مہلک اور دنیا کے بہت
سارے فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے۔ اسی وجہ سے امام
غزالی نے لکھا ہے کہ آنکھوں کے فتنہ سے تقلیلی طور پر اپنے کو بچاؤ کیونکہ
یہ تمام فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے۔

ثم عليك وفقك الله وايانا بحفظ العين فانه
سبب كل فتنة وآفة۔ (منہاج العابدین ص۲۱)

پھر صاحب منہاج العابدین لکھتے ہیں کہ آیت قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ
يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ میں رب عزت نے تین چیزیں بیان کی
ہیں۔ تادیب اور تہدید۔ آیت کے ابتدائی حصہ میں تادیب ہے کہ
بندہ اپنے مالک کی اس باب میں فرماں برداری کرے یعنی آنکھ کی حفاظت کرے

دیکھنا جائز نہ ہو تو دیکھنے کی جرأت نہ کرے۔ اور دوسرے حصہ اَزکیٰ لَہُم میں تنبیہ ہے کہ ان احکام پر عمل کا فائدہ یہ ہوگا کہ قلب میں پاکیزگی آئے گی اور عبادت میں زیادتی اور دلچسپی پیدا ہوگی۔ اور اگر ان ہدایت پر عمل نہ ہوگا تو آنکھوں کے ذریعہ کسی نہ کسی فتنہ میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہے جس کا نقصان یہ ہوگا کہ سکون قلب جاتا رہے گا اور دل وسوسوں کی آماجگاہ بن جائے گا۔ اور آیت کے آخری حصہ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ میں تہدید ہے کہ بندوں نے اس ہدایت کی پروا نہ کی تو یہ سمجھ لیں کہ رب العزت غافل نہیں وہ ان کی کارروائیوں سے واقف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء (مشکوٰۃ کتاب النکاح)	میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ مردوں کے لئے ضرر رساں نہیں چھوڑا۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء (مشکوٰۃ کتاب النکاح)	دنیا اور عورتوں سے ڈرو۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو پیدا ہوا وہ عورتوں میں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کا لحاظ فرمایا، اور شہوت کی تسکین کے لئے نکاح کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ تاکید فرمائی، اور پھر اس کے بعد

انسانی طبیعت پر کنٹرول کیا۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کے طریقے بیان کئے۔ حد سے بڑھتی ہوئی حرص جو حریص انسان کی طبعی خواہش ہے، اس پر پہرہ بٹھا دیا۔ اور کائناتِ انسانی کو فتنہ و فساد سے مطلقاً محفوظ کر دیا۔

عورتوں کو ہدایت | اگر اسلام نے صراحتاً مردوں کو عفت کی تاکید دی تو عورتوں کو بھی فراموش نہیں کیا۔ کیونکہ مرد اور عورت دونوں کا خمیر ایک ہی ہے۔ کم و بیش کا فرق ہے۔ عورت کی فطرت بھی شہوت سے اور اس کے دواعی سے خالی نہیں۔ اس لئے رب العالمین نے فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ	ایمان والیوں سے کہہ دیجئے
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ	کہ اپنی آنکھیں ذرا نیچی
فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ	رکھیں اور اپنی شہوت کی جگہ کا
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ	بچاؤ رکھیں اور اپنی زینت
مِنْهَا۔ (سورہ نور آیہ ۳۱)	نہ دکھائیں مگر جو خود
	سے کھلی چیز ہے۔

ان آیتوں کا مطلب واضح یہ ہے کہ آنکھوں کی بیباکی و ان کی آزادی شہوت میں اشتعال اور شہوت کی دنیا میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔ اس طور پر بنیادی طور پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آنکھوں میں ایک بہت بڑی پوشیدہ طاقت ہے جو مقناطیس کی طرح دو دلوں کے درمیان تیزی سے سرایت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جب سرایت کر جاتی ہے تو دل و دماغ کو ناواقف کر دیتی ہے

یہاں بے پردگی مرنہیں ہے۔ اس لئے کبھی کبھی ایسی بات ہوتی ہے۔ اگر پردہ یورپ کی طرح بالکل اٹھا دیا جائے تو پھر بدکاری ختم ہو جائے گی۔ اور مخلوط سوسائٹی مردوں اور عورتوں کے احساس کو ماؤف کر ڈالے گی۔

مگر اپنا خیال اس کے بالکل برعکس ہے۔ دلیل میں صرف امریکہ کے صدر ٹرومین کی میڈم کی وہ تقریر پیش کی جاتی ہے جو انہوں نے "اخلاقی پستی" کے عنوان پر کی تھی۔ فرماتی ہیں :

"یہ لڑکیاں نہ بازاری ہیں نہ حُسن فروش۔ پندرہ بیس برس کی کمسن اور بھولی بھالی لڑکیاں ہیں۔ اکثر یونیورسٹی کالج اور اسکول کی طالبات ہیں ..... اس وقت حکومت امریکہ اور امریکن قوم کے سامنے نامعلوم باپ کے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا اہم مسئلہ ہے۔ کنواری ماؤں کے ان بچوں کی تعداد گذشتہ سال سوا لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ بچوں کی مائیں یونیورسٹی کی طالبات ہیں۔ تیز تربیت و تعلیم کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں بیان کیا ہے کہ ان بچوں کے باپ کالج ہی کے ہونہار طلبہ ہیں ..... اصل یہ ہے کہ امریکہ میں تمام خاندانوں نے اپنی لڑکیوں کو کامل آزادی دے رکھی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک نوجوان لڑکی جو اپنی گھریلو زندگی میں محبت و شفقت سے محروم رہتی ہے۔ کالج میں قدم رکھتے ہی کسی طالب علم سے مل کر عشق و محبت کے تجربہ کا شکار ہو جاتی ہے۔"

نگاہ کی حفاظت کا حکم | اوپر والی آیت اور قرآن پاک کی دوسری آیتوں کو سامنے رکھ کر علماء کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے۔ اس کا یہ دیکھنا شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے، دونوں ہی صورتیں ناجائز ہیں۔ حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھیں۔ ابن ام مکتومؓ نابینا کسی ضرورت سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ابن ام مکتومؓ کو دیکھ کر آپ نے ہدایت فرمائی کہ تم دونوں پردہ میں چلی جاؤ۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں، یہ (ابن ام مکتومؓ) نابینا نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا:

افعمیاوان انتما	کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کہ
الستما تبصرانہ۔	ان کو نہیں دیکھتیں۔

(مشکوٰۃ ص۲۶۹ عن ابوداؤد)

یہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کسی مرد کو نہ دیکھیں۔ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ کے متعلق سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ اس میں فواحش سے بچنے کا حکم ہے۔ قتادہؒ اور سفیانؒ کہتے ہیں کہ ان تمام چیزوں سے عورتوں کی حفاظت کا حکم ہے جو ان کے لئے حلال نہیں ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی

شرمگاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔ جس نے نظر کو آزاد کر دیا، اُس نے اُس کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ اور نظر ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے۔ کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے۔ پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے، اور فکر شہوت کو اُبھارتی ہے۔ شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقع ہوتا ہے۔ جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارۂ کار نہیں رہتا، جب کوئی مانع حائل نہ ہو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

الصبر علی غض البصر ایسر	آنکھ بند کرنا آسان ہے مگر بعد
علی الصبر علی الم بعدہ۔	کی تکلیف پر صبر مشکل۔

کیونکہ نظر کا تیر اگر پیوست ہو گیا تو پھر اس سے حسرت، سوزشِ قلب جگر کی ٹیس اور آہ و فغانِ نیم شبی پیدا ہوتی ہے۔ آدمی اس وقت بے قابو ہو جاتا ہے اور اُس کے لئے یارائے ضبط باقی نہیں رہتا، اور یہ ایک مستقل عذابِ جان بن جاتا ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے

النظرۃ سہم مسموم	نظر ابلیس کے تیروں میں سے
من سہام ابلیس۔ (بخاری)	ایک زہر آلود تیر ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

العینان زناھما النظر و	آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور

الاذنان زناھا الاستماع	کانوں کا زنا سننا ہے، اور
واللسان زناھا الکلام	زبان کا زنا بات کرنا ہے
والید زناھا البطش،	اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور
والرجل زناھا الخطا،	پیر کا زنا چلنا ہے اور دل کا
والقلب یھوی ویتمنّٰی و	وہ آرزو اور تمنا کرنا ہے،
یصدق ذٰلک الفرج او	اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا
یکذبہ۔	تکذیب کرتی ہے۔

(مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر ص۲)

بعض سلف نے کہا ہے:

النظر سہم سم الی القلب	نگاہ ایک تیر ہے جو قلب میں
(ابنِ کثیر جلد ۳ ص ۲۸۲)	زہر ڈال دیتی ہے۔

نظر کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کی حفاظت بہت ضروری ہے ورنہ اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ قوم اور ملک کا امن امان خطرہ میں گھر جاتا ہے۔ اخلاق و اعمال کی مٹی پلید ہو جاتی ہے، اور عفّت و عصمت دم توڑ دیتی ہے۔

پست نگاہی کی تاکید یہی وجہ ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے غضِ بصر کی تاکید فرمائی ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ کو دلنشین فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

یا علی لا تتبع النظرۃ	اے علی! ایک بار نظر پڑ جانے
النظرۃ فان لك الاولیٰ	کے بعد پھر دوبارہ نہ دیکھو کیونکہ
ولیست لك الاخرۃ۔	تمہارے لئے صرف پہلی نظر معاف
(مشکوٰۃ ص ۲۶۹)	ہے، دوسری نہیں۔

پہلی نظر جو بغیر قصد پڑتی ہے، اس میں انسان بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے، اس لئے یہ معاف ہے۔ مگر پھر دوبارہ نگاہ نہیں ڈالی جاسکتی۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پہلی نگاہ کی اجازت ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کہتے ہیں کہ میں نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کہ جو نظر دفعتاً پڑ جاتی ہے، اُس کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں اپنی نگاہ پھیر لوں۔

فامرنی اصرف بصری	مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنی نگاہ پھیر لوں۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

اطرق بصرك (ابنِ کثیر)	تو اپنی نگاہ جھکا لے۔

نگاہ پھیرنا مختلف طور پر ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس فتنہ سے جو سامنے ہے، بچا لیا جائے۔ نظر پھیر لی جائے یا نیچی کر لی جائے یا اور کسی دوسری طرف نگاہ جم دے تاکہ نظر اس فتنہ سے محفوظ ہو جائے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غضوا ابصارکم	اپنی نگاہوں کو پست کرو اور
واحفظوا فروجکم	شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا۔

ای شئ خیر للمرأۃ؟ عورت کے لئے کونسی چیز بہتر ہے؟

کسی نے جواب نہ دیا۔ سب کے سب خموش رہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں خود میں بھی شریک تھا۔ مجھ سے کوئی بھی جواب بن نہ پڑا۔ جب گھر آیا تو میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا:

ای شئ خیر للنساء؟ عورتوں کیلئے کونسی چیز بہتر ہے؟

حضرت فاطمہؓ نے برجستہ جواب دیا:

لا یراھن الرجال سب سے بہتر یہ ہے کہ مردوں کی نگاہ سے عورتیں محفوظ رہیں۔

(جمع الفوائد ج۱ ص۳۱۷)

حضرت علیؓ اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے کہ جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جواب کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ آپؐ بھی خوش ہوئے اور فرمایا۔ "فاطمہؓ میرا ایک حصہ ہے۔"

راستہ پر مجلس جما کر بیٹھنے سے اس وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ وہ عام گذرگاہ ہے۔ ہر طرح کے آدمی گذرتے ہیں۔ نظر بے باک ہوتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی پر نظر پڑ جائے اور وہ برائی کا باعث بن جائے۔ صحابہ کرامؓ سے ایک دفعہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی مجبوری پیش کی۔ و بتایا اس سے کبھی چارہ کار نہیں ہوتا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ تم کو جب ایسی مجبوری آ پڑے تو

تو پھر راستہ کا حق ادا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ راستہ کا حق کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غض البصر و کف	نگاہ نیچی رکھنا، اذیت کا روکنا
الاذیٰ وردّ السلام	سلام کا جواب دینا۔ اور
والامر بالمعروف	بھلی بات کا حکم دینا اور بری
والنھی عن المنکر۔	بات سے منع کرنا۔

(ابن کثیر جلد ۳ صـ۲۸۲ ومشکوٰۃ شریف)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکفلوالی ستّا اکفل	تم چھ۶ چیزوں کی کفالت کرو
لکم الجنۃ اذاحدث	میں تمہارے لئے جنت کا
احدکم فلا یکذب واذا	کفیل بنتا ہوں۔ جب کسی سے
اوتمن فلا یخن واذا	بات بیان کرو تو جھوٹ نہ بولو۔
وعد فلاتخلف وغضّوا	جب تمہارے پاس امانت رکھی
ابصارکم و کفوا	جائے تو خیانت نہ کرو، اور
ایدیکم واحفظوا	وعدہ خلافی نہ کرو اور اپنی نگاہوں
فروجکم۔	کو پست رکھو اپنے ہاتھوں کو روکو
(ابن کثیر جلد ۳۔ صـ۲۸۲)	اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔

اس حدیث میں جن چھ۶ چیزوں کی ذمہ داری پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی کفالت فرما رہے ہیں، اُن میں غضِّ بصر (نگاہ کو پست رکھنا) اور

حفظِ فروج (شہوت کی جگہ کی حفاظت) بھی ہے۔ اس سے نظر کی اہمیت بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من مسلم ينظر الى	کوئی مسلمان جب پہلی مرتبہ کسی
محاسن المرأة اوّل	عورت کی خوبصورتی دیکھے پھر وہ
مرة ثم يغض بصره	اپنی نگاہ پست کرلے تو اللہ تعالےٰ
الا احدث الله له	اُس کے لئے اُس کی عبادت میں
عبادة يجد حلاوتها۔	شیرینی پیدا کرتا ہے۔

طبرانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لتغضن ابصاركم و	تم ضرور اپنی نگاہیں پست رکھو اور
لتحفظن فروجكم۔	اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔

نگاہ پست رکھنے کے فائدے ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس کے زہر میں بجھائے ہوئے تیروں میں سے نظر بھی ایک تیر ہے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کے خوف سے اس کی حفاظت کریگا اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی شیرینی میں بدل دیگا جس کی لذت وہ اپنے قلب میں پائے گا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شہوت کی جگہوں سے بچنے کا عہد کرے، اُس کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

من يكفل لى ما بين	جو شخص اس چیز کا کفیل بن جائے
لحييه وما بين رجليه	جو اس کی داڑھیوں (زبان) اور

اکفل لہ الجنۃ۔ پاؤں کے درمیان (شرمگاہ) ہے تو

(ابن کثیر جلد ۳- ص۲۸۲) میں اس کے لئے جنت کا کفیل بنتا ہوں۔

ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام آنکھیں رو رہی ہوں گی، مگر ان میں کچھ آنکھیں خوش ہوں گی۔ ایک وہ آنکھ جس کو محارم اللہ سے محفوظ رکھا گیا ہے اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں جاگنے کی صعوبت برداشت کی ہے، اور تیسری وہ آنکھ جس نے خشیتِ الٰہی سے آنسو بہایا ہے۔

اس ساری تفصیل کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آگئی ہوگی کہ اللہ رب العالمین نے حفظِ ماتقدم کے طور پر جن بہت سی باتوں کا حکم دیا ہے اُن میں نگاہ بھی ہے اور شہوت سے اجتناب بھی۔ اور مقصد یہ ہے کہ عفت و عصمت جو انسان کے لئے نیز پوری قوم اور ملک کے لئے ایک بیش قیمت موتی ہے۔ اُس کی حفاظت کے تمام ممکنہ طریقے برتنا ضروری اور انسانی فریضہ ہے۔ تاکہ انسانی سوسائٹی فتنہ وفساد کی آماجگاہ نہ بن سکے، اور ملک وشہر کا امن وامان خطرہ میں نہ گھرے۔

اس سلسلہ میں عورتوں کو خصوصی خطاب بھی کیا گیا ہے کیونکہ صیغہ مذکر میں اصولی طور پر عورتیں بھی مخاطب تھیں۔ مگر پھر صیغہ مؤنث لاکر اُن کو مزید تاکید شدید کی گئی ہے۔ خصوصی خطاب کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کے متعلق خود قرآن نے کہا ہے:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ مرغوب چیزوں کی محبت نے لوگوں کو

الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ۔ فریفتہ کیا ہے جیسے عورتیں۔

جاہلی سب بے پردگی سے ممانعت

اور یہی وجہ ہے کہ عورتیں حدود و قیود میں گھری نظر آتی ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے ہر جگہ اُن پر پہرہ لگا دیا ہے اور اُن خطرات کی حفاظت کی ہے جو اُن کی ذات سے وابستہ ہیں۔ رات دن کے تجربات ہیں کہ عورتوں کی بے باکانہ چہل پہل مردوں کی جماعت میں ایک شورش پیدا کر دیتی ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی۔ (احزاب۔۴) اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور جاہلیت کے وقت میں دکھانے کا جو دستور تھا۔ اس طرح دکھلاتی نہ پھرو۔

اس آیت کا شانِ نزول گو خاص ہے مگر حکم عام ہے۔ اس آیت میں رب العزت نے عورتوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حدودِ شرعی کے اندر رہیں جاہلیت کی رسم ترک کر ڈالیں۔

جاہلیت میں رسم تھی کہ عورتیں بن سنور کر مردوں میں بے باک گھومتی تھیں زینت کی عجیب و غریب تدبیریں عمل میں لائی جاتی تھیں۔ دوپٹہ کو اس طرح ڈالتی تھیں کہ سینہ کا اُبھار، گلے کے زیورات، کانوں کی بالیاں اور اُن کی ہیئت فتنہ کا سامان ہوتی تھیں۔ مرد اس ادا کو دیکھ کر مسحور ہو جاتے۔ پھر جاہلیت میں عورتیں مٹکتی چلتی تھیں، اور اُن کا بانکپن اور اُن کی ادائیں غضب ڈھاتی تھیں۔ اس لئے اسلام جب آیا تو اُس نے اصلاح کی۔ عورتوں کو پست رسم و رواج سے روکا۔ اور پاک زندگی کا سلیقہ بتایا۔ پہلی بات یہ ہے کہ عورتیں

گھر ہی میں رہیں اور اگر ضرورتاً نکلیں تو جاہلیت کے طریقہ پر بن سنور کر نہ نکلیں۔

نزولِ حجاب یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اول اسلام میں پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ہجرت کے بعد پانچویں سال میں یہ حکم نازل ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کی بڑی فکر تھی اور ان کی دلی خواہش تھی کہ پردہ کا حکم نازل ہو۔ انہوں نے مختلف طور پر اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت عمرؓ کی جن قلبی خواہشوں کو رب العزت نے شرفِ قبولیت بخشا، ان میں سے ایک یہ حجاب کا مسئلہ بھی ہے۔ اور ان کی اسی خواہش کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ۔ (احزاب ۔ ۷)۔	اے ایمان والو! تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بغیر اجازت مت جاؤ۔

عورتوں سے استفادہ پردہ کی اوٹ سے یہ واقعہ حضرت زینبؓ بنت جحش کی شادی کے موقعہ پر پیش آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے جب شادی ہوئی تو لوگوں کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ کھانے کے بعد تمام لوگوں کو چلے دینا چاہیئے تھا۔ مگر تین آدمی بات چیت کرتے رہ گئے اور اس موقعہ پر ان بیٹھنے والوں کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی۔ خود تو آپ حیا و شرم کی وجہ سے نہ فرما سکے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اس موقع پر حجاب کے متعلق پوری ہدایت نازل فرما دی۔ عورتوں سے ضروری استفادہ کی راہ بھی بند نہیں کی گئی بلکہ اس کا ایک معقول اور پاکیزہ تر راستہ باقی رکھا

اور ارشاد فرمایا گیا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا	اور جب تم بیبیوں سے کوئی کام
فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ	کی چیز مانگنے جاؤ، تو پردہ کے
حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ	باہر سے مانگ لو، اس میں تمہارے
لِقُلُوْبِكُمْ ۔ (احزاب - ۷)	اور ان کے دوں کے لئے
	خوب ستھرائی ہے۔

یہ آیتیں گو شانِ نزول میں خاص ہیں مگر حکم میں عام ہیں۔ تمام مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ عورتوں سے جو کچھ لینا ہو پردہ سے لیں مواجہ نہ ہونے پائے تاکہ طرفین خود بھی محفوظ رہ سکیں اور دوسروں کو بھی غلط فہمی میں پڑنے نہ دیں۔

مخلوط سوسائٹی مضر ہے | اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عورت اور مرد کے میل جول کی حالت میں نفس انسانی کو بہکنے کا موقع ملتا ہے اور شیطان کے لئے دوسروں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا غنیمت راستہ ہاتھ آجاتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں عورتوں پر اعتماد نہیں ہے اور مردوں کو ہم شیطان سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہم عورت اور مرد دونوں ہی کو قابلِ اعتماد اور لائق وثوق یقین کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ہم اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی سرشت میں شہوت ودیعت کی ہے، مرد اور عورت کی اس میں کوئی تفریق نہیں۔ اور تاریخ کی روشنی میں ہم جانتے ہیں کہ دشمنوں اور بدباطنوں نے پاک دامن عورت و مرد پر تہمت ڈالی ہے اور اس سے پیدا شدہ

شر و فتن بھی ہمیں معلوم ہیں۔ اس لئے عقل کی روشنی میں بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے وہ راستے بند ہو جائیں، جن سے ہو کر فتنہ و فساد کے چشمے اُبلتے رہتے ہیں۔

تاریخ اخلاقِ یورپ نے مرد و عورت کے باہمی میل جول کے نتائج جو سامنے پیش کر دیئے ہیں، اور خود ہمارے ملک میں کالج و یونیورسٹی کی ملی جُلی زندگی نے جو تجربات فراہم کر دیئے ہیں، اُن کو سامنے رکھ کر عقل بھی پردہ کا شرعی حکم بغیر افراط و تفریط سراپا رحمت ہے۔

مخلوط تعلیم کا اثر عفت و عصمت پر ایک خاتون ان الفاظ میں اپنی دل سوزی کا اظہار کرتی ہیں:

"ہم لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں، اُن کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی عفت و عصمت و غیرت تباہ ہو جاتی ہے۔ اور ان میں زیادہ سے زیادہ مردانہ اوصاف پیدا ہو کر انہیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں جس کے بعد وہ گھریلو زندگی کے نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں۔ موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو مغربی خطوط پر قائم ہے، ہماری لڑکیوں کے لئے بے سُود، اور غیر ضروری ہے۔"

ایک مغربی خاتون مسز ڈوت تھی ہال اپنے مضمون "عورتوں کی تعلیمی دقت" میں رقم طراز ہیں:

"آخر میں امر قابلِ توجہ ہے کہ مخلوط طریقہ تعلیم میں اگرچہ دعویٰ کتنا بھی کیا جائے، ان جذباتی دقّتوں کا ازالہ نہیں ہوتا جو نوجوانوں میں صنفی شعور کے آغاز سے پیدا ہو جاتی ہیں اور جو بعض طبائع کے لئے مطالعہ میں کامل انہماک کی راہ میں حقیقی رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں جو چودہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی مدت میں ناگزیر ہیں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف جذباتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ مطالعہ اور ضبطِ زندگی کے لئے اور بھی زیادہ تباہ کُن یہ بات ہے کہ بعض اوقات شاگرد استادوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں"

یہ جو کچھ پیش کیا گیا، مُلّاؤں کے بیان نہیں، سب جدید تعلیم یافتہ مرد و عورت کے بیانات ہیں اور تجربہ کے بعد دیئے گئے اور لکھے گئے ہیں جب تعلیمی اداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ کا یہ حال ہو تو پھر عوام کے متعلق آپ کیا رائے قائم کریں گے۔

آپ یقین فرمائیں کہ اسلام کی تعلیمات بڑی دُور اندیشانہ اور انسانی نفسیات کے بالکل موافق ہیں عفّت و عصمت کے بچاؤ کی شکل یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو رواج دیا جائے اور اُسے جزوِ زندگی بنایا جائے۔

پاکیزہ نفس اور پاک دامن عورتوں کے امتیاز کی ضرورت

کوئی ذی عقل اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ مختلف طبیعتوں کے لوگ ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں نیک لوگ بستے ہیں وہیں کچھ بد طینت

لوگوں کا بھی بسیرا ہوتا ہے۔ جو ہر وقت ٹوہ میں رہتے ہیں اور جن کی نگاہیں بے باک ہوتی ہیں۔ اور اس جماعت میں مرد و عورت دونوں شریک ہیں مگر جو لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں وہ اپنے رہن سہن اور طور طریقہ کے اعتبار سے بڑی حد تک پہچانے جاتے ہیں۔ بدکار مرد اُن عورتوں کو خواہ مخواہ چھیڑنے کی جرأت کرتے ہیں جن کے متعلق ان کو کسی رنگ ڈھنگ سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ دوسری قبیل سے ہیں۔ اس لئے اسلام جب آیا اور واقعات بھی اس طرح پیش آئے تو ارشادِ ربانی ہوا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ	اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ	بیویوں اپنی بیٹیوں اور دوسری
يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ	مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے
جَلَابِيْبِهِنَّ ۗ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى	کہ وہ اپنی چادریں اُوپر سے اوڑھ
اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ	کر تھوڑی سی مُنہ کے آگے لٹکا
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا	لیا کریں۔ اس سے بہت جلد اُمید
رَّحِيْمًا ۝ (احزاب-۸)	ہے کہ جلدی پہچان ہو جایا کرے گی،

تو کوئی اُن کو نہ ستائے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ پاک دامن اور مومن عورتیں اپنا دوپٹہ یا نقاب رکھ لیا کریں۔ جس سے نمایاں طور پر معلوم ہو کہ یہ شریف طبقہ کی عورتیں ہیں، زنا کار اور بدچلن نہیں ہیں۔ تاکہ فاسق اور بدکار عورتوں کو معلوم رہے اور اپنی شرارت کی وجہ سے اُن کو چھیڑنے کی ہمت نہ کریں

دستور بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ وہ عورتیں جو خاص طرز کا لباس پہنتی ہیں یا خاص طور پر بن سنور کر نکلتی ہیں، اور اپنی خوب صورتی اور زینت کا اعلان کرتی ہیں، اُن کے متعلق آج تک مرد کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے۔ اور جو مرد دوسرے قماش کے ہوتے ہیں، موقع پاکر آنکھ لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بخلاف اُن عورتوں کے، جن کو اپنی عزت و آبرو کا پاس رہتا ہے، عصمت مآب اور دین دار ہوتی ہیں، اُن کے رہن سہن ہی سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے اور کوئی بھول کر بھی اُن سے اُلجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ درج بالا آیت کے ضمن میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں :

"یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکالیں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپا لینا چاہیئے"

عہدِ نبویؐ میں امتیازی لباس کا حکم | عہدِ نبوی میں بھی کچھ بدمعاش یہودی اور منافق اس طرح کے تھے جو عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے، اور دوسری قسم کی عورتوں کے ساتھ بعض پاک دامن شریف عورتیں بھی اُن کی چھیڑ چھاڑ سے نہیں بچتی تھیں۔ دوپٹہ اور چادر بڑھا کر آپ نے لباس میں امتیاز پیدا کر دیا۔ اس امتیاز پیدا کر دینے کے بعد خود اللہ

ربّ العٰلمین نے فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ	اگر منافق لوگ اور جن کے دلوں
وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ	میں روگ ہے باز نہیں آتے
مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِی	اور نہ جھوٹی خبریں مدینہ میں اُڑانے
الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ	والے باز آئے تو پھر بلا شبہ ہم
ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَآ	تم کو اُن کے پیچھے لگا دیں گے پھر
اِلَّا قَلِیْلًا ○	وہ تیرے ساتھ تھوڑے دنوں کے
(سورہ احزاب-۱)	علاوہ شہر میں رہنے نہ پائیں گے۔

اس امتیازی شان کے بعد بھی اگر کسی بد طینت نے کسی پاکدامن عورت کو چھیڑا، تو اس کو معاف نہیں کیا جائے گا، اور عہدِ نبوی میں ایسا ہی ہوا۔ یہودی جلا وطن ہوئے۔

کہنا یہ ہے کہ اوّلاً تو قرآن کا مطالبہ ہے کہ عورتیں بغیر ضرورت گھر سے باہر نہ پھریں۔ جیسا کہ قرآن کی اس سلسلہ کی پہلی آیت وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ میں اشارۃً گزرا بلکہ قرآن کا صراحتاً حکم گزرا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

ان المرأة عورة فاذا	عورت ستر ہے۔ جب وہ نکلتی
خرجت استشرفها	ہے تو شیطان اُسے جھانکتا ہے
الشیطان واقرب ما (مجمع)	اور اُس کے لئے اپنے گھر کے
تکون بروحة ربها (الزوائد ج ۲)	گوشہ میں ہی رہنا باعثِ
وهی فی قعر بیتها۔	رحمتِ الٰہی ہے۔

گھر سے باہر آنے کے شرعی آداب | ثانیاً قرآن پاک کا مطالبہ ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے اُن کو نکلنا ہی پڑے تو نگاہیں پست رکھیں، اور شہوت کے مقام سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں، مثلاً مرد و عورت کا ملا جلا کلب گھر اور مخلوط سوسائٹی، سینما، تھیٹر اور اس طرح کی دوسری جگہوں سے مکمل اجتناب رکھیں جس کا حکم قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ الخ میں گذرا۔ پھر یہ کہ نکلیں تو ستر کو چھپا کر۔ اور آزاد عورت کا سارا بدن ستر ہے بجز ہتھیلی اور چہرہ کے، جس کا ذکر لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں ہے۔ ثالثاً باہر نکلیں یا کسی کے سامنے آئیں تو چادر (دوپٹہ) اوپر سے ڈال لیں، اور بدن کا تراش خراش ظاہر نہ ہونے دیں جیسا کہ ابھی آیت گذری یُدْنِیْنَ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ۔ اور دوسری جگہ قرآن پاک نے اعلان کیا:

وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۔ (نور-۴)	اور اپنی اوڑھنی کو اپنے گریبان پر ڈال لیں۔

دوپٹہ ڈال لینے کا طریقہ | "خمار" لغت میں اس دوپٹہ کو کہتے ہیں جس کو عورتیں اپنے سر پر ڈالتی ہیں۔ سلف صالحین نے بیان کیا ہے کہ سر پر سے لا کر سینوں پر اس طرح ڈال جائے کہ جسم کے ابھار اور مواضع زینت میں سے کوئی حصہ نظر نہ پڑے۔ اس طرح ہرگز نہ ہو کہ دوپٹہ کا آنچل پیچھے کی طرف ڈال لیا جائے جس سے سینہ کا ابھار نہ چھپ سکے بلکہ اس میں اور ابھار پیدا ہو جائے جیسا کہ جاہلیت کے دور میں رواج تھا اور جس کو اسلام نے مٹایا تھا۔ یہاں یہ کہنا ہے کہ قمیص کے اوپر دوپٹہ اس طرح ڈالا جائے کہ

پوری ستر پوشی ہوسکے۔

ہمارے شعراء کرام کے یہاں جوبن کے اُبھار کو جو جگہ حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اور طبعاً نیز شعراء وغیرہ کا تازہ کردہ احساس بسا اوقات آدمی کو اس اُبھار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اس لئے موجودہ دور میں اور بھی ضرورت ہے کہ اس کی پوری ستر پوشی عمل میں لائی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

یرحم اللہ نساء المھجرات	اللہ تعالیٰ اول ہجرت کرنے والی
الاوّل لما انزل اللہ	عورتوں پر رحم فرمائے جب دوپٹہ
(ولیضربن الخ) شققن	کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اپنی
مروطھن فاختمرن بھا۔	چادریں پھاڑ پھاڑ کر دوپٹہ بنا لیے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورئہ نور جلد ۲ صفحہ ۱۱۳)

ابن کثیر نے اور بھی بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی اور عہد صحابہؓ میں اس آیت پر پورا پورا عمل کیا گیا۔

اظہارِ زینت وغیرہ کی ممانعت رابعاً اگر نکلیں تو کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس سے زینت کا اظہار ہو۔ یا دوسروں کی توجہ اس طرف کھنچے۔ نہ تو ظاہری طور پر ایسی بات ہو اور نہ باطنی طریقہ پر، بلکہ ہر طرح ظاہر و باطن پاک ہو۔ باطن کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا	وہ آنکھوں کی چوری اور دلوں
تُخْفِي الصُّدُورُ۔ (المومن-۲)	کے بھید کو جانتا ہے۔

اور ظاہر کے متعلق ہدایت فرمائی:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ	اور عورتیں اپنے پاؤں کو زمین
لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ	پر نہ ماریں کہ ان کی مخفی زینت
زِيْنَتِهِنَّ وَ تُوْبُوْا اِلَى	جانی جائے۔ اور اے ایمان
اللهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ	والو سب مل کر اللہ کی طرف توبہ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (نور ۳)	کرو، تاکہ تم بھلائی پاؤ۔

عورتیں عموماً پاؤں میں مختلف اور متعدد زیورات پہنا کرتی ہیں۔ بعض زیور بنایا ہی اس طرح جاتا ہے کہ جب عورتیں اس کو پہن کر چلیں گی، تو اس میں آواز پیدا ہوگی۔ جیسے گھونگرو وغیرہ۔ اس طرح کے زیورات بالکل ممنوع ہیں۔ شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اور بعض زیور خود تو نہیں بجتے، ہاں دوسرے زیور سے ٹکرا کر آواز دیتے ہیں۔ جیسے چھڑا اور کڑا وغیرہ۔ اس طرح کے زیورات گو پہننا جائز ہیں مگر احتیاط کا حکم ہے کہ چلنے میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آواز نہ پیدا کریں۔ پھر ان کو پہننے اور پہن کر چلنے میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کی چمک دمک دوسروں کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر رہی ہو۔ کیونکہ آواز ہو یا چمک دمک بسا اوقات یہ بھی فتنہ و فساد بن جاتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب زیورات کے اخفا کا حکم ہے اور ان کی آواز کے متعلق احتیاط اور ممانعت کا حکم ہے، تو جن اعضا میں یہ زیورات پہنے جاتے ہیں، اس کے اخفا کا تو

بدرجۂ اولیٰ حُکم ہوگا اور شریعت میں ان اعضاء کے ستر کا تاکیدی حکم ہے بھی ۔ پس معلوم ہوا کہ زیورات اور اُن کے پہننے کے اعضا سب کی ستر پوشی کا حُکم ہے ۔

لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ کے ضمن میں بیضاوی کہتے ہیں یہ اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ آواز مردوں میں عورتوں کی خواہش پیدا کرتی ہے ۔ نیز فرماتے ہیں یہ تعبیر اس سے زیادہ بلیغ ہے کہ اظہارِ زینت سے منع کیا جاتا ، یا بلند آوازی سے روکا جاتا (کیونکہ اس تعبیر میں یہ سب خود بخود داخل ہو گئے ۔)

تفسیر کبیر میں ہے کہ انسانی فطرت ہے کہ جب مرد عورت کی پازیب کی آواز سُنتا ہے تو اُس کے جنسی میلان میں تلاطم پیدا ہونے لگتا ہے اور عورتوں کو دیکھنے کی خواہش میں زیادتی آجاتی ہے ۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک آزاد کردہ لونڈی حضرت زبیرؓ کی صاحبزادی کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں لے گئیں ۔ لڑکی کے پاؤں میں بجنے والا زیور تھا حضرت عمرؓ نے اسے کاٹ ڈالا اور فرمایا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ۔ "مع کل جرس شیطان"[1] (عن ابی داؤد) ۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت بجنے والا زیور پہن کر جانے لگیں ۔ تو تو انہوں نے روک دیا ۔ اور فرمایا : اسے اُتار کر آؤ ۔ اس لئے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا :

لا تدخل الملائکة بیتا　　　اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں

[1] ترجمہ : ہر گھنٹی (بجنے والی چیز) کے ساتھ شیطان ہوتا ہے ۔

فیہ جرس (فتاویٰ عبدالحیٰ) ہوتا جس میں گھنٹی ہوتی ہے۔

خوشبو مَل کر نکلنے کی ممانعت اس آیت میں جو علت بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسی چیز نہ کی جائے کہ وہ دوسروں سے عورت کی مخفی باتوں کی چغلی کرتی ہو، یا ان کو عورت کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خوشبو، عطر اور سینٹ لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں حدیث میں عورتوں کے لئے مسجد کی اجازت مذکور ہے، مگر وہاں بھی گو وہ عبادت کے لئے خدا کے گھر میں حاضر ہو رہی ہیں، خوشبو مَل کر نکلنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ہدایت ہے کہ کپڑوں میں بھی چمک دمک نہ ہو۔ معمولی اور عام استعمال کے کپڑوں میں مسجد آئیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو اگر ضرورت کی وجہ سے نکلنے کی حاجت ہو۔ تو اس طرح نکلیں کہ وہ دوسروں کے لئے جاذبِ نظر نہ ہوں۔ ایک حدیث ہے:

کل عین زانیۃ والمرأۃ	ہر آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت
اذا استعطرت فمرت	خوشبو لگا کر مجلس پر گذرتی
بالمجلس فھی کذا وکذا	ہے، وہ بھی زانیہ ہے۔
یعنی زانیۃ (ابن کثیر ج۳ ص۲۸۶)	

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک عورت سے ملاقات ہو گئی، جس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ دریافت فرمایا مسجد سے آ رہی ہو؟ بی بی نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ خوشبو لگائے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا۔ جی ہاں۔ فرمایا میں نے اپنے محبوب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا،

کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہے، اُس کی نماز اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرماتا ہے۔ چنانچہ وہ واپس ہوئیں، تو اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح دھویا۔

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرافلة فی الزینة فی	اپنے اہل وعیال کے سوا دوسرے
غیر اھلھا کمثل ظلمة	لوگوں میں بن سنور کر جانا ایسا
یوم القیامة لا نور لھا	ہے جیسے قیامت کے دن کی
(ترمذی)	تاریکی جس میں کوئی روشنی نہ ہو

عام گذرگاہوں سے اجتناب کا حکم اُوپر جو آیت ذکر کی گئی اس سے یہ بھی کنایۃً معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کی خاطر عورتیں صدر راستہ سے نہ گزریں جہاں مردوں کی ریل پیل ہو، بلکہ وہ کنارے سے ہو کر گزریں۔ مسجد میں جہاں اُن کو حاضری کی اجازت ہے، وہیں اُن کو حکم ہے کہ پچھلی صف میں رہیں۔ حدیث میں صراحت ہے:

خیر صفوف النساء	عورتوں کے لئے بہترین صف
آخرھا وشرھا اولھا۔	اس کی پچھلی صف ہے اور ان کی
(رواہ مسلم)	اگلی بدترین صف ہے۔

اور مردوں کے لئے اسی حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے لئے بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری۔ اسی طرح مسجد سے واپسی میں ہدایت تھی کہ عورتیں پہلے آجائیں، تب مرد مسجد سے نکلیں، اور یہ کہ اگر مردوں کا

ساتھ ہو جائے، تو راستہ کے کنارے ہو جائیں۔ ایک دفعہ ایسا ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا :

استاخرن فانه لیس لکن ان تحتقن الطریق علیکن بحافات الطریق۔ (ابن کثیر)

عورتیں پیچھے ہو جائیں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ راستہ کے کنارے سے چلیں۔

اس حکم کے بعد عورتوں کا اسی پر عمل رہا اور اس طرح چلتی تھیں کہ ان کا کپڑا دیوار سے لگتا ہوتا تھا۔

اسلام میں احترام عفت آج کون ایسا عقل مند ہے جس کو دنیا کا تھوڑا بہت بھی تجربہ ہو، اور وہ ان ہدایات کی حکمتوں کا انکار کر دے۔ جو قوم یا جماعت ان ہدایات کو نہیں برتا کرتی، وہاں عفت و عصمت خطرہ میں گھر جاتی ہے جس کی خبریں رات دن ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بغیر قصد و ارادہ بھی نوجوان تیر نظر کا شکار ہو جاتے ہیں، اور ادائے جاناں پر فریفتہ ہو کر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اسلام نے فروع سے صرف نظر کیا ہے، مگر اصل حقیقت کو خوب سمجھا ہے، اور ان تمام راہوں پر آہنی دیوار کھینچ دی ہے جن سے فتنوں کے داخلہ کا خطرہ ہو سکتا ہے، اور اس طرح عفت و عصمت کے دامن کو داغ دار ہونے سے بچا لیا ہے۔

بات کرنے میں لوچ نہ ہو اسی حد تک بس نہیں ہے۔ اسلام نے

اس کا حکم بھی دیا ہے کہ اگر وہ کسی اجنبی مرد سے اپنے شوہر کے علاوہ مجبوراً باتیں کریں۔ گو وہ پردہ کی اوٹ سے ہو، تو بھی باتوں میں لوچ اور شیرینی پیدا نہ ہونے پائے تاکہ کسی بد طینت کو شرارت کا موقع نہ ملے۔ ارشادِ ربانی ہے

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ	اور دبا کر باتیں نہ کرو کہ جس
الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ	کے دل میں روگ ہے وہ لالچ
قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (احزاب ۴)	کرے اور تم معقول بات کہو۔

اپنے شوہر کے ساتھ بات کرنے کا جو طریقہ ہے وہ بس اُسی کے لئے خاص ہے۔ دوسروں کے لئے وہ طرزِ گفتگو اختیار نہیں کیا جا سکتا بغیر سے جو بات کی جائے وہ صاف اور کھلی ہو۔ عشوہ اور ادا کے ساتھ گفتگو ہرگز نہ کی جائے اور گفتگو میں لب و لہجہ خشک ہی رکھا جائے۔ لگی لپٹی باتیں جس سے مرد کے شیطانی نفس کو حیلہ کی راہ سُوجھتی ہے اس سے بالکلیہ اجتناب ضروری ہے۔

فقہاء نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عورت کی آواز ستر نہیں ہے۔ ضرورت کے وقت وہ اجنبی سے بول سکتی ہے۔ ہاں کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی ستر ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ایسی گفتگو جس میں لوچ ہو، عورت کے لئے جائز نہیں ہے، یا بغیر ضرورت مردوں سے بات چیت کی آزادی نہیں ہے۔

صاحبِ ردالمختار نے علامہ مقدسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ "کوئی نا سمجھ صوت المرأۃ عورۃ (عورت کی آواز ستر ہے) کا مطلب

یہ نہ سمجھے کہ بات چیت کو ہم ناجائز کہتے ہیں۔ بلکہ ہم تو بوقت ضرورت اجنبیوں کے لئے عورتوں سے کلام کو جائز کہتے ہیں۔ ہاں ہم یہ جائز نہیں سمجھتے کہ عورتیں تیز آواز میں بولیں۔ لوچ دار گفتگو کریں، آواز میں شیرینی اور جاذبیت پیدا کریں، جس سے مردوں کے دل اُن کی طرف کھچیں اور اُن کے جنسی میلان میں تحریک پیدا ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم عورتوں کو اذان دینے کی اجازت نہیں دیتے، کہ عموماً اس میں خوش آوازی سے کام لیا جاتا ہے۔

محرم کے لئے رعایت اسلام نے اظہارِ زینت، بے پردگی، چبا کر بات کرنے اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ البتہ اپنے اُن خصوصی رشتہ داروں کے سامنے آنے کی اجازت دی ہے جن کو اپنے خصوصی رشتہ کی وجہ سے طبعاً عورت کے لئے خیر کی خواہش ہوتی ہے۔ جیسے باپ، اپنا خاص بھائی، اپنا لڑکا اور اپنا سگا بھتیجا وغیرہ۔ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ	اور اپنی زینت عورتیں کھولیں
إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ	مگر اپنے خاوند کے لئے یا
أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ	اپنے باپ کے آگے یا اپنے
أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ	خاوند کے باپ کے، یا اپنے
أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي	خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی
إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ	کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے

اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْمَا مَلَكَتْ	بھائیوں کے یا اپنی عورتوں کے
اَيْمَانُهُنَّ اَوِالتّٰبِعِيْنَ غَيْرِ	یا اپنی لونڈیوں کے، یا خدمت
اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ	میں مشغول رہنے والوں کے جو
اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ	مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے، یا لڑکوں
يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ	کے جنھوں نے ابھی عورتوں کے
(سورہ نور۔۴)	بھید کو نہیں پایا۔

اس آیت میں جہاں بھائی کا ذکر ہے اس سے صرف اپنا حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائی مراد ہے۔ چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھا زاد بھائی اور اس طرح کے دوسرے وہ بھائی مراد نہیں ہیں جن سے شادی کبھی بھی جائز ہوسکتی ہے۔ اُن سے بھی پردہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح غیروں سے۔

محرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی شادی درست نہ ہو اور ابداء زینت صرف انھی کے سامنے جائز ہے جو محرم ہیں۔ ہندوستان اور غیر ملک میں چچازاد اور ماموں زاد بھائی وغیرہ سے جو بے پردگی کا رواج ہے، شریعت کے خلاف ہے۔ بھائی کے لڑکے سے مراد آیت میں اپنا سگا، علاتی اور اخیافی بھائی کا لڑکا ہی مُراد ہے، دوسرے بھائیوں کے لڑکے مُراد نہیں ہیں۔ اسی طرح بہن کے بیٹوں میں صرف حقیقی علاتی اور اخیافی بہن کے لڑکے شریک ہوں گے۔ غیر نہیں۔ اپنی عورتوں سے آیت میں دین کی شریک بہنیں مراد ہیں۔ کافر عورتوں سے بھی پردہ ضروری

ہے کہ وہ اجنبی مرد کے حکم میں داخل ہیں۔ ہاں کا فر لونڈیوں سے پردہ نہیں ہے۔ غلام بھی اجنبی مرد کے حکم میں ہی ہے۔ ان سے بھی پردہ ہوگا، اگر یہ بالغ ہوں۔

مردوں میں جو نابالغ ہوں یا کم عقلی کی وجہ سے عورت مرد کی اُن کو تمیز نہ ہو، یا کسی کو عورت سے رغبت نہ ہو، تو ان سے پردہ ضروری نہیں ہے۔ بقیہ تمام بالغ مردوں سے پردہ عورت کے لئے ضروری ہے گو وہ بوڑھا ہو، عنین ہو یا مجبوب ہو۔

جن کے سامنے اِبداءِ زینت کی اجازت ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کیا ہی جائے۔ ہاں اُن کے سامنے کسی وجہ سے ظاہر ہو جائے تو شرعاً مضائقہ بھی نہیں ہے۔ مگر جن حصوں کا کھولنا جائز ہے وہ ہتھیلیاں اور چہرہ ہے جیسا کہ اُوپر قرآن کی آیت گذر چکی ہے، اور زیادہ سے زیادہ محرم کے سامنے وہ اعضاء بھی ضرورتاً کھولے جا سکتے ہیں جن میں زیور پہنے جاتے ہیں۔ میری مراد کان، بازو اور گردن وغیرہ سے ہے۔ ہاں شوہر سے کسی حصّہ کا اخفا ضروری نہیں ہے۔ البتہ ادب یہ ہے کہ ایک دُوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھے۔

مراہق کے لئے ہدایت شریعتِ مطہرہ نے مراہق (یعنی قریبُ البلوغ) لڑکے کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں دی اور نہ عورتوں کو اُن کے سامنے اِبداءِ زینت کی۔ مراہق کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایاکم والدخول علی النساء۔ (مشکوٰۃ)
عورتوں کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرو۔

شوہر کے عزیز و قریب سے اجتناب شوہر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے اور مذاق کرنے کا جو رواج ہندوستان میں ہے وہ بھی شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ خواہ وہ شوہر کا بھائی ہو یا کوئی اور عزیز۔ محرم میں صرف شوہر کا باپ داخل ہے، دوسرا کوئی نہیں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شوہر کے عزیز و قریب (جیسے بھائی وغیرہ) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

الحمو الموت (مشکوٰۃ)
شوہر کے رشتہ دار عزیز (بھائی وغیرہ) موت ہیں۔

یعنی ان سے تو اور بھی پرہیز کرنا چاہئے، جو غیر محرم ہیں اور قرابت دور ہیں اُن کے نزدیک جانا ہی نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ اقارب سے فتنہ کا خوف بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ اور فتنہ میں پڑنے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ یہ تو بے دھڑک پہنچیں گے۔

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے اسلام ان تمام خطروں سے عفت و عصمت کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے جس سے عفت پر حرف آسکتا ہے کسی مرد کا عورت سے تنہائی میں ملنا جس قدر خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ پھر مزید اس سے تہمت جو خواہ مخواہ آئے گی وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ اس لئے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے

منع فرمایا۔ ارشادِ نبوی ہے:

لا یخلون رجل بامرأۃ	کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی
الا کان ثالثہما الشیطان	میں نہیں ملتا ہے، مگر تیسرا
(مشکوٰۃ۔ ص ۲٦۹)	شیطان موجود رہتا ہے

ایسی حالت میں شیطان جانبین کی شہوت میں اُبھار پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور مرد وعورت دونوں کے قلب میں بُرائی کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ یہاں کامیابی نہیں ہوتی تو کسی تیسرے کو بہکاتا ہے کہ ان کے حق میں سوئے ظن کا اظہار کرے، اور اس طرح ناکردہ گناہ میں کلنگ کا ٹیکہ لگانا چاہتا ہے۔

اس مہذب زمانہ میں بُرائی کا سبب بہت کچھ یہی طریقہ ہے کہ عورتیں بے باکانہ تنہائی میں اجنبی مردوں سے ملتی ہیں اور باتوں باتوں میں مرد عورت پر اپنی محبت کا غلط سکہ بٹھانا چاہتا ہے۔

جن کے شوہر گھر میں نہیں اُن سے بچو ایک حدیث میں ہے کہ اُن عورتوں کے پاس ملنے کے لئے نہ جایا کرو جن کے شوہر گھر میں نہیں ہیں۔ اور اس ممانعت کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ شیطان خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شہوت میں تحریک پیدا کر دے۔

فان الشیطان یجری	اس لئے کہ شیطان تم میں خون کے
من احدکم مجری الدم۔	دوران کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ راوی نے ذات بابرکت صلے اللہ علیہ وسلم

کے متعلق استفسار کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی حال تھا۔ مگر اللہ
تعالیٰ کے فضل وکرم سے شیطان پر مجھے غلبہ حاصل ہو گیا اور اب
اس سے ہر طرح محفوظ ہوں۔

ومنّي ولكن الله اعانني عليه فأسلم (مشکوٰۃ ص۲۶۹)

اور میرا بھی یہی حال تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اعانت فرمائی اب وہ تابع ہے

ان حدیثوں کی روشنی میں مرد وعورت کی باہمی کشش کا اندازہ لگایا
جا سکتا ہے۔ موجودہ دور میں جو کچھ فتنے پیدا ہوتے رہتے ہیں اُن سے
بھی اس کی پوری تائید ہوتی ہے۔ اور ہر ذی عقل حدیث کے اس نقطۂ نظر
کے ماننے پر مجبور ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم معتکف تھے میں ایک رات آپ سے ملنے گئی۔ چنانچہ میں
نے آپ سے بات چیت کی۔ پھر اُٹھی کہ واپس چلی چلوں۔ میرے ساتھ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو لیے تاکہ مجھے گھر تک پہنچا دیں۔ ہم دونوں
جا رہے تھے کہ دو انصاری بزرگ گذرے اور جب ان لوگوں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اور جلدی سے چل دیئے۔ آپؐ نے اُن دونوں
سے فرمایا۔ اطمینان سے جاؤ۔ یہ میرے ساتھ صفیہؓ بنت حیی ہیں۔ اُن دونوں
نے کہا۔ سبحان اللہ یا رسول اللہ! یعنی کیا آپؐ کے متعلق بھی بدگمانی
ہو سکتی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

ان الشيطن يجري من

آدمی میں شیطان خون کی طرح

ابن آدم مجری الدم وانی دوڑتا پھرتا ہے۔ میں ڈرتا ہوں
خشیت ان یقذف فی قلوبکما کہ کہیں وہ تم دونوں کے دل میں
شرا او قال شیئاً۔ کوئی بات نہ ڈال دے۔

جدید تحقیقات ہماری تائید میں اب تک اس باب میں قرآن پاک، احادیث اور عقل انسانی کی روشنی میں بحث کی گئی۔ مگر کچھ لوگوں کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی، جب تک وہ اہل یورپ کی رائے نہیں ملاحظہ کر لیتے۔ چنانچہ ایسے روشن خیال طبقہ کے لئے انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے کچھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے ہمارے مطمح نظر کی مزید تائید ہوتی ہے۔

رومن امپائر جو تمام یورپ کی ماں ہے اور جو حکومت تمدن و تہذیب کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھی۔ یہاں رومن امپائر میں بھی عروج و ترقی کے زمانہ میں عورتیں پردہ ہی میں رکھی جاتی تھیں۔ اُن کو باہر کے کاموں سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ انیسویں صدی کی انسائیکلوپیڈیا میں مذکور ہے:

"رومانیوں کی عورتیں بھی اسی طرح کام کاج پسند کرتی تھیں جس طرح مرد پسند کرتے ہیں، اور وہ اپنے گھروں میں کام کرتی رہتی تھیں۔ اُن کے شوہر اور باپ بھائی صرف میدانِ جنگ میں سرفروشی کرتے رہتے تھے خانہ داری کے کاموں سے فراغت پانے کے بعد عورتوں کے اہم کام یہ تھے کہ سُوت کاتیں اور اُون کو صاف کر کے اس کے کپڑے بنائیں۔ رومانی عورتیں سخت پردہ کیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ اُن میں جو عورت

دایہ گری کا کام کرتی تھی، وہ اپنے گھر سے نکلتے وقت بھاری نقاب سے اپنا چہرہ چھپا لیتی تھی اور اُس کے اوپر ایک موٹی چادر اوڑھتی جو ایڑی تک لٹکتی رہتی۔ پھر اُس چادر پر بھی ایک عبا اور اوڑھی جاتی جس کے سبب سے اُس کی شکل کا نظر آنا تو کیا، جسم کی بناوٹ کا بھی پتہ لگنا مشکل ہوتا تھا۔"

عورتوں کی بے پردگی کا نتیجہ | اس دور میں اس ملک اور قوم کی ترقی و عروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ تمام شعبہائے زندگی میں سب سے فائق تھے۔ مگر ٹھیک یہی زمانہ تھا کہ اُن کو عیش پرستی اور لہو و لعب کا شوق پیدا ہوا، اور پھر اس سلسلہ میں مردوں نے اپنی ہر مجلس نشاط میں عورتوں کو شریک کرنا چاہا کہ اُن کے بغیر مجلس سونی اور بے رونق معلوم ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کو پردہ کی قید سے باہر نکالا اور اُن کے دامنِ عصمت کو داغ دار بنانے کی کوشش کی اور کچھ ہی دنوں میں ان کی عورتیں ناچ رنگ کی محفلوں میں کھل کر آگئیں۔ پھر رومانی حکومت کا کیا حشر ہوا ...... ؟ بربادی شروع ہوگئی اور ساری عظمت و شوکت کی عمارت زمین پر آگئی اور بلاشبہ اس بربادی کا بڑا سبب عورتوں کی آزادی ہی تھی۔ تاریخ کی روشنی میں علامہ فرید وجدی تحریر فرماتے ہیں:

"مگر بات یہ ہوئی کہ جب انہیں بے پردہ بنایا گیا تو فتنے فطرت مردوں پر مائل ہونے لگے اور اس کے نتیجے آپس میں کٹنے مرنا شروع کر دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی حقیقت ہے جس کے

ماننے میں کوئی شخص بحث ہی نہیں کر سکتا۔"

علامہ لوئس پیرول نے "ریویو آف ریویوز" جلد ۱۱ میں "پولٹیکل فساد" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ اس میں کہتا ہے کہ "اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی بنیادیں منہدم کرنے میں سب سے زبردست کارکن عورت ہی ہے۔" پھر آگے چل کر رقم طراز ہے:

"رومانی جمہوری حکومت کے پچھلے دور میں مدبران سلطنت اور اعیانِ مملکت نازک مزاج اور عیش پسند عورتوں کی صحبت بہت پسند کرنے لگے تھے۔ اور ایسی عورتیں اُن دنوں بکثرت پائی جاتی تھیں۔"

مرد و عورت کے آزادانہ میل جول کا انجام | پھر عورتوں کے بے پردہ ہونے اور آزادی پانے کے بعد ملک کی کیا حالت ہوئی؟ تاریخ میں پڑھیے عورتوں کی آزادی کی وجہ سے ملک کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے فتنہ و فساد کے چشمے اُبلنے لگے۔ اُن کے اخلاق و اعمال نے تعفّن پیدا کر دیا۔ اور پھر ہوا یہ کہ:

"عورت مرد کے اس آزادانہ میل جول کی وجہ سے رُوما والوں میں بدکاری جیسی کمینہ عادتیں اور گندی خصلتیں پیدا ہو گئی تھیں، میرا قلم ان کے لکھنے سے شرماتا ہے۔ جن سے ان کی ہمتیں مُردہ ہو گئیں۔ ارادے پست ہو گئے، اور طبیعتوں میں کمینہ پن آگیا۔ پھر تو ان میں باہمی جھگڑے اور خون ریزی و خانہ جنگی کا زور ہوا اور یہ

افسوس ہے کہ عورت نہیں رہتی۔"

سماج کا فریضہ آج بہت سے مسلمانوں کو اسلامی پردے کی شکایت ہے۔ وہ مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر اپنے دین کی ان ہدایات پر چراغ پا ہوتے ہیں مگر غور کیجئے کہ خود مغرب والے اس سلسلہ میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ اگسٹ کونت اپنی فرانسیسی ڈائری لکھتا ہے :

"شوہر یا کسی قریبی رشتہ دار کی عدم موجودگی میں سوسائٹی کا فرض ہے کہ عورت کی ضروریات کا اپنی دولت سے انتظام کرے تاکہ معاش کی ضرورت سے مجبور ہو کر اسے گھر سے باہر کی زندگی میں اپنے آپ کو مبتلا نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ حتی الامکان عورت کی زندگی کو منزلی دائرے میں محدود رہنا چاہیئے، اور ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ عورت خارجی زندگی کے مصائب اور تکلیفوں سے محفوظ رہے۔ اور قدرت نے اسے دائرہ میں محدود کر دیا ہے اس سے باہر نکلنے پر مجبور نہ ہو۔"

آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کے لیے جو قانون اول دن سے مرتب کیا تھا، آج دنیا پھر پھرا کر اسی پر آ رہی ہے۔ اسلام نے بے کس اور مجبور عورت کا بار مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالا تھا۔ کچھ لوگ سمجھ رہے تھے کہ یہ ملک پر بار ہے جو نہ ہونا چاہیئے۔ مگر اب کیا کہیئے کہ خود علمائے یورپ اس حد تک آ گئے ہیں کہ مجبور عورتوں کا بار سوسائٹی پر ڈالتے ہیں۔

[illegible]

الا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأة الا مع ذي محرم فقال رجل يا رسول الله ان امرأتي خرجت حاجة واني كتبت في غزوة كذا وكذا قال انطلق فحج مع امرأتك

ہو جس کا محرم اس کے ساتھ نہ ہو اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میں نے غزوہ میں شرکت کا ارادہ کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لئے جا۔ (ریاض الصالحین ص [illegible])

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس سے عورتوں کے متعلق قانون الٰہی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی عفت و عصمت اور دوسری ضروریات کا کتنا لحاظ اور پاس ہے، جہاد کے مقابلہ میں اس بات کو ترجیح دی گئی کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ سفر حج میں جائے۔ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ جہاد کی شرکت سے بھی ضروری اس وقت عورت کے ساتھ جانا ہے تاکہ اس کی عفت و عصمت کی حفاظت کی جا سکے۔

سفر میں جاتے ہوئے گھر کی حفاظت مرد سفر میں جاتا ہے تو وہ بال بچوں عورتوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اپنی اور بیوی دونوں کی عفت و عصمت اور دوسری ضرورتوں کا لحاظ پاس کرنا ضروری ہے۔ سفر کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایسی دعائیں پڑھے جس میں بیٹے اور اپنے بال بچوں کے تحفظ اور آرام کی درخواست ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

متعلق کیا احکام دیتے ہیں جو عفت وعصمت کو داغ دار کرنے کی سعی کرتے ہیں یا کسی کی عزت وآبرو اور عفت واخلاق پر حرف لاتے ہیں۔

اسلام کی نظر میں وہ شخص ملعون ہے جو کسی پاک دامن عورت یا مرد کو برائی سے متہم کرتا ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ	جو لوگ ان عورتوں کو تہمت لگاتے
الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا	ہیں جو ایسی باتوں سے پاکدامن
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ	ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں
عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ	لعنت کی جاتی ہے اور اُن کو
تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ	بڑا عذاب ہوگا۔ جس روز اُن کے
وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا	خلاف اُن کی زبانیں اور اُن کے
كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَئِذٍ	ہاتھ اور اُن کے پاؤں ان کاموں
يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ	کی گواہی دیں گے جو یہ لوگ کرتے
الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ	تھے۔ اس روز اللہ تعالیٰ اُن کو
هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝	واجبی بدلہ پورا پورا دے گا۔ اور
(سورہ نور - ۳)	ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک

فیصلہ کرنے والا، بات کھول دینے والا ہے۔

اس آیت پر بار بار غور کیا جائے۔ غیظ وغضب اور وعید وتہدید کس قہر آمیز انداز کا ہے۔ دنیا میں بھی ایسا شخص ملعون قرار دیا گیا اور آخرت میں بھی۔

اتہام لگانے کی سزا کسی پاک دامن کو زنا سے متہم کیا اور چار عینی شرعی گواہ پیش نہ کر سکا تو اُس کی سزا یہ ہوگی کہ اُسے اسّی ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے، اور آئندہ کے لئے ایسا شخص مردود الشہادۃ قرار دیا جائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ	اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر
ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ	تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ
شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ	لا سکیں، تو ایسے لوگوں کو اسّی ۸۰
جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ	درّے لگاؤ، اور اُن کی گواہی
شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ	کبھی قبول نہ کرو۔ اور یہ لوگ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (نور ۔ ۱)	فاسق ہیں۔

اس آیت سے عفّت و عصمت کی اسلام میں جو قدر و منزلت ہے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک جُرم کی وجہ سے اس قاذف پر قرآن پاک نے تین دفعات قائم کیں۔ یعنی اگر وہ چار گواہ نہ لا سکا تو۔ ۱: اُس کو اسّی ۸۰ کوڑے لگاؤ۔ ۲: اُس کی گواہی آئندہ کے لئے غیر معتبر قرار دو۔ گویا یہ سب سے بڑا جھوٹا ہے اور۔ ۳: یہ کہ اُس پر فسق کا عیب چپک گیا۔

مسلمان کی عزّت اسلام کی نظر میں کسی پاک باز مسلمان کی آبرو ریزی کوئی معمولی جُرم بھی نہیں۔ جتنی قیمت ایک مسلمان کے خون کی ہے کم و بیش اسی درجہ میں اس کی عزّت اور آبرو کی بھی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کی اہمیت بتائی

ہے۔ اس میں ایک عزّت و آبرو بھی ہے کہ جو درجہ مکہ مکرّمہ کے اندر ماہ ذی الحجّہ کے یوم عرفہ کو حاصل ہے۔ ایسا ہی درجہ مسلمان کی عزّت و آبرو کو حاصل ہے۔

ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل المسلم علی المسلم	مسلمان کا مسلمان پر عزّت
حرام عرضه و ماله	و آبرو اور اس کا مال و خون
و دمه۔ (ریاض ص۱۳۱)	حرام ہے۔

اور متہم کرنے والے کا یہ فعل اس آیت کے ضمن میں بھی آجاتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ	بے شک جو لوگ چاہتے ہیں
تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ	کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں
اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ	میں چرچا ہو، ان کے لئے
فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ۔	دنیا میں اور آخرت میں دردناک
(سُورہ نور۔ ۲)	سزا ہے۔

اگر فرض کر لیجیئے کہ تہمت لگانے والا سچا ہے۔ مگر جب کہ اس کو معلوم ہے کہ ہم چار گواہ شرعی فراہم نہ کر سکیں گے اور یہ کہ بغیر گواہ شرعی حد قائم نہیں ہو سکتی ہے تو ایسی حالت میں بھی اس کو تہمت لگانے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسی شکل میں جس کو تہمت لگا رہا ہے اس کی بے وجہ رسوائی ہے اور اپنی اذیّت اور سزا۔ اس سے اچھا ہے کہ چشم پوشی کر جائے۔ ہاں خود بدکار کو سمجھانا چاہیئے ورنہ سب ہی سے

ڈرانا چاہیئے۔ اس طرح ثواب بھی مل جائے گا اور ممکن ہے مجرم اپنے جرم سے توبہ کر لے۔ لیکن اگر اُس نے چار شرعی گواہ پیش کر دیئے اور شرعی طور پر اس کا جُرم زنا ثابت ہو گیا تو پھر کوئی طاقت اسے قانون کی زد سے نہیں بچا سکتی اور شرعاً اُس پر حد جاری ہوگی۔ گر محصن شرعی ہے تو اُس کی سزا رجم ہے ورنہ سَو کوڑے۔

اِسلام میں سزا کی نوعیّت اس سزا پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اسلام نے جُرموں کی سزا عموماً اس کی نوعیت کے اعتبار سے مقرر کی ہے۔ یعنی جُرم کی جیسی نوعیت ہوتی ہے اسی طرح کی سزا بھی اُس کو دی جاتی ہے۔ مثلاً چور کی سزا یہ ہے کہ اُس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ کہ اس کام میں ہاتھ کو بڑا دخل ہے۔ ڈاکو کی سزا شریعت نے یہ مقرر کی ہے کہ ایک پیر اور ایک ہاتھ کاٹا جائے۔ کھلی بات ہے کہ اس کا جُرم چور سے بڑھا ہوا ہے۔

پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے سزا کی دو قسمیں مقرر کی ہیں۔ ایک کا نام "حد" ہے۔ دوسری کو تعزیر کہتے ہیں۔ آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ "حدود" میں اُن جُرموں کو رکھا ہے جن کی طرف طبیعت کو رغبت ہوتی ہے۔ اور ان میں بھی سزا کے اندر رغبت اور طبعی رجحان کے انداز سے شدت بڑھ گئی ہے۔ حدود میں چوری، ڈکیتی، مے خواری اور زنا وغیرہ ہیں۔

کوئی شُبہ نہیں کہ زنا ایک ایسا فعل ہے جس کی طرف طبیعت کا

میلان جلد ہوتا ہے اور اس میں انسانی طبیعت کے لئے بڑی کشش
اور ظاہری طور پر بڑی لُطف اندوزی ہے۔ اس لئے اسلام نے اسے
حدود میں شمار کیا اور اس جُرم کی سزا میں بڑی شدت اور سخت گیری سے
کام لیا۔ نرمی کا کوئی نام و نشان نہیں، در طرزِ سزا بڑا ہی عبرت انگیز
اور دردناک ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ زنا میں وطی ہوتی ہے، اور یہ ایک کُھلی ہوئی
بات ہے وطی اور جماع میں لذت صرف خاص اعضاء ہی کو نہیں
ملتی بلکہ اُس وقت جسم کے کونے کونے میں اس لذت کی بجلی دوڑ جاتی
ہے اور وقتِ خاص میں بال بال آدمی کا لذت اور لُطف محسوس کرتا ہے
اس لئے اسلام نے مناسب یہی سمجھا کہ سزا بھی اسی طرح کی تجویز کی جائے
جس کی وجہ سے اذیت ظاہری طور پر بھی تمام جسم کو پہنچے۔

زنا کار کی سزا اتنی بات جب معلوم ہو گئی تو آئیے بتائیں کہ اسلام
نے زنا کی سزا کیا مقرر کر رکھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا	زنا کرنے والی عورت اور زنا
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا	کرنے والا مرد، سو ان میں سے
مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ	ہر ایک کو سو درے مارو، اور
بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ	تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے معاملہ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ	میں ان دونوں پر ذرا رحم نہ آنا
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (نور-۱)	چاہیئے، اگر تم اللہ تعالےٰ اور

قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ اکبر! لب ولہجہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے یہاں اپنی ساری نرمی اُٹھا رکھی ہے اور اس کے غضب کی تلوار بے نیام ہے۔ مجرم کی جو سزا ہے وہ ظاہر ہے مگر حاکم کو بھی تنبیہ اور تہدید ہے اور اُس کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ ترحم اور ترس کھانا یہاں بھول جاؤ۔

اُس شخص پر کیسے ترس کھایا جائے جس کے سامنے اسلام نے عفت وعصمت کی اہمیت کھول کر رکھی۔ ساتھ ہی زنا کے مفاسد اور اس کے دینی و دنیوی نقصانات اس پر ظاہر کئے۔ اور جائز طریقے سے جنسی میلان کی تکمیل کی اجازت مرحمت کی، اور پھر بایں ہمہ اُس نے حدود اللہ کو توڑا۔

اس موقعہ پر عدم رافت کی تاکید غالباً اس وجہ سے بھی ہے کہ عموماً ایسے موقع پر آدمی کو یہ سوچ کر رحم آجاتا ہے کہ یہ انسان کی فطری خواہش ہے جس سے کبھی وہ مغلوب ہو جاتا ہے اور یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ جو کچھ ہوا، دونوں کی رضامندی سے ہوا۔ آیت میں اس شیطانی وسوسہ کی بھی مدافعت مقصود ہے۔

زناکار کی سزا کی تشہیر بے رحمی سے سو کوڑے مارے جانے کے علاوہ یہ بھی قرآنی ہدایت ہے کہ جب زناکار نے اپنی عفت کھو دی گویا اور اس کی شرم وحیا کو زمین وآسمان نے جذب کرلیا۔ تو پھر اس کی سزا پردہ میں کیوں ہو۔ بلکہ اس سزا کے وقت ایمان والوں کا ایک ہجوم ہو

کہ سزا کی خوب تشہیر ہو، اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی یہ عبرت و بصیرت بن سکے۔

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا	اور دونوں کی سزا کے وقت
طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ	مسلمانوں کی ایک جماعت کو
(سورہ نور ع ۱)	حاضر رہنا چاہیئے۔

شاید لوگوں کی موجودگی سے یہ بھی مقصود ہو کہ عوام کو اس کا علم ہو جائے کہ اس مجرم نے خدائی کپڑوں کو جذب کر لیا ہے جو ممکن ہے موقع پر ان کو معاف نہ کریں اور دوبارہ جرم پر آمادہ کر دیں اس لئے اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

قرآن پاک کی یہ آیت اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْمُشْرِکَةً وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ۔ نور-۱ (زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے۔ اور زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے) سے معلوم ہوتا ہے کہ جو زناکار ہوتا ہے اُس کی اوّل نظر زنا ہی پر جاتی ہے اور اس فعل کی وجہ سے بطور عذاب زنا کا خیال اس کی طبیعت میں رس بس جاتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص سے ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے۔

بے حیا عورت پر پابندی بے حیا عورت کے متعلق قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کی بے حیائی ظاہر ہو چکی تو اس پر پابندی عائد کر دی جائے اور خیال رکھا جائے کہ وہ گھر کی چار دیواری سے نکلنے

نہ پائے کیونکہ اس کا نکلنا ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ یا عورت خود پھر بے حیائی کے کام کا موقع ڈھونڈ نکالے گی۔ یا بُرے مرد اس کو خواہ مخواہ چھیڑیں گے۔ گو وہ نہ بھی چاہے۔ کیونکہ یہ بات بڑی حد تک درست ہے کہ جس نے ایک مرتبہ زنا کا ارتکاب کر لیا، اُس سے دوبارہ اس جرم کا ارتکاب لوگ بعید نہیں سمجھتے۔ ہاں شادی کے ذریعہ، اگر شادی نہیں ہوئی ہے۔ اصلاح کی اُمید کی جاتی ہے۔ جس آیت سے پابندی عائد کرنے کا حُکم سمجھ میں آتا ہے، یہ ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ	اور تمہاری عورتوں میں سے جو
مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا	عورتیں بے حیائی کا کام کریں
عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ج	تو تم لوگ اُن پر اپنے میں سے
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ	چار گواہ کر لو۔ سو اگر وہ گواہی
فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ	دے دیں تو تم ان کو گھروں کے
الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ	اندر مقید رکھو یہاں تک کہ موت
لَهُنَّ سَبِیْلًا ○	اُن کا خاتمہ کر دے یا اللہ تعالیٰ
(سورہ النساء۔ ۳)	اُن کیلئے کوئی راہ تجویز کر دیں۔

گو علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہی خیال ہے کہ زانیہ عورت کی شروع میں یہی سزا تھی۔ اب باقی نہ رہی اور اس طرح یہ آیت منسوخ ہے مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو بلکہ زنا کی سزا تو وہی ہو جو اوپر کی آیت میں سو کوڑے بیان کی گئی ہے اور اس آیت کا

منشاء یہ ہو کہ اجراء حد کے بعد عورت پر پابندی لگا دی جائے کہ وہ گھر سے نکلنے نہ پائے۔ تاکہ اس کی عصمت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو۔ چنانچہ صاحب کشاف کے قول سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ويجوزان تكون غير منسوخة ان يترك ذكر الحد لكونه معلوما بالكتاب والسنّة ويوصى بامساكهن في البيوت بعد ان يحدون صيانة لهن عن مثل ماجرى عليهن بسبب الخروج من البيوت والتعرض للرجال۔

(کشاف جلد ۱ ص ۲۵۶)

یہ بھی جائز ہے کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو اور حد کا ذکر یہاں اس لئے چھوڑ دیا گیا ہو کہ یہ کتاب و سنّت سے معلوم ہے اور یہاں اس کی تاکید کی جا رہی ہو کہ زناکار عورتوں کو حد کے اجراء کے بعد گھروں کے اندر رہنے کی پابندی لگا دی جائے کہ وہ ان حادثات سے محفوظ رہیں، جو گھر سے نکلنے اور مردوں کی چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ ہے۔

بہرحال اتنی بات ضرور ہونی چاہیئے کہ زناکار مرد اور عورت کے ساتھ سلوک اس طرح ہو کہ وہ محسوس کرے کہ جو کچھ میں نے کیا، بُرا کیا۔ اتنا بُرا کہ سماج اور سوسائٹی بھی اُسے برداشت نہیں کر سکتی ہے اور اس طرح وہ اپنے کئے پر پچھتائے کہ لغزشات اُس کے اس

بُرے فعل پر تائید کا پہلو پیدا نہ ہونے پائے۔ تاکہ دوسرے پر بھی یہ معاملہ اثر انداز نہ ہو۔

عہدِ نبوی میں "حدِّ زنا" کی عملی مثال موجود ہے۔ کتب حدیث میں واقعات پڑھے جا سکتے ہیں۔ اُوپر جو سزا بیان کی گئی وہ اس شخص کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ اور غیر محصن ہو، یعنی غیر شادی شدہ ہو اور ایسے شخص نے بخوشی زنا کا ارتکاب کیا ہو، تو اُس کی سزا سَو کوڑے ہے۔ جو تمام بدن کے متفرق حصّوں پر لگائے جائیں گے۔ صرف چہرہ اور اُن اعضا کو جن پر ضرب لگنے سے انسان مر جاتا ہے، محفوظ رکھیں گے۔

انسان کا قانونِ رجم | اور یہ شخص مکلّف اگر آزاد ہونے کے ساتھ محصن بھی ہو، یعنی نکاح صحیح کر کے اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو، تو اُس کی حد "رجم" ہے۔ یعنی ایسے زناکار مرد اور عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے زنا کیا ہے اور اُس نے چار بار اپنے اُوپر شہادت دی۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رجم (سنگسار) کا حکم فرمایا جو محصن تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا، اور اُس نے آپ کو پکار کر کہا۔ یارسول اللہ مجھ

سے زنا کا ارتکاب ہوگیا۔ یہ سن کر پہلے آپ نے منہ پھیر لیا۔ لیکن اُس نے اپنی یہ بات چار مرتبہ کہی۔ اُس کی چار مرتبہ گواہی کے بعد آپ نے اُسے بلایا اور پوچھا۔ تو پاگل ہے؟ اُس نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے پوچھا۔ "ہل احصنت" (کیا تو شادی شدہ ہے؟)۔ اُس نے کہا۔ "نعم" (ہاں)۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو لے جاؤ اور رجم کرو۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے رجم کا واقعہ کتب حدیث میں بہت مشہور ہے کہ انہوں نے خود آکر خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جرم کا اعتراف کیا آپ نے پہلے ٹالنے کی کوشش کی مگر انہوں نے چار بار اس کا اقرار کیا۔ اس طرح جب یقین ہوگیا۔ تو آپ نے اُن کے "رجم" کا حکم جاری فرمایا۔ اور وہ سنگسار کئے گئے۔

رجم کی حقانیت | یہ بالکل درست ہے کہ قرآن میں رجم کا حکم صراحتاً مذکور نہیں ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا انکار کر دیا جائے۔ جبکہ صحیح حدیثوں میں بکثرت اس طرح کی مثالیں موجود ہیں۔ اور خود ارشادِ نبوی میں بھی صراحتاً رجم کا حکم مذکور ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے اپنے زمانہ میں اس اندیشہ کا اظہار فرما کر اس کی تردید فرمائی تھی۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

لقد خشیت ان یطول	مجھے خوف ہے کہ ایک عرصہ
الناس زمان حتی یقول	دراز کے بعد یہ کہنے والے یہ کہنے
قائل لا نجد الرجم	پر نہ اُتر آئیں کہ ہم کتاب اللہ

فی کتاب اللہ فیضلوا	میں "رجم" کا حکم نہیں پاتے
بترک فریضہ انزلھا	ہیں۔ اگر ایسی بات ہوئی تو وہ
اللہ الا و ان الرجم حق	اس ایک فریضہ کے ترک کی
علی من زنی و قد	وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے سن
احصن اذا قامت	رکھو، شادی شدہ زانی پر رجم
البینہ او کان الحمل	حق ہے، جب ثبوتِ شرعی یا
او الاعتراف۔ (بخاری)	دلیلِ شرعی یا اعتراف پایا جائے

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ خدشہ درست ثابت ہوا۔ اور بعد کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے وہی کہا جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیشین گوئی تھی۔ مگر الحمد للہ ان کی یہ بات انہی تک محدود رہی۔ اور اُمت اس گناہ سے محفوظ رہ گئی۔ جمہور اُمت کے یہاں "رجم" کا حکم بالکل بجا ہے اور اُمت میں یہی حکم رائج ہے۔

عقل سے بھی رجم کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ محصن اور غیر محصن کی سزا میں ضرور فرق ہونا چاہیئے۔ اور اس کی یہی صورت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ غیر محصن کی راہِ راست پر آجانے کی کافی اُمید ہے کہ شادی سے جنسی میلان کا راستہ کھل جائے گا اور اس میں بری عادت باقی نہ رہے گی مگر شادی شدہ سے جب یہ جرم سرزد ہوتا ہے تو خطرہ ہے کہ اس کا وجود مرض متعدی کی حیثیت اختیار نہ کرلے۔ اس لئے یہ اچھا ہے کہ اس کے وجود سے سوسائٹی پاک ہو جائے

رجم کا طریقہ | بہرحال محصن مرد اور عورت اگر زنا پایا جائے اور ثابت ہو جائے تو اُن کو سنگسار کیا جائے گا۔ جس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک کھلی ہوئی جگہ مجرم کو لے جایا جائے گا۔ جہاں مجمع اور گواہ موجود ہوں گے۔ اگر اعترافِ جرم سے یہ فیصلہ ہوا ہے تو حاکم بسم اللہ کرے گا۔ اور اگر گواہی سے جُرم ثابت ہوا ہے تو گواہ ابتدا کریں گے۔ یعنی یہ پتھر اٹھا کر اُس پر ماریں گے پھر مجمع پبلک۔ اور اس طرح پتھر مارتے مارتے اُس کو ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا جائے گا۔ عورت کو رجم کرنا ہوگا تو اُس کے لئے گڑھا کھودا جائے گا اور نصف بدن اس میں گاڑ دیا جائے گا تاکہ بے ستری کا خوف باقی نہ رہے۔

زبردستی زنا اور اس کا حکم | اگر کسی عورت سے زبردستی زنا کیا گیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے۔ بخاری نے اپنی جامع میں ایک باب باندھا ہے: "اس عورت پر حد نہیں ہے جس سے زبردستی زنا کیا گیا ہو" اور اس باب کے تحت یہ آیت نقل کرتے ہیں:

وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (نور-۴)

اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک غلام نے ایک لونڈی سے زبردستی زنا کیا۔ یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں پیش ہوا۔ تو آپ نے ثبوت کے بعد غلام پر حد جاری کی۔ مگر لونڈی کو بری کر دیا۔

کیونکہ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔

عہدِ نبوی کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک خاتون نماز کے لئے نکلیں۔ راستہ میں ایک مرد سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ مرد نے اس خاتون کو پکڑ لیا اور زبردستی ان کے ساتھ زنا کیا۔ یہ خاتون چیخی چلائی، تو لوگ دوڑے اور زانی کو گرفتار کیا۔ پھر یہ زانی دربارِ نبوی میں پیش ہوا۔ چنانچہ اس شخص نے جرم کا اقرار کر لیا۔ عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذھبی فقد غفر اللہ لك۔ — تُو جا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا۔

اور زانی کے لئے رجم کا فیصلہ فرمایا۔

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے عرض کرنا ہے کہ اسلام کے ان قوانین سے عصمت و عفت کی جو اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ اس پر بار بار غور کیا جائے۔ اگر اسلام کا یہی قانون پوری دنیا میں نافذ کر دیا جائے تو کیا یقین نہیں ہے کہ دنیا سے بدکاری (جو وبا کی طرح پھیل پڑی ہے) ختم ہو جائے گی؟ دنیا چاہتی ہے کہ اخلاق و اعمال کی بندی و عفت و عصمت کا تحفظ عمل میں آئے تو اسے اسلام کے ان قوانین پر غور کرنا چاہئے۔

قومِ لُوط کا عمل

لواطت اپنی بیوی کے ساتھ ہو یا کسی دوسری عورت یا مرد کے ساتھ، یہ بہ حال حرام ہے۔ یہ ایسی بُرائی ہے جس پر تقریباً تمام اہلِ علم، سلف اور خلف کا اتفاق ہے۔ غالباً کچھ خداوندی قسم کے لوگ ایسے ہیں جو اپنی بیوی سے لواطت کو جائز کہتے ہیں۔ اور اپنی دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا	تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں
حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ	پس تم اپنے کھیت میں آؤ،
(سورہ بقرہ۔ ع ۲۸)	جس طرف سے چاہو۔

وطی فی الدبر مگر تعجب ہے کہ وہ اس آیت کو اپنی دلیل میں کیسے پیش کرتے ہیں۔ یہ آیت تو ان کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ "حرث" کا لفظ کھلی دلیل اس بات کی ہے کہ موضعِ کاشت عورت کے آگے کا مقام ہے، نہ کہ پیچھے کا۔ کیا کوئی مثال ہے کہ پیچھے کے حصہ (دبر) سے کسی عورت کے کوئی بچہ پیدا ہوا ہو۔ یا کوئی ڈاکٹر اپنے فن کے اعتبار سے اس کی کاشت کو ثابت کر سکتا ہے۔ جب یقینی طور پر ایسی بات نہیں، تو پھر کوئی ذی عقل اور سمجھ دار اس آیت سے کیونکر ثابت کر سکتا ہے۔ پھر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ وطی فی الدبر کو جائز قرار دیا جائے تو مقاصدِ نسل کا کیا حشر ہوگا۔ کوئی بد طینت مرد فرض کیجئے کہ اپنی جنسی خواہش

عورت کے پچھلے حصہ (دبر) سے پوری کرے۔ مگر سوال یہ ہے، کہ عورت کیا کرے گی؟ قرآن پاک میں اس کی تفسیر خود موجود ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ (بقرہ۔۲۸)	سو تم ان کے پاس آؤ جس جگہ میں اللہ نے تم کو اجازت دی ہے

کتب حدیث میں بیسیوں حدیثیں صراحتاً بتاتی ہیں کہ عورت کے ساتھ بھی وطی فی الدبر حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی النساء فی اعجازهن فقد کفر۔	عورتوں سے جس نے وطی فی الدبر کی، اس نے کفر کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی

من اتی حائضا او امرأة فی دبرها او کاهنا فقد کفر بما انزل الله علی محمد (رواه الترمذی)	جو شخص حائضہ سے یا کسی کے دبر سے جنسی میلان پورا کرے یا کاہن کے پاس آئے، اس نے دینِ محمد سے کفر کیا

کا مطلب بھی یہی ہے کہ عورت کے ساتھ لواطت کسی حال میں جائز نہیں۔ صحابہ کرامؓ میں کوئی بھی اس کی حلت کا قائل نہیں ہے۔ آئمہ بعد بھی لواطت کو (عورت کے ساتھ بھی) حرام ہی کہتے ہیں۔

جس حدیث میں یہ ہے کہ عورت کے پیچھے سے کر سکتے ہیں اس کا مطلب خود صحابہ کرامؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ پیچھے کی طرف سے آگے میں۔

اس معنی کی اور بھی متعدد آیات قرآن پاک میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ "استلذاذ بالمثل" مردوں میں قوم لوط سے شروع ہوا۔ یہی قوم اس کی موجد ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے لب و لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی قوم نے اس فعل کو اس طرح شروع کیا کہ ان کی قوم کے سامنے اس طرح کی کوئی مثال نہ تھی۔

قرآن پاک ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قوم لوط کی خباثت اس سلسلہ میں بڑھی ہوئی تھی۔ اس برائی پر اُن کو ذرہ برابر ندامت محسوس نہ ہوتی تھی۔ بلکہ قوم علی الاعلان اس برائی کا ارتکاب کرتی تھی۔ ان کی شیطنت کا یہ حال تھا کہ جب کسی خوب صورت کو دیکھا لوگ ٹوٹ پڑتے مہمان کی بھی اس سلسلہ میں پرواہ نہ تھی، زبردستی کرنا چاہتے تھے۔

قوم لوط اور اُس کا انجام | سورہ ہود، ساتویں رکوع میں رب العزت نے اس وقت کا نقشہ کھینچا ہے جب عذاب کے فرشتے نوجوان انسانوں کی صورت میں مہمان بن کر لوط علیہ السلام کے یہاں پہنچے ہیں۔ اور قوم لوط ان مہمانوں کی بے حرمتی کے لئے آمادہ ہو گئی ہے۔ یعنی چاہا گیا ہے کہ ان سے اپنی جنسی پیاس بجھائیں۔

لوط علیہ السلام کی پریشانی کا عجیب عالم ہے۔ قوم کو سمجھاتے ہیں کہ عورتوں سے اپنی جنسی تسکین چاہو۔ اس غیر فطری فعل پر کیوں تلے ہو [illegible] بڑے درد کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اور اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ یہ [illegible]

قوم ہے کہ ایک نہیں سنتی۔

بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ کا عذاب آیا، اور قوم لوط بری طرح سے تباہ ہوئی۔ زمین کو اُلٹ کر اس قوم پر دے مارا گیا۔ اور پھر پتھروں کی بارش بھی ہوئی۔ عذاب کا نقشہ قرآن میں کھینچتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا	پس جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم
جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا	نے اس زمین کا اوپر کا تختہ تو
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً	نیچے کر دیا، اور اس سرزمین پر
مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ	کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ۔	جو لگاتار گرتے تھے۔ جن پر
(سورۂ ہود۔ رکوع ۷)	اُن کے رب کے پاس خاص
	نشان بھی تھا۔

قوم لوط کے بعد قوم لوط کے بعد بھی اس فعل کا وجود بہت سے لوگوں سے ثابت ہے۔ امرد پرستی کا وجود قبل مسیح بھی تھا۔ یونان اور روم کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہاں یہ ذوق انتہائی عروج پر تھا۔ اس تمدن بالخصوص امرد پرستی کے سلسلہ میں لوگوں نے سقراط، ارسطو، سکندر اعظم، جولیس سیزر وغیرہ کا نام بھی لیا ہے۔

فرانس کے متعلق لکھا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی میں "امرد پرستی" اور "تلذذ بالمثل" کا بڑا زور تھا۔ [illegible] کو اس سلسلہ میں ۱۳۰۲ء میں

[illegible]

نہایت سخت سے سخت سزا تجویز کی۔ ذرا سی بھی رو رعایت روا نہیں رکھی۔ اوّل تو قرآن پاک میں قومِ لُوط کا واقعہ تفصیل سے متعدد مقامات میں ذکر کیا گیا۔ اِس برائی کے سلسلہ میں حضرت لُوط علیہ السلام نے جس جس طرح سے اپنی قوم کو سمجھایا، اُسے نقل کیا گیا اور اس طرف اشارہ کیا کہ جس قوم کو تلذّذ بالمثل اور امرد پرستی کی عادت ہو جاتی ہے اس کی اخلاقی حالت کس قدر پست اور ذلت آمیز حد تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر قوم کی عبرت انگیز سزا کا نقشہ پیش کیا۔ تاکہ قرآن کے پڑھنے والے اس بُرائی کے انجام سے اچھی طرح واقف ہو جائیں، اور اس طرح اپنے آپ کو اس غیر فطری فعل سے محفوظ رکھیں۔

قرآن و حدیث میں اس اُمّت کے لئے اس غیر فطری فعل کی سزا بھی بیان کی گئی ہے، اور اس سے روکنے اور اُمّت کو بچانے کے لئے بڑا مواد فراہم کر دیا گیا ہے۔ شروع میں قرآن پاک میں اس غیر فطری فعل کے کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہُوا۔

وَالَّذَانِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ	تم میں سے جو دو مرد بدکاری
فَاٰذُوْهُمَا (نساء-٢)	کریں، اُن کو سزا دیں۔

پھر رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دلنشین پیرایہ میں اس غیر فطری فعل کی بُرائی ذہن نشین کرنے کی سعی فرمائی۔ طرح طرح سے روکا اس کی سخت سے سخت سزائیں بیان کیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوط۔	مجھے اپنی اُمت میں سب سے زیادہ خطرہ قومِ لوط کے عمل کا ہے۔
(جمع الفوائد جلد ا ص۲۸۹)	

گویا یہ پیش بندی تھی کہ قوم کا رُخ اِدھر نہ ہونے پائے اور اُمت محسوس کرے کہ یہ ایسی بُرائی ہے۔ جس کا اندیشہ ظاہر کر کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم روک چکے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا جنسی میلان مرد سے پورا کرتا ہے یعنی لواطت کرتا ہے۔ رب العزت اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔

لوطی نقل و عقل کی روشنی میں | خدا کی لعنت کو لوطی سے انتہائی شدید نفرت ہوگی اور اس پر اتنا غضب ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ قومِ لوط کا عمل دنیا میں سب سے بدترین عمل ہے۔ بالکل غیر فطری ہے جو حیوانوں اور جانوروں میں بھی نہیں پایا جاتا۔ اس عمل کا ارتکاب کر کے انسانیت کی مٹی پلید کرتا ہے۔ نسل کشی کا اعلان کرتا ہے۔ اور یہی نہیں عورتوں کی تباہی و بربادی بھی اس میں مضمر ہے۔ خود اس کے کرنے والے مجرم کی بھی ہلاکت ہے۔ اپنے آپ کو طرح طرح کی بیماریوں کا شکار بناتا ہے۔ کیونکہ اس کے اعضائے رئیسہ مختل ہو جاتے ہیں۔ چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کے کسی کام کا نہیں رہتا۔ یہ محروم القسمت انسان اولاد جیسی نعمت اور عفت جیسی عظیم شان دولت

کیونکہ اس غیر فطری فعل کو زنا سے بھی بدتر سمجھا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت خالد بن زید، حضرت عبداللہ بن معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور پھر زہریؒ، ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ، امام مالکؒ، اسحاق بن راہویہؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ، ان تمام بزرگوں کا یہی قول ہے اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ جو زانی کی سزا شریعت میں مقرر ہے۔ وہی لوطی کی بھی ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے قائلین میں عطاء بن رباحؒ، حسن بصریؒ، سعید بن المسیبؒ، ابراہیم نخعیؒ، قتادہؒ، اوزاعیؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ (اپنے ظاہر قول میں) اور ایک روایت امام احمدؒ سے بھی ہے۔

اس کے خلاف دوسری جماعت کہتی ہے کہ زنا اور لواطت میں بڑا فرق ہے۔ زنا پر حد مقرر ہے اور لواطت پر کوئی حد مقرر نہیں۔ اس لئے لوطی کی بعینہ وہی سزا نہ ہوگی جو زناکار کی ہے۔ حاکم کو البتہ اختیار ہے کہ اس سے بھی زیادہ سخت اور دردناک سزا دے۔ لوطی کو ہاتھی کے پاؤں میں باندھ کر کچلوا دیا جائے۔ پہاڑ کے اوپر سے گرا کر مار ڈالا جائے اور یا آگ میں جلا کر مار دیا جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حاکمؒ کا یہی قول ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اجماع صحابہؓ اسی پر ہے کہ قتل کر دیا جائے۔ یہی مذہب جمہور کا ہے۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زنا کی حد جاری کی جائے اور

بعض علماء کہتے ہیں کہ جس طریقے سے بھی لوطی کو مار ڈالا جائے بہرحال اتنی بات مشترک ہے کہ لوطی کو موت کے گھاٹ اُتارنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ قتل کی نوعیت میں البتہ اختلاف ہے۔

لُوطی کی سزا عقل کی روشنی میں لوطی کی سزا کے متعلق صحابہ کرامؓ اور آئمۂ دین کے فیصلے پڑھ کر تعجب نہ ہونا چاہئے۔ قومِ لُوط کا جو حشر ہوا اُس کو سامنے رکھنے کے بعد کسی سختی کو سختی بھی نہیں کہا جا سکتا۔ لوطی کی خباثت اور شیطنت کو مدِ نظر رکھا جائے تو کہنا ہوگا کہ درست ہے اگر آسمان اس پر ٹوٹ پڑے پہاڑ گر جائے، زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنس دیا جائے۔

مفعول بہ جس نے فعل بد کروایا ہے، یہ تو اس درجہ میں ہے کہ اُس کا قتل ہو جانا ہی بہتر ہے کیونکہ جب اس کی رضا سے اس سے لواطت کی گئی تو اُس پر ایسی موت طاری ہو گئی جس میں زندگی کا کوئی حق نہیں۔ زمین پر متعفن زندہ لاش بنا رہے۔ بے گناہ قتل ہوتا تو اچھا تھا کہ لوگوں میں محبت و شفقت سے یاد کیا جاتا اور مقتول شہید کا درجہ حاصل کرتا مگر اس لوطی فی الدبر کے بعد اس کے حق میں کوئی ذکر و کرم نہیں، نہ شریعت کی نظر میں اور نہ انسانی سوسائٹی میں۔ دیکھئے تو کہ قاتل کو اگر مقتول کا وارث چاہے تو بچا سکتا ہے مگر لواطت کرنے والے اور کرانے والے کے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟ یقیناً نہیں!

عہدِ صحابہؓ کا ایک واقعہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو اطلاع دی گئی کہ ایک ایسا شخص ہے جو لواطت کراتا ہے۔ حضرت خالدؓ نے یہ قضیہ امیر المؤمنین صدیق اکبرؓ کو لکھ بھیجا اور مشورہ طلب کیا۔ چونکہ یہ نئی طرز کا واقعہ تھا۔ حضرت

صدیق اکبرؓ نے مجلسِ مشاورت بلائی اور یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ نے رائے دیتے ہوئے فرمایا کہ اس عمل کا تعلق قومِ لوط کے عمل سے ہے سزا بھی اسی نوعیت کی مناسب ہے۔ میری رائے ہے کہ اس کو جلا ڈالا جائے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ رائے پسند آئی اور آپ نے یہی سزا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کو جب یہ فرمان ملا تو آپ نے اسے گرفتار کیا اور آگ میں جلوا ڈالا۔

یہ وہ ملعون فعل ہے جس کے ارتکاب کرنے والے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار لعنت فرمائی اور اس کی قباحت کا اظہار فرمایا۔

بچنے کی تدبیر اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس غیر فطری فعل سے انسان اپنے کو محفوظ رکھے۔ اس کی صورت یہی ہے کہ خوبصورت لڑکوں سے اجتناب کیا جائے اور جو اس کے دواعی ہو سکتے ہیں ان سے الگ تھلگ رہنے کی سعی کی جائے۔

حافظ ابنِ حجرؒ نقل کرتے ہیں :

"مالداروں کے لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ اپنی شکل وصورت اور لباس و پوشاک سے سراپا فتنہ ہیں۔ ایسے فتنے کہ بسا اوقات عورتوں سے بڑھ کر فتنہ ثابت ہوتے ہیں۔"

پھر انہوں نے حضرت سفیان ثوریؒ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن حضرت شیخ غسل خانے میں داخل ہوئے۔ اتفاق سے اسی وقت ایک لڑکے نے بھی غسل خانہ میں داخل ہونا چاہا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا۔ اسے یہاں سے نکالو اور جلد نکالو اور وجہ یہ بیان فرمائی :

فانی اری مع امراۃ شیطاناً و مع کل صبی بضعۃ عشر شیطاناً۔ (منتقی نخبہ ص ۲۱۷)

عورت کے ساتھ مجھے ایک ہی شیطان دکھائی دیتا ہے مگر امرد کے ساتھ کچھ اوپر دس شیطان۔

امرد سے پرہیز اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہے کہ امام موصوف کی خدمت میں ایک شخص کسی ضرورت سے حاضر ہوا۔ اس شخص کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا۔ اسے دیکھ کر آپ نے پوچھا۔ یہ کون ہوتا ہے؟ اس شخص نے بتایا کہ بھتیجا ہوتا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ دیکھو اب دوبارہ ہمارے یہاں نہ لانا اور تم بھی اس کو ساتھ لے کر بازار میں پھرا نہ کرنا تاکہ کسی کو تمہارے متعلق برا گمان کرنے کا موقع نہ ملے۔

یہ ان بزرگوں کی رائے ہے جو اپنے علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں مسلّم ہیں۔ پھر کیا یہ رائے بے وجہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے جو ہدایت فرمائی وہ بالکل درست اور قابلِ عمل ہیں۔

ہمارے زمانہ کے ان حضرات کے لئے ان واقعات میں عبرت و بصیرت ہے جو تنہائی میں امرد لڑکوں سے پاؤں دبواتے ہیں۔ اور بے تکلف ان کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان کی نیتوں میں فساد ہے۔ بلکہ آگاہ یہ کرنا ہے کہ فتنہ کے دواعی سے اپنی حفاظت ایک ضروری فریضہ ہے۔

امرد کا چہرہ دیکھنا | فقہاء شہوت کے اندیشہ کے وقت "امرد" کے چہرہ کو دیکھنا حرام کہتے ہیں۔

فانہ یحرم النظر الی	یعنی میلان کا خطرہ ہو تو
وجہہا و وجہ الامرد	اس وقت عورت اور "امرد"
اذا شک فی الشہوۃ۔	کے چہرہ پر نگاہ ڈالنا حرام
(درمختار بر حاشیہ رد المحتار ج ۵ ص ۲۸۵)	ہوتا ہے۔

"امرد" اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کی ڈاڑھی ابھی نہ نکلی ہو، مونچھ آ رہی ہو۔ بعض علماء تو کہتے ہیں کہ امرد اگر حسین ہو تو عورت کے حکم میں ہے یعنی سر سے پاؤں تک اس کا جسم ستر ہے، اس کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے۔ مگر اور اکثر کی رائے ہے کہ شہوت کے ساتھ دیکھنا تو جائز نہیں، مگر اس کا اندیشہ نہ ہو تو پھر مضائقہ کچھ نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ تلذذ مقصود ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں۔

قال ابن القطان	ابن القطان فرماتے ہیں امرد
اجمعوا علی انہ	جس کی ڈاڑھی نہیں نکلی ہے
یحرم النظر الی غیر	تلذذ اور اس کی خوب صورتی
الملتحی بقصد تلذذ	سے متمتع ہونے کے ارادہ
وتمتع البصر بمحاسنہ	سے ایسے لڑکوں کو دیکھنا
واجمعوا علی جوازہ	بالاجماع حرام ہے اور اگر
بغیر قصد اللذۃ	تلذذ مقصود نہ ہو اور دیکھنے

کہ جن میں کوئی چیز حائل باقی نہ رہے۔ ہاں اس حکم سے مصافحہ وغیرہ طرح کی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ اس کی بھی صراحت فرماتے ہیں:

ویحرم لمس عورۃ غیرہ بای موضع من بدنہ کان بالاتفاق۔ (فتح الباری پ ۲ ص ۱۲۸)

غیر مرد کے ستر کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ بدن کے جس حصہ کی بھی ستر چھوئے سب حرام ہے۔

ہمارے اس دور میں ان لوگوں کے لئے عبرت و بصیرت کا سبق ہے جو لڑکوں کے سامنے گھٹنے کھولنا اور تیل کی مالش کرنا عیب نہیں سمجھتے۔ ارشادِ نبوی ہے:

لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل (مشکوٰۃ ص [illegible])

ایک مرد دوسرے مرد کی ستر نہ دیکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔

دنیا رب العالمین کا کشت زار ہے اور لوگ اس کی زراعت ہیں اور ملک
موت اس کے کاٹنے والے قبریں اس کی روندن اور جنت اور دوزخ اس
کی پیداوار ہیں۔ خدا نے پانچ چیزوں میں پانچ چیزیں رکھی ہیں قناعت[1] میں عزت گناہ[2]
میں ذلت شب[3] بیداری میں ہیبت اور گرسنہ[4] شکم میں حکمت اور ترک طمع[5] میں
تونگری۔ معاصی کفر کے قاصد ہیں جس طرح کہ بوسہ جماع کا قاصد ہے اور گانا
زنا کا۔ نگاہ عشق کا۔ بیماری موت کا قاصد ہے۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کا
سبب ہو جاتا ہے۔ گناہوں کے بیشمار قبیح و مذموم اثرات ہیں، جو قلب و
جسم، دنیا و آخرت دونوں کے حق میں مضر ہیں جن کی تفصیلات کا علم اللہ تعالیٰ
ہی کو ہے۔ نیکی سے چہرہ پر رونق ہوتی ہے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے، رزق
میں فراخی ہوتی ہے بدن میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور مخلوق کے دلوں میں
محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور گناہ سے چہرہ پر سیاہی آجاتی ہے، قبر اور دل میں
ظلمت و تاریکی پیدا ہوتی ہے جسم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور روزی میں
تنگی ہو جاتی ہے۔ اور مخلوق کے دلوں میں بغض و نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ گناہ
قلب کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندے کو توبہ و ندامت سے بھٹکا دیتے ہیں۔
بار بار گناہ کرنے سے اس کی برائی کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں
پر فخر کرنے لگتا ہے۔ معصیت بندے کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتی ہے
گنہگار پر تمام چرند پرند بلکہ کیڑے مکوڑے بھی لعنت بھیجتے ہیں
معصیت سے انسان ذلیل ہو جاتا ہے اور طاعت سے عزت بڑھتی ہے
[illegible]

ہے۔ معصیت سے نورِ عقل فنا ہو جاتا ہے۔ معصیت اور گناہوں سے قلب پر مُہر لگ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پے در پے گناہ کرتا رہا تا آنکہ قلب اندھا ہو کر رہ گیا۔ معاصی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے معاصی کی وجہ سے بندہ اس لعنت کے ماتحت آجاتا ہے۔ معصیت کرنے والا آنحضرتؐ، اور فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے۔ معاصی سے پانی، ہوا، زراعت، پھلوں اور گھروں پر آفت اترتی ہے، زمین کی پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ انسانوں کی عمر میں کمی ہو جاتی ہے۔ معاصی سے غیرت کا نُور بجھ جاتا ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول سب سے زیادہ غیور ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ شریف۔ بلند رتبہ۔ بلند حوصلہ۔ بلند مرتبہ۔ عالی قدر۔ عالی ہمت شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر اپنے لئے اپنے خواص کے لئے اور بندگانِ خدا کے لئے انتہا درجہ کی غیرت رکھتا ہو۔ اور یہی وجہ ہے جو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی اُمّت کے حق میں ساری دنیا سے زیادہ غیور تھے اور اللہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ آنحضرتؐ سے بھی زیادہ غیور ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

أتعجبون من غيرة سعد ؟ لأنا أغير منه . والله أغير مني

کیا سعد بن عبادہؓ کی غیرت پر تمہیں تعجب ہو رہا ہے۔ یقین کرو میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔

معاصی اور گناہوں سے حیا و شرم کا جوہر فنا ہو جاتا ہے حالانکہ قلب کی حیات حیا سے وابستہ ہے۔ معاصی سے بندے کے دل میں پروردگارِ عالم کی

عظمت وجلالت کم ہو جاتی ہے۔ بندہ نافرمانی کرتا ہے۔ تو پروردگار عالم اسے
بھلا دیتا ہے، اور اس کو نفس و شیطان کے حوالے کر دیتا ہے۔

عاصی و نافرمان بندہ خود اپنی جان کو بھول جاتا ہے، اور اپنے کو دائرہ
احسان سے خارج کر دیتا ہے جب کوئی بندہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے
اور اہل ایمان کی رفاقت سے محروم ہو جاتا ہے تو ایمان کے ساتھ جو بھلائیاں
وابستہ ہیں۔ ان سب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ معاصی سیر الی اللہ۔ اور سوئے
آخرت کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے انسان بلا کی
سختی، بدبختی کی گرفت، فیصلہ کے برے نتائج اور دشمنوں کی ہنسی کا نشانہ بن
جاتا ہے۔ گناہ بندے کو انعامات الہیہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ خدا کی ناراضی کا
موجب ہیں۔ جب بندہ غلط راہ پر چل پڑتا ہے اور خدا کی اطاعت و عبادت کی
جگہ معصیت و گناہ۔ اور شکر گزاری کی جگہ کفران نعمت کرنے لگتا ہے۔ اسباب
رضامندی کی جگہ اسباب خشم و ناراضی پیدا کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتیں اس
سے چھین لیتا ہے۔ اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب تمہیں کوئی نعمت حاصل
ہو تو تم اس کی رعایت کرو کیونکہ گناہ نعمت کو زائل کر دیتے ہیں۔ رب العباد کی طاعت
سے گناہوں کو جھاڑ دو کیونکہ رب العباد بہت جلد انتقام لیا کرتا ہے جہاں تک
ہو سکے بندوں پر ظلم کرنے سے احتراز کرو کیونکہ ظلم کرنا بہت بھاری بوجھ ہے
اپنے قلب سے دنیا کا سفر کرو تاکہ ظلم کرنے والوں کے آثار کا تمہیں پتہ چلے۔
ظالموں کے یہ مکانات ان کے مرنے کے بعد ان کے خلاف شہادت دیتے

ہیں۔ اور تم ان کو جھٹلا نہیں سکتے۔ ان کے حق میں ظلم سے زیادہ کوئی مضر چیز
نہ تھی۔ اسی نے ان کو توڑ کر رکھ دیا۔ ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور کتنے ہی محل
چھوڑے اور خود ان پر ملبوں کے ڈھیر لگ گئے لیکن مرنے کے بعد سیدھے جہنم
رسید ہوئے اور ساری نعمتیں ختم ہو گئیں اور جو کچھ دنیا میں ان کو ملا تھا خواب سا بن
کر رہ گیا۔ معاصی قلب کے اندر خوف و ہراس اور وحشت پیدا کر دیتے
ہیں اور دل ہمیشہ خوف زدہ اور ہراساں رہتا ہے معاصی سے قلب مریض
ہو جاتا ہے اور معاصی سے اجتناب دنیا و آخرت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز کرتا
ہے معاصی سے قلب کی بصارت اور نور فنا ہو جاتا ہے اور علم و ہدایت کی راہیں
مسدود ہو جاتی ہیں۔ گناہ نفس کو ذلیل۔ نجس۔ تنگ اور حقیر کر دیتے ہیں۔ نفس
شیطان کا اسیر ہے اور شہوات و خواہشات کے جیل خانہ میں مقید ہو جاتا ہے
معاصی عقل کو غارت کر دیتے ہیں۔ معاصی اور گناہوں کے سبب پروردگار عالم
سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خیر و فلاح کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔ معاصی اور
گناہوں سے عمر، رزق، علم بلکہ دین و دنیا کی ساری برکتیں سلب ہو جاتی ہیں انسان
رفعت و بلندی کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے مگر معاصی اسے سفلہ اور پست
کر دیتے ہیں۔ اگر خدائے تعالیٰ کا حلم نہ ہوتا تو بندوں کے گناہوں کی وجہ سے
آسمان و زمین تہ و بالا ہو جاتے۔ معاصی سے ہر چیز انسان کی دشمن بن جاتی ہے۔
معاصی کی زد۔ انسان کی معاد و معاش۔ دنیا و آخرت دونوں پر پڑتی ہے۔ خاتمہ
بالخیر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ توکل علی اللہ۔ اور انابت ختم ہو جاتی ہے۔ اور
[illegible] معاصی سے قلب کی [illegible] ہو جاتی

سے ہے۔ حق و باطل کا امتیاز نابود ہو جاتا ہے۔ اور انسانی کمال کا مدار صرف دو ہی اصول پر ہے۔ حق و باطل کا امتیاز اور باطل کے مقابلہ میں حق کی اتباع معاصی شیطان کے اسلحہ ہیں۔ گنہگار آدمی اپنے دشمن کو یہ اسلحہ خود مہیا کر دیتا ہے۔ معاصی شیطان کی فوج ہے جس کے ذریعہ وہ انسان کے مقابلہ میں جنگ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ قلب انسانی حزب اللہ اور حزب الشیطان کی آماجگاہ ہے۔ عاصی اپنی جان کو ذلیل کرتا ہے۔ اپنے آخرت کے حصّہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اپنی جان کو بے قدر کر دیتا ہے۔ دنیا کے عوض آخرت کو فروخت کر دیتا ہے۔ معاصی حاضر اور مستقبل کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

گناہوں سے وہ فرشتے جو آدمی کے لئے مامور و موکل ہیں۔ دور بھاگ جاتے ہیں اور شیطان جو آدمی کا دشمن ہے۔ قریب تر ہو جاتا ہے۔ معاصی قلب کو دھنسا دیتے ہیں معاصی قلب کو بہرہ، گونگا، اندھا اور مسخ کر دیتے ہیں۔ معاصی اور گناہوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھوں اور کانوں پر محرومی کی مہر لگ جاتی ہے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ دلوں پر قفل لگ جاتے ہیں۔ قلوب مختلف قسم کے بوجھل پردوں میں دب جاتے ہیں۔ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ دل اور آنکھیں مقلوب و معکوس ہو جاتی ہیں۔ معاصی انسان و اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ پروردگار عالم کے ذکر سے قلب کو غافل کر دیتے ہیں۔ گناہ بندے کو خود اپنی جان سے بھی غافل کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ گنہگار کے قلب کی تطہیر و صفائی ترک کر دیتا ہے۔ گناہ سینوں کو تنگ و تاریک کر دیتے ہیں۔ قلوب کو حق سے بھٹکا دیتے ہیں۔ دلوں پر مختلف قسم کے امراض قابو پالیتے ہیں۔ دلوں کو غذا و دوا

لگا دیتے ہیں۔ اور دل ہمیشہ کے لئے معکوس و مقلوب ہو کر رہ جاتے ہیں۔ گناہوں
کی وجہ سے انسان کو طاعات الٰہی اور عبادت خداوندی سے نفرت ہو جاتی ہے
اور طاعت و عبادت سے انسان دور بھاگنے لگتا ہے۔ گناہ قلب کو بہرا کر دیتے
ہیں اور وہ حق بات سننا گوارہ نہیں کرتا۔ گونگا بنا دیتا ہے۔ زبان سے حق بات
نکل نہیں سکتی۔ اندھا بنا دیتا ہے۔ حق بات دیکھ نہیں سکتا۔ قلب اور حق کے درمیان
باعتبار سماعت بینائی اور کلام کے درمیان وہ بُعد ہو جاتا ہے جو بہرے کو آواز سے
اندھے کو رنگ سے اور گونگے کو بات چیت کرنے سے بُعد ہوتا ہے۔ خدا نے
جس مقصد سے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ شرک اس کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس
لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ ایک انسان کا قتل تمام بنی نوع انسان کا قتل ہے
یاد رکھیں تمام حوادث کا مبدا نظر ہے۔ اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے ہی
لگتی ہے۔ نگاہ ابلیس کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔ نگاہ ہر تکلیف اور حسرتوں کا سبب
ہوتی ہے۔ جب کسی انسان کی آنکھ، نگاہ و نظر فاسد اور خراب ہو جاتی ہے۔ اور
نگاہ و نظر کی خرابی کی وجہ سے قلب فاسد اور خراب ہوتا ہے تو اس کا حال ایسا
ہو جاتا ہے جہاں نجاستیں اور ناپاکیاں کوڑا اور میل کچیل پھینکا جاتا ہے۔ اور اب
وہ اس قابل ہی نہیں رہتا۔ اس کے اندر خدا کی معرفت، محبت، اللہ تعالیٰ سے
انس تقرب ہو۔ اور سرور تقرب کو اس کے اندر جگہ مل سکے۔ بلکہ اس کے اندر تو
وہ رذائل بستے ہیں جو ان مقدس اوصاف کی ضد ہیں جس انسان کا وقت
غفلت، شہوت، رذائل، گناہوں اور فاسد آرزوؤں میں بسر ہوا ہو۔ اس کا
ہونا اس کے نہ ہونے سے بہتر ہے۔ اس کا دنیا میں جینا ہی بے کار ہے۔ اس

کے حق میں زندگی سے موت بہتر ہے۔ آنکھوں کی حفاظت و نگرانی سے خدا نورِ
بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے قلب کو ثابت و مستقیم رکھتا ہے۔ جو آدمی محض
اللہ کی رضامندی کی خاطر کسی عورت یا مرد کے محاسن و خوبصورتی سے آنکھیں پھیر
لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عبادت کی حلاوت اور شیرینی سے بھر دیتا۔

نگاہِ عبرت

رابعہؒ عدویہ کا ایک شخص پر گذر ہوا اس کے پاس بھُنا ہوا حیوان
تھا وہ بڑی دیر تک اسے دیکھتی رہیں پھر رونے لگیں وہ شخص بولا
شاید اس میں سے آپ کھانا چاہتی ہیں وہ بولیں میں نے اس کی طرف کسی ارادہ
سے نگاہ نہیں کی ہے بلکہ میں یہ دیکھتی ہوں کہ حیوانات آگ میں مُردہ ہو کر داخل ہوتے
ہیں اور گناہ گار انسان اس میں زندہ داخل ہوگا۔

حضرتِ قلب خیر و شر کا مبدا و منبع ہیں تمام ارادے جنہیں عزیمتیں خطرات
ان سے پیدا ہوتی ہیں بندے کا کمال تو یہی ہے کہ خطرات و ارادات کے ذریعہ بندہ اپنے
قلب و باطن کی صفائی کرے۔ دنیا والوں کی پروا نہ کرتے ہوئے پروردگارِ عالم کی
رضامندی حاصل کرنے میں اپنے خواطر و ارادوں کو کام میں لائے۔ ان طریقوں
اور رستوں پر غور و تدبر کرے جو خدا تک پہنچاتے ہیں۔ پس کامل ترین انسان وہ ہے
جس کے خواطر و افکار، ارادے بے شمار ہوں لیکن وہ صرف پروردگارِ عالم
کی رضامندی کے لئے ہوں۔ اور ناقص ترین انسان وہ ہے جس کے خواطر و افکار
و ارادے بے شمار ہوں لیکن وہ حظِ نفس اور خواہشات کے لئے ہوں۔

یہ دیکھو! حضرت فاروقؓ ہیں۔ آپ کے خواطر و افکار کس قدر کثیر و وافر ہوتے
تھے لیکن وہ محض رضائے الٰہی کے ماتحت ہوتے تھے آپ کے خواطر و افکار

اس قدر وافر ہوتے تھے کہ باہم ٹکراتے تھے بعض اوقات یہ خواطر و افکار نماز
کی حالت میں آپ پر مستولی ہوجاتے تھے۔ اور آپ نماز ہی کے اندر ان سے
کام لیتے تھے۔ اپنی نماز میں وہ مجاہدین کا لشکر ترتیب دیتے تھے۔ اور اس طرح
آپ ایک عبادت میں دوسری عبادت کو داخل اور شامل کر لیتے تھے۔ نماز میں
جہاد کو داخل کر لیتے تھے۔ نماز بھی ادا ہو رہی ہے اور جہاد بھی ہو رہا ہے اللہ اللہ
تداخل عبادت فی عبادت کی کیا بہترین صورت ہے۔ یہ عزیز و شریف
دروازہ اسی کیلئے کھل جاتا ہے۔ جو صادق القول حاذق القلب ہوتا ہے۔ علم و
بصیرت سے آراستہ ہوتا ہے عالی حوصلہ آور اور بلند ہمت ہوتا ہے۔ وہ ان
امور میں اس قدر مہارت رکھتا ہو کہ ایک عبادت میں دخل اور شامل ہونے
کے بعد وہ بہت سی عبادتیں اس کے اندر کس طرح داخل کر سکتا ہے۔ اور
اس میں کس طرح وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہ عبادت و حذاقت محض خدا کا
عطیہ ہے اور بس۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اگر تم کسی کے قلب
ضمیر کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو اس کی زبان کی حرکت کو دیکھ لو۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے بات
دل کا راز کھول دے گی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ قلب دیگچہ کی طرح
ہے۔ اس میں جو کچھ ہوتا ہے جوش کھاتا ہے۔ اور زبانیں کفگیر ہیں۔ جو آدمی اللہ
اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش
رہے۔ بندہ جب صبح کرتا ہے۔ تو اس کے تمام اعضا اس کی زبان سے پناہ
مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں تو خدا سے ڈر ہمارا انجام تیرے ہاتھ ہے۔ تو سیدھی ہے
تو ہم سیدھے ہیں۔ تو ٹیڑھی ہے تو ہم ٹیڑھے ہیں جہنم میں جانے والوں میں

اکثر زبان کی وجہ سے جائیں گے۔ غیر ضروری باتوں سے احتراز کرنا دین کی بہتری ہے۔ جو قدم ثواب کا موجب نہ ہو اس سے بہتر ہے کہ بندہ بیٹھا رہے۔ وہ آدمی نہایت ہی دون ہمت اور ذلیل النفس ہے جو حقائق کے مقابلہ میں غلط تمناؤں اور جھوٹی آرزوؤں پر قناعت کر بیٹھے۔ اور اپنی تمناؤں اور آرزوؤں سے اپنے کو مزین اور آراستہ کرتا ہے قسم خدا کی۔ یہ غلط تمنائیں، جھوٹی آرزوئیں مفلس لوگوں کا سرمایہ اور غلط کار سودے بازوں کا راس المال ہے۔ یہ تمنائیں اور آرزوئیں ان ناکارہ انسانوں کی طاقت ہے جو صرف خیالات کی دنیا میں بستے ہیں اور حق تعالیٰ کی غلط امیدیں باندھتے ہیں۔ وہ آدمی کس قدر کوتاہ عقل و کم سمجھ کہا جائے گا؟ جو موتی کو مینگنی کے عوض، مشک کو گوبر کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے۔ انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کی رفاقت کے مقابلہ میں ان لوگوں کی رفاقت کو ترجیح دیتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب اتر چکا ہے۔ اور جن پر اس نے لعنت بھیجی ہے۔ اور جن کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جو بہت ہی برا مقام ہے۔ گنہگار کی نیک نامی اور شہرت و شرافت بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ گناہوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ مدح و ستائش، شرافت و بزرگی کے جس قدر بھی نام ہوتے ہیں۔ وہ گنہگار سے سلب کر لئے جاتے ہیں اور ان کی بجائے تحقیر و مذمت سے اسے یاد کیا جاتا ہے۔ یا تو وہ مومن، محسن، نیک، متقی، پرہیزگار، طاعت گزار، منیب، ولی، متورع، مصلح، عابد، خائف من اللہ، کثیر التوبہ، طیب، خدا کا پسندیدہ بندہ وغیرہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اب اسے فاسق، فاجر، بدکار، نافرمان، دشمن دین، بدعمل، بدکردار، مفسد، خبیث، مردود، زانی

چور۔ قاتل۔ کذاب۔ خائن۔ لوطی۔ عہد شکن۔ قاطع رحم۔ وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تمام نام فسق و فجور کے نام ہیں۔ اور فسق و فجور کے نام بہت ہی بُرے نام ہیں۔ قرآن حکیم کے اندر ہے۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ : (حجرات ع ۲)

اور ایمان لانے کے بعد فاسق کا نام بہت ہی بُرا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اسماء ایمان سے محرومی۔ خدائے منتقم کے قہر و غضب۔ اور دخول جہنم۔ اور رسوائی و ذلّت کے موجب ہیں۔ اور اچھے نام رضامندیٔ رحمٰن۔ دخول جنّت اور اس شرافت و بزرگی کے موجب ہیں جو بندے کو دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں شرافت و بزرگی اور برتری بخشتے ہیں۔ اگر معصیت و گناہ کی کوئی اور سزا نہ دی جائے اور صرف اُن بُرے ناموں ہی کا مستحق بنا دیا جائے تب بھی عقل سلیم معصیت سے باز رہے گی۔ اور طاعت و عبادت کا صرف یہی صلہ کافی ہے کہ نیک نامی حاصل ہوتی ہے۔ اور نیکی کے ان مقدس ناموں سے بندہ یاد کیا جاتا ہے۔ جو پسندیدہ ہیں تو عقل سلیم طاعت و عبادت سے وابستگی و گرویدگی کا حکم دے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے خیر و فلاح سے نوازے۔ وہ کامیاب ہے اور اُسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اور جس پر وہ اپنی خیر و فلاح کے دروازے بند کر دے اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔ جسے وہ اپنی بارگاہ سے دور کر دے اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور جسے وہ اپنا مقرب بنائے اسے کوئی دھتکارنے والا نہیں۔

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (الحج ۲۲)

اور جس کو خدا ذلیل کرے اُسے کوئی عزّت دینے والا نہیں۔ خدا جو
چاہتا ہے سو کرتا ہے۔

اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دنیا اور آخرت
میں عزّت عطا فرما۔ معاصی سے بندہ خدا اور مخلوق اور بندوں کی نگاہ سے
گر جاتا ہے جاہ و منزلت، کرامت و بزرگی ختم ہو جاتی ہے۔ طاعت و عبادت
سے جاہ و منزلت، کرامت و بزرگی میں ترقی ہوتی ہے۔ معاصی کی ایک سزا یہ
بھی ہے کہ خدا اور بندوں کی نگاہ میں گنہگار کی جاہ و منزلت عزّت و کرامت
ختم ہو جاتی ہے۔ جو بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے، خدا کی نگاہوں سے گر جاتا
ہے اور بندوں کی نگاہوں سے بھی وہ گر جاتا ہے۔ اور جس کی قدر و منزلت
مخلوق اور بندوں میں نہ رہی اور ان کی نگاہوں میں بے قدر اور بے عزّت ہو گیا
تو مخلوق اس کے ساتھ برتاؤ اور سلوک بھی ویسا ہی کرے گی جو اس کی قدر و
منزلت کے ظرف ہے۔ خستہ حال، بے عزّت، بے آبرو، بے وقعت
بے دوست و یار، بے مددگار ہو کر رہ جائے گا، اور پھر یہ ہمہ قسم کی مسرتوں
سے محروم ہو جائے گا۔ اس کے ذکرِ خیر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ قدر و منزلت کا
خاتمہ ہو جائے گا۔ جاہ و عزّت کا خاتمہ ہو جائے گا اور سراپا رنج و غم
حزن و الم بنا رہے گا۔ اس کی زندگی کی تمام ساعتیں اور سارے مزے فرح و
لذّت سے خالی ہوں گے۔ پس اگر شہوت کا نشہ اسے بدمست نہ کر دیتا
تو اسے پتہ چلتا کہ شہوت رانی اور شہوت کی لذّت اندوزی کے نتائج میں

معصیت و نافرمانی کے یہ مصائب و آلام کس قدر دلدوز اور دردناک ہیں؟

خدائے ذوالجلال و ذوالجبروت کی یہ بہت بڑی نعمت اور اس کا زبردست انعام ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کا ذکرِ خیر عام کر دے اور دنیا میں اس کے نام کو بلند کر دے اور اس کی جاہ و منزلت، قدر و عظمت، عزت و مقبولیت۔ اس کا ذکرِ جمیل اور شہرت اس قدر بڑھا دے کہ وہ مرتبہ کسی کو حاصل نہ ہو سکے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک، تسکینِ قلب، سرورِ نفس، حیاتِ قلب، لذتِ روح، لذت آگیں عیش، خوشگوار زندگی تو وہی ہے جس میں مولائے حقیقی کی رضامندیاں شامل ہوں۔ خوش نصیب وہ ہیں جنہوں نے آخرت کے باقی کے بدلہ میں دنیائے فانی کو آخرت کے نفائس کے عوض دنیا کے خسائس و رذائل کو آخرت کے عظیم و برتر کے عوض دنیا کے حقیر کو فروخت کر دیا۔ پس وہ لوگ جو متقی، پرہیزگار، نیک اعمال و نیک کردار ہیں، وہ دنیا و آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور اور فائز المرام ہیں۔ دونوں جہان میں انہیں بہترین زندگی حاصل ہے کیونکہ نفس کی فرحت، سرورِ قلب، فرحتِ قلب، لذتِ قلب، بہجتِ قلب، طمانیتِ قلب، انشراحِ قلب، نورِ قلب، وسعتِ قلب، غنائیت قلب سے وابستہ ہے۔ اور یہ چیزیں اسی وقت حاصل ہوتی ہیں جبکہ شہوات محرمہ، فواحشات مکروہہ، اور شبہات باطلہ سے اجتناب و احتراز کیا جائے۔

گنہگار بندہ جب اپنے معاصی کی وجہ سے شرمندہ و شرمسار ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ذلت و خواری، عاجزی و انکساری، خاکساری و فروتنی، خضوع و خشوع، رجعت الی اللہ، اجتناب معاصی، خوف و خشیت، تضرع و زاری کی

خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے مولی ۔ رب ۔ آقا کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی ٹیک دیتا ہے اور عاجزی ۔ انکساری ۔ فروتنی اور خاکساری کے ساتھ اپنے رخسار اُس کی دہلیز پر رگڑنے لگتا ہے اور خدا کی قدر و منزلت پہچاننے لگتا ہے۔ اپنی محتاجی اور بے کسی و بے بسی کا اعتراف اپنے قلب کی گہرائیوں سے کرنے لگتا ہے ۔ اپنی حفاظت اور عفو و ترحم ، مغفرت و نجات کے لئے اپنے کو اپنے سید مولی اور خالق کا سراسر محتاج سمجھنے لگتا ہے۔ تو اللہ تعالی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

پیش لفظ

گناہوں سے بچو

حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے کچھ اسباب بنائے ہیں جن کے ذریعہ وہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ اور کچھ آفتیں پیدا کی ہیں جن سے وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ انعامات الٰہیہ کو جلب کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ کی طاعت ہے۔ اور فنا کرنے۔ اور روکنے والی آفت معصیت اور گناہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لئے اپنے انعامات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے الہام فرماتا ہے کہ وہ اس کی پوری پوری اطاعت کرے۔ اور جب کسی سے اپنے انعامات چھین لینا چاہتا ہے۔ اور اسے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس بات میں لگا دیتا ہے کہ وہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی نافرمانی۔ اور گناہوں میں صرف کرے

یہ کچھ عجیب بات ہے کہ لوگ گناہوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے حالات ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ اور گناہوں کی پاداش میں جن لوگوں سے انعامات الٰہیہ سلب کر لی گئیں۔ ان کے حالات پڑھتے و۔ سنتے ہیں۔ پھر بھی معصیت کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔ گویا یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا کا یہ معاملہ دوسروں کے ساتھ ہے۔ ن کے ساتھ

نہیں۔ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور خدا کے اس عمومی قاعدہ سے خصوصی طور پر یہ علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ دوسری مخلوق کے لئے یہ سزا ہے ان کے لئے نہیں۔ بتاؤ دنیا میں اس سے بڑھ کر کونسی جہالت ہو سکتی ہے؟ اور اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کونسا ظلم ہو سکتا ہے؟ فالحکم للہ العلی الکبیر۔

مومن اپنے پروردگار کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہے اسی لئے وہ اچھا عمل کرتا ہے اور فاسق و فاجر آدمی اپنے پروردگار کے ساتھ بُرا گمان رکھتا ہے۔ اسی لئے وہ بدعملی کا ارتکاب کرتا ہے۔ حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں تم جس کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے اس سے رحمت و فضل کی امید، ذلت و رسوائی اور حماقت ہے۔ کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا یہ وجہ ہے کہ ہم تمہیں ہمیشہ روتا ہوا ہی دیکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں [illegible] ہوئے [illegible] حسن بصریؒ سے پوچھا، ابو سعید! ہم ایسے لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے ہیں جو ہمیں اتنا خوف دلاتے ہیں کہ ہمارے دلوں کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم اس قسم کے خوف کا کیا علاج کریں؟ انہوں نے جواب دیا تمہارا اُن لوگوں کے پاس بیٹھنا بہت ہی اچھا ہے جو تمہیں ڈرا ڈرا کر امن و راحت کی جگہ پہنچا دیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تمہیں امن و سلامتی کی باتیں سنا سنا کر خوف و ہلاکت کی منزل کو لے جائیں۔ امام احمدؒ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا: ”ڈر ہے آباد اور معمور بستیاں ویران ہو جائیں گی۔ پھر فرمانے لگے یہ اس وقت ہوگا جبکہ فاسق و فاجر لوگ نیک لوگوں کے مقابلہ میں اُبھر آئیں گے قوم کے سردار منافق لوگ ہوں گے۔“ امام اوزاعیؒ حضرت حسان بن عطیہؒ سے روایت کرتے ہیں، آنحضرتﷺ نے فرمایا: ”میری اُمت کے شریر، خیار (نیک) لوگوں کے مقابلہ میں ابھریں گے۔ اور ایسے ابھریں گے کہ ایمان والے [illegible] ان میں چھپا کریں گے جس طرح آج منافق ہم سے چھپا کرتے ہیں۔“

[illegible] حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث [illegible]

کرتے ہیں "ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مومن کا دل ایسا گھل کر رہ جائے گا جیسے پانی میں نمک گھل کر رہ جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا: منکرات دیکھیں گے لیکن روکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔"

لعنت سے بچو

زنا عظیم ترین مفاسد کا منبع ہے۔ نظام عالم کی برہمی، انساب کی بے حرمتی، عصمت وعفت کی بربادی کا موجب ہے۔

زنا کے مفاسد نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، ایسی خرابیاں جو مصلحت نظام عالم، حفظ انساب، تحفظ آبرو، صیانت وحرمت اور عفت وعصمت کے سراسر خلاف و منافی ہیں۔ ہر انسان کی بی بی، بیٹی، بہن، ماں کی عصمت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اس سے سخت ترین عداوتیں اور بغض وکینہ پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ زنا ان تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ زنا سے دنیا بھر کی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ جب کسی آبادی میں سود اور زنا پھیل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ہلاک کر دینے کا حکم صادر فرماتا ہے۔

جب لوگ علم کو ظاہر کرنے لگیں اور عمل کو چھوڑ بیٹھیں اور زبان سے تو محبت کا اظہار کریں اور دلوں میں بغض وکینہ رکھیں اور رشتہ داریاں توڑ دیں تو اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرتا ہے اور ان کو بہرا اندھا کر دیتا ہے۔ اور معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی زد میں آجاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بہت سے گناہوں پر لعنت بھیجی ہے پس جو شخص ان معاصی کا ارتکاب کرے گا وہ بدرجہ اولیٰ اس لعنت کا مستحق ہوگا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو بدن پر گودے گدوا کر اس میں رنگ بھرتی ہیں اور

یہ کیا ہو رہا ہے؟ اُس کے بعد وہ فوراً تخت سے نیچے آگرا اور اس کا بھیجا پھٹ گیا۔ اُس کی بی بی بھی گر پڑی۔ اور اُس کے لڑکے قتل کر دیئے گئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس وقت کے پیغمبر کو وحی سے خبر دی کہ فلاں عالم کو خبر دیدو کہ تیری پشت میں اب کوئی صدیق پیدا نہیں ہوگا۔ میرے لئے تیرا غصہ بس اسی قدر تھا۔ آثار معاصی میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے سارے گناہ دنیا کی گذشتہ امتوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ہے کسی نہ کسی امت کا ترکہ و میراث ہے چنانچہ لواطت قوم لوط کا ترکہ ہے۔ لین دین میں لیتے وقت حق سے زیادہ لینا اور تولنا اور دیتے وقت حق سے کم دینا اور تولنا قوم شعیب کا ترکہ ہے زمین پر اکڑنا اور فساد کرنا فرعون اور قوم فرعون کا ترکہ ہے۔ تکبر و غرور جبر و زیادتی قوم ہود کا ترکہ ہے پس گنہگار و نافرمان آدمی ان میں سے جس امت کا گناہ کرتا گا اُسی امت کے مشابہ ہوگا اور یہ امتیں اللہ تعالیٰ کی دشمن تھیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن احمد اپنی تصنیف کتاب الزہد میں اپنے والد سے اور وہ حضرت مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

اوحی اللہ الی نبی من انبیاء بنی اسرائیل ان قل للمؤمنین لا تدخلوا مداخل اعدائی ولا تلبسوا ملابس اعدائی ولا ترکبوا مراکب اعدائی ولا تطعموا مطاعم اعدائی فتکونوا اعدائی کما ھم اعدائی۔

انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی پیغمبر پر اللہ تعالےٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ تم اپنی قوم سے کہدو کہ میرے دشمن جہاں داخل ہوں وہاں

تم داخل نہ ہونا میرے دشمنوں نے جو لباس پہنا تھا تم نہ پہننا میرے دشمن جس سواری پر سوار ہوئے تھے تم سوار نہ ہونا میرے دشمن جو کھانا کھاتے تھے تم نہ کھانا، اگر تم ایسا کروگے تو جیسے وہ میرے دشمن ہیں تم بھی میرے دشمن ہو۔

امام بخاریؒ اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

ان المؤمن یری ذنوبه کانه قاعد تحت جبل یخاف ان یقع علیه، وان الفاجر یری ذنوبه کذباب وقع علی انفه فقال به هکذ افطار

صاحب ایمان گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پر نہ آگرے اور فاجر آدمی اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ناک پر مکھی بیٹھی ہے ہاتھ اٹھایا اور مکھی اڑ گئی۔

لواطت

اس کبیرہ گناہ کی سزا میں خدا نے کسی قوم کو قوم لوط سے پہلے اس طرح ہلاک نہیں کیا [illegible] دیا اور اس قوم کو اس فعل بد کی وجہ سے خدا نے وہ سخت سزا دی کہ دنیا کی کسی قوم کو ایسی سزا نہیں دی۔ ان کو ہلاک کرنے میں مختلف قسم کی عقوبتیں جمع کر دی گئیں۔ ان کی آبادی، ان کے مکان ان پر الٹ دیئے گئے انہیں زمین کے اندر دھنسا دیا، آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے اور انہیں سنگسار کیا گیا۔ ان کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ عذاب ان پر لازم کر دیا گیا۔

يَا قَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ (ہود)

اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں نہایت پاکدامن ہیں تمہارے لئے موجود ہیں۔

اپنے مہمانوں کی عزت وآبرو بچانے کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کرتا ہے کہ لو! میری لڑکیوں سے تم شادی کر لو، مگر میرے مہمانوں کو نہ چھیڑو، میرے لئے شرمندگی کا موجب ہے چنانچہ حضرت لوط ان سے کہتے ہیں۔

يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ. اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ؟ (ہود)

اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں نہایت پاکدامن ہیں تمہارے لئے موجود ہیں تم خدا سے ڈرو، اور مہمانوں کے مقابلہ میں مجھے رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ متمرد لوگ کیا دیتے ہیں؟ اس پر بھی غور کرو۔ جواب دیتے ہیں۔

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِىْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ.

تم جانتے ہو کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں جو ہماری غرض ہے۔ وہ تم خوب جانتے ہو۔

یہ سن کر خدا کا پیغمبر ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

لَوْ اَنَّ لِىْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِىْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ

کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کسی زبردست سہارے

کی پناہ مل جاتی

یہ سن کر خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوطؑ کو حقیقت حال سے مطلع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، آپ گھبرائیے نہیں، وہ نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں، اور نہ آپ کو دکھ دے سکتے ہیں، ہم کو خدا نے ان کی ہلاکت کے لئے بھیجا ہے۔

إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوا إِلَيْكَ ؕ (ہود)

ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ان کی رسائی تم تک نہیں ہوگی۔

پھر انہیں خدا کی بشارت سناتے ہیں۔ اور وہ بدبختوں کے لئے جو عذاب لے کر آئے ہیں اس کی اطلاع دیتے اور کہتے ہیں۔

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ ؕ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ ؕ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ؕ (ہود)

تم کچھ رات گئے اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جاؤ ..... اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے، بس تمہاری بی بی ضرور مڑ کر دیکھے گی اس پر وہی عذاب آنے کا جو ان لوگوں پر آئے گا۔ ان کا مقررہ وقت صبح ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟

جب خدا کا پیغمبر ان کی ہلاکت میں کچھ دیر پاتا ہے تو کہتا ہے۔ عذاب جلد اترے، جیسے فرشتے کہتے ہیں، ہاں جلد سے جلد عذاب اترے گا۔

گئے۔ تلے اوپر کر دیئے گئے۔ اور اب اُن کے منہ اور جسم سے آگ جھڑ رہی ہے
جہنم کے پُرخطر طبقوں میں جل رہے ہیں۔ لذیذ شراب کی بجائے گرم پیپ پی
رہے ہیں۔ اُن کے چہرے جھلس گئے ہیں۔ اور اُنہیں کہا جا رہا ہے۔ اپنے عمل
کا مزہ چکھو۔

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا
تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؛　　　(الطور)

اس میں داخل ہو۔ اور صبر کرو یا نہ کرو۔ تمہارے کیے کی سزا دی
جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس قوم کے پیروؤں۔ اور بدکرداروں کو سخت
سے سخت وعید سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے۔

وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ؛　　　(ہود)

اور وہ مقہور آبادی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔

معاصی اور گناہ کسی حال میں بھی عقوبت و سزا سے خالی نہیں لیکن افسوس
کہ بندے اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ اس طرح غفلت میں پڑے ہیں کہ
ان کو ان عقوبتوں کا شعور و احساس تک نہیں کیونکہ دنیا کی زندگی اور زندگی کی
گوناگوں مشغولیتوں میں کچھ ایسے بدمست ہیں کہ اُن کی عقلیں اور فکریں
مُردہ اور بے حس ہو چکی ہیں۔ بندے کچھ ایسے غافل سو رہے ہیں کہ پتہ اور
نشان تک کو نہیں احساس نہیں اُنہیں اس کا شعور و احساس اُس وقت ہوگا
جب وہ بیدار ہوں گے۔ نشہ اور مستی اتر جائے گی۔ مدہوشی شعور و احساس سے

گناہ انسان کے حق میں نہایت مضرت رساں چیز ہے

یہ یقینی امر ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ گناہ کا زہر قلب میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح انسان کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے اور جس درجہ کا زہر ہوتا ہے اسی درجہ کی اس کی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ کیا دنیا اور آخرت کی کوئی مصیبت، کوئی خرابی، کوئی تباہی اور بربادی، اور بیماری ایسی ہے جس کی اصل وجہ اور اصل سبب معاصی نہ ہوں؟ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو جنت سے کس چیز نے نکالا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت اور جنت کی نعمتوں، لذتوں اور جنت کی مسرتوں سے محروم کیا؟ اور کس چیز نے ان کو جنت خلد اور دار بہجت و سرور سے نکال کر دار محن اور دار مصائب و آلام میں ڈال دیا؟ اور کس چیز نے ان کو دنیا کے قید خانہ میں مقید کر دیا؟ ابلیس معلم الملکوت تھا اس کو ملکوت سماوات سے کس چیز نے ملعون، مطرود اور مردود بنا کر رکھ دیا؟ اور کس چیز نے اس کا ظاہر و باطن مسخ کر کے رکھ دیا؟ اور ایسا مسخ کر دیا گیا کہ اس کی بدترین صورت کے برابر کوئی صورت نہ رہی، اور اس کے بدترین باطن کے برابر کوئی باطن نہ رہا۔ ایک وقت تھا کہ وہ مقربین بارگاہ الٰہی میں بلند درجہ رکھتا تھا، لیکن سرکشی کی وجہ سے وہ سب سے بڑا ملعون اور مردود بارگاہ بن کر رہ گیا، رحمت لعنت سے تبدیل ہو گئی، خوبصورتی

بدصورتی سے تبدیل ہوگئی۔ جنت کے بدلہ شعلہ فگن آگ کا ایندھن بن کر رہ گیا ایمان کفر سے بدل گیا۔ خدائے حمید کا دوست تھا لیکن وہ اس کا سب سے بڑا دشمن بن کر رہ گیا یا تو وہ تسبیح و تقدیس، تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتا تھا یا اب وہ کفر و شرک، کذب و دروغ، فحش و یاوہ گوئی کا دلدادہ ہے۔ لباس ایمان، لباس کفر، لباس فسق و فجور، لباس عصیاں سے تبدیل کر دیا گیا۔ اور نگاہِ خداوندی میں وہ انتہا درجہ ذلیل و خوار بن کر رہ گیا۔ رحمت الٰہی کی بلندیوں سے بالکل تحت الثریٰ میں جا گرا۔ پروردگار عالم کا قہر و غضب اس پر ایسا ٹوٹا کہ وہ سب سے نیچے جا گرا، فجار، فساق بدکاروں اور جرائم پیشہ لوگوں کا بڑا سے بڑا قائد، اور سپہ سالار بن کر رہ گیا۔ یا تو وہ عبادات و طاعات میں سب سے پیش پیش تھا اور فرشتوں کی سیادت و قیادت کیا کرتا تھا، یا اب وہ خدا کی ساری مخلوق سے بدتر۔ اور سب سے بڑا منکر و کافر بن کر رہ گیا۔ اے خدائے قادر و توانا تیری نافرمانی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ آہ وہ کونسی چیز تھی جس نے ساری زمین کے بسنے والوں کو طوفان کے ایسے پانی سے غرق کر دیا جس نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والوں کو بھی نہ چھوڑا؟

وہ کونسی چیز ہے جس نے قوم عاد پر باد صرصر مسلط کر دی؟ یہ لوگ مر کھپ گئے۔ اور زمین پر ایسے مرے پڑے رہ گئے گویا درختوں کے بوٹے زمین پر گرے پڑے ہیں۔ یہ ہوا ایسی چلی کہ جہاں سے گزری شہروں، آبادیوں، باغوں اور کھیتوں، چوپایوں، جانوروں کو تباہ و برباد کرتی چلی گئی اور ایسی قیامت برپا کر دی کہ دنیا کی قوموں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئی۔ اور وہ کونسی چیز

ہے جس نے قوم ثمود پر بادلوں کی گرج بھیجی کہ جس کی آواز سے لوگوں کے دل اور شکم شق ہو کر رہ گئے اور تمام کے تمام کھپ گئے؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم لوط کی آبادیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب تک پہنچا دیا۔ اور اس قدر آسمان کے قریب پہنچا دیا کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز فرشتے سننے لگ گئے اور پھر اس طرح اس طبقہ کو پلٹ دیا کہ اوپر کو تلے اور تلے کو اوپر کر دیا۔ اس طرح تمام کو ہلاک کر کے مارا۔ اور پھر ان پر جہنم کے پکائے ہوئے پتھر آسمان سے گرائے گئے۔ اور انہیں ایسی سخت سزا دی گئی کہ دنیا میں ایسی سزا کسی قوم کو نہیں دی گئی۔ کیا ایسا عذاب ظالموں سے دور رہ سکتا ہے؟ اور ظالم اس سے بچ سکتے ہیں۔ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قوم شعیب پر بادلوں کا عذاب بھیجا؟ یہ بادل چھتری کی طرح چھا گئے اور جب ان کے سروں پر آ گئے تو ان پر آگ برسانے لگے۔ اور وہ کونسی چیز ہے جس نے فرعون کی قوم کو دریا برد کر دیا اور ان کی روحوں کو جہنم میں پہنچا دیا؟ حق اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جسم غرق ہونے ہی کے لئے اور ان کی روحیں جہنم میں جلنے ہی کے لئے تھیں۔ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قارون، قارون کے گھر، اس کا مال، اور اس کے اہل و عیال کو زمین میں دھنسا دیا؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے حضرت نوح کے بعد مختلف اوقات میں بے شمار قوموں کو انواع و اقسام کے عذابوں سے دوچار کر دیا اور قومیں کی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے صاحب یسین کی قوم کو چیخ کی کڑک سے ہلاک کر مارا تا آنکہ ایک نفر بھی زندہ نہ بچ سکا؟ اور وہ کونسی چیز تھی جس نے بنی اسرائیل پر جابر و ظالم لوگوں کو بھیج کر انہیں

تاراج و برباد کرا دیا، اور ان کے سامان، گھر، مال و اسباب سب کا سب
لوٹ لیا گیا، مرد قتل کیے گئے بچے اور عورتیں اسیر کر لی گئیں، شہر کے شہر
جلا کر خاکستر کر دیے گئے۔ وہ مال و دولت غارتگری کے نذر ہو گئے، بار بار
جابر، ظالم لوگ ان پر بھیجے گئے اور بار بار تباہ و برباد کر دیے گئے، کونسی چیز تھی جس
نے ان کو انواع و اقسام کے عذابوں میں مبتلا کر دیا؟ ان پر مصائب و آلام کے
پہاڑ توڑے، قتل و غارتگری کا نشانہ بنائے گئے۔ کبھی اسیر کیے گئے، کبھی ان کی
آبادیاں کی آبادیاں تاراج کر دی گئیں، کبھی بادشاہوں کے جور و ستم کے نشانہ
بنے اور کبھی ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ اور بندر اور خنزیر کی صورتیں بنا دی
گئیں، اور آخری انجام یہ ہوا کہ خود پروردگار عالم نے قسم کھا کر ان کی قسمتوں
پر مہر لگا دی۔

گنہگاران امت کو آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا

معاصی کی کچھ سزائیں وہ ہیں جو امام بخاری نے
اپنی صحیح بخاری کے اندر حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت بیان کی ہے، وہ
کہتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے اکثر دریافت
فرماتے کہ آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ صحابہ میں سے
جن جن لوگوں نے خواب دیکھا ہوتا، وہ اپنا اپنا خواب بیان کرتے۔ ایک دن
صبح کو خود آنحضرتؐ نے بیان فرمایا "آج میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے
اٹھایا اور کہا، آپ ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں، میں ان کے ہمراہ ہو لیا، جب
ہم آگے چلے تو دیکھا ایک آدمی چت لیٹا ہوا ہے، اور اس کے پاس ایک شخص

پتھر لیکر کھڑا ہے۔ اور اس کے سر پر زور زور سے مار رہا ہے جس سے اس کا
بھیجا نکل پڑتا ہے۔ وہ ہر چند اپنے سر کو بچاتا ہے لیکن بچ نہیں سکتا پھر وہ پتھر اٹھاتا ہے اور اس
کا وہی حال ہو جاتا ہے جو پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔ یہ
دیکھ کر میں نے کہا سبحان اللہ۔ اور پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف
لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے تو دیکھا ایک آدمی اوندھے منہ لیٹا ہوا ہے۔ اور ایک
آدمی اس کے پاس لوہے کا کانٹا لئے کھڑا ہے۔ اور سوتے ہوئے کے
کانوں میں اور منہ پر وہ اس طرح مارتا ہے کہ اس کے کان اور باچھیں چر جاتی ہیں
گال، آنکھیں ناک، گردن کی طرف کھنچ آتے ہیں۔ پھر وہ دوسری طرف مارتا ہے۔
اس سے بھی اس کا وہی حال ہو جاتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کی دوسری جانب
اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ پھر اس کا وہی حال ہوتا ہے جو پہلے ہوا تھا اور
یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں
نے کہا۔ آگے تشریف لے چلئے۔ ہم آگے بڑھے۔ ایک بہت بڑا تنور دیکھا
جس کے اندر سے چیخ پکار کی آوازیں آرہی تھیں۔ ہم نے جا کر دیکھا تو اس کے
اندر ننگے مرد، ننگی عورتیں نظر آئیں جن کے نیچے شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ
لوگ چیخ چیخ کر روتے چلاتے تھے اور اس آگ سے پناہ مانگ رہے تھے
میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلئے ہم
آگے بڑھے۔ اور ایک نہر پر پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ ایک
آدمی اس کے اندر تیر رہا تھا۔ نہر کے کنارے ایک آدمی بے شمار پتھروں
کا ڈھیر لگائے کھڑا تھا۔ تیرنے والا تیرتے تیرتے تھک کر نہر کے کنارے

آیا۔ اور کنارے پر کھڑے ہوئے آدمی کے سامنے آ کر اپنا منہ کھولا۔ اس نے اس کے منہ میں ایک پتھر ڈال دیا۔ وہ پھر پانی میں تیرنے لگا۔ یہ حالت اس کی جاری رہی۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا۔ تو کہنے لگے آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو ایک وحشت ناک کریہہ المنظر آدمی دیکھا۔ جو آگ کے کنارے کھڑا ہے اور آگ کو دھونک رہا ہے۔ اور آگ کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے۔ اور ایک خوبصورت عمدہ وسیع خیمہ دیکھا جو پوری طرح سجایا گیا ہے۔ اس کے نیچے ایک طویل لمبا آدمی کھڑا تھا جس کی لمبائی اس قدر تھی کہ اس کا سر آسمان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد بے شمار خوبصورت لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا آگے تشریف لے چلیے۔ ہم آگے بڑھے تو ہم نے ایک عظیم الشان خوبصورت درخت دیکھا۔ ایسا کہ اس قسم کا درخت ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا اس پر چڑھ جائیے ہم اس پر چڑھ گئے تو ایک ایسے شہر میں پہنچ گئے جس کی عمارتیں سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنی تھیں۔ ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ اور اندر گئے۔ یہاں ہمیں بے شمار آدمی ملے جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت تھا اور آدھا بدصورت میرے ساتھیوں نے ان سے کہا جاؤ اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ یہ نہر نہایت عمدہ اور چوڑی تھی اور اس کا پانی دودھ جیسا سفید و شفاف تھا۔ یہ لوگ نہر میں نہا کر ہمارے پاس آئے۔ ان کی ساری سیاہی دھل چکی تھی اور بدصورتی خوبصورتی سے تبدیل ہو گئی تھی میرے ساتھیوں نے مجھ

سے کہا یہ جنت عدن ہے۔ اور یہ آپکا مقام ہے۔ میں نے نیچے سے اوپر
تک اس عمارت پر نظر ڈالی یہ محل نہایت خوبصورت سفید تھا۔ انہوں نے
کہا یہ آپ ہی کا مقام ہے۔ میں نے ان سے کہا بارک اللہ مجھے اندر جانے دو۔
انہوں نے کہا ابھی نہیں آپ تو اس کے اندر جائیں گے ہی۔ میں نے ان
ساتھیوں سے کہا آج رات کو عجیب وغریب چیزیں میں نے دیکھی ہیں یہ
کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کو مطلع کیے دیتے ہیں۔ وہ آدمی جس کا سر
کچلا جا رہا تھا۔ وہ آدمی ہے جس نے قرآن یاد کیا تھا۔ لیکن پھر بھول گیا تھا۔ اور
فرض نماز ترک کر کے سو جایا کرتا تھا۔ اور وہ آدمی جس کا منہ اور باچھیں لوہے
کے کانٹوں سے چیری جاتی تھیں۔ وہ وہ آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکل کر
لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا اور لوگوں کی جھوٹی باتیں اڑایا کرتا تھا۔ اور تنور میں
جو ننگے مرد۔ اور عورتیں جل رہی تھیں۔ وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں۔ اور نہر
کے اندر جو آدمی تیر رہا تھا اور پتھر نگل رہا تھا وہ سود خوار آدمی تھا۔ اور آگ
کے کنارے جو وحشت ناک کریہہ المنظر آدمی کھڑا تھا۔ اور آگ دہکا رہا
تھا۔ وہ خازن جہنم تھا۔ اور وہ آدمی جس کا سر آسمان سے لگا ہوا تھا وہ حضرت
ابراہیمؑ تھے اور ان کے گرد جو بچے جمع تھے وہ وہ لڑکے تھے جو فطرت پر
مرے تھے۔ اور برقانی کی روایت میں ہے کہ جو فطرت پر پیدا ہوئے تھے
کچھ لوگوں نے اس موقع پر آنحضرتؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا یہ
مشرکوں کی اولاد تھی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ مشرکوں کی اولاد تھی۔ اور وہ
لوگ جن کے آدھے جسم خوبصورت اور آدھے بدصورت تھے یہ وہ لوگ تھے

جن لوگوں نے دنیا میں نیک اعمال کیئے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ گناہ بھی کیئے تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں درگزر فرمائے۔

گناہوں کی سزائیں

شریعت میں جو سزائیں مقرر ہیں وہ پوری طرح قرینِ عقل ہیں۔ اگر یہ عقوبتیں اور سزائیں تمہارے اندر خوف اور لرزہ نہیں پیدا کرتیں اور تم اپنے قلب کے اندر ان سزاؤں کی تاثیر نہیں پاتے۔ تو پھر تم جنایات و جرائم کی وہ عقوبتیں اور سزائیں اپنے سامنے رکھو جو خدا اور خدا کے رسولؐ نے مشروع فرمائی ہیں، اور ان پر غور کرو مثلاً شارع نے صرف تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا۔ قطاع الطریق راہزن ڈاکو کا ایک پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا۔ محصن پر تہمت لگانے والے اور شراب پینے والے کے لئے کوڑوں کی سزا مشروع فرمائی۔ کہ کوڑوں سے ان کی کھال ادھیڑ دی جائے۔ کسی کی شرمگاہ میں عضو تناسل کا صرف حشفہ بھی ناجائز طریقے پر داخل کیا جائے۔ تو اسے رجم کر دیا جائے۔ اگر غیر محصن سے زنا سرزد ہو تو اس کی سزا میں کچھ تخفیف رکھی۔ سو کوڑے مارنے۔ اور ایک سال جلا وطن کرنے کا حکم دیا۔ محرم عورت سے زنا کرنے والے۔ فرض نماز ترک کرنے والے زبان سے کلمہ کفر کہنے والے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے[1] لواطت کی یہ سزا مقرر فرمائی کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ اگر کوئی چوپائے کے ساتھ حرام کاری کرے تو حکم دیا کہ حرام کاری کرنے والے کو اور چوپائے کو دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ نماز کی جماعت ترک کرنے والوں کے متعلق شارع نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے۔ یہ

[1] ان سزاؤں کے لئے مختلف اقوال ہیں۔

اور اسی قسم کی عقوبتیں مختلف قسم کی جنایات وجرائم کرنے کے لئے شارع نے مشروع فرمائی ہیں۔ یہ عقوبتیں ٹھیک ٹھیک جنایات وجرائم کے دواعی اور حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تجعل اللہ ندا وھو خلقک

تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مثل گردانو۔ حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔
انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔

ان تقتل ولدك مخافة ان يطعم معك :

یہ کہ تم اپنے لڑکے کو اس لئے قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔
اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا۔ اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے ؟
آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

ان تزني بحليلة جارك :

یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرو۔
اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر فرمائی۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ وَلَا يَزْنُوْنَ : الآیۃ (فرقان)

اور جو خدا کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ پکاریں اور ناحق کسی کی جان سے نہ ماریں کہ اس کو خدا نے حرام کیا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں؛

آنحضرتؐ نے ان گناہوں کا ذکر فرمایا۔ جو ہر نوع کے گناہوں میں بڑے
گناہ ہیں۔ سائل کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ دریافت
کر رہا تھا۔ تو آپؐ نے اس کے سوال کے مطابق جواب دیا۔ اور بڑے
بڑے گناہ بتلا دیئے قتل کرنے ہیں بڑے سے بڑا قتل یہ ہے کہ آدمی اپنے لڑکے
کو اسلئے قتل کر دے کہ وہ کھانے میں اس کا شریک ہوگا۔ زنا کے تمام اقسام میں عظیم
ترین زنا یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرے۔ زنا کے درجے دو
چند سہ چند بقدر مدارج حرمت کے بڑھتے ہیں۔ شوہر والی عورت سے زناکاری
کرنا بغیر شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بدرجہا بڑا گناہ ہے اور
موجب عقوبت و سزا ہے۔ کیونکہ شوہر والی عورت سے زنا کرنے میں شوہر
کی حرمت و عزّت کی دیوار بھی توڑی جاتی ہے۔ اس کا بستر بگاڑا جاتا ہے غیر
کا نطفہ اور نسب اس کے سر منڈھ جاتا ہے۔ نیز اس قسم کی اور بھی بہت سی
تکالیف اس کے شوہر کو پہنچتی ہیں۔ اور اس لئے یہ زنا بغیر شوہر والی عورت سے
زناکاری کرنے سے زیادہ بھاری اور زیادہ وزنی گناہ ہے اور پھر اگر اس عورت
کا شوہر اس کا پڑوسی ہے تو جرم اور بھی وزنی ہو جاتا ہے۔ کہ زنا کے ساتھ
پڑوسی کی بے حرمتی اور بے عزّتی بھی ہو رہی ہے۔ اور اسی لئے آنحضرتؐ نے
زنا کے اقسام میں سے اسی زنا کا ذکر فرمایا۔ جو سب سے زیادہ تکلیف دہ اور
ایذا رساں ہے۔ اسی طرح مہلک جرائم میں یہ سب سے بڑا جرم ہے اور اسی
زنا کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔

لا یدخل الجنۃ من لا یامن جارہ بوائقہ :

وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو
اور سب سے بڑا شر یہی ہے کہ اس کی عورت کے ساتھ زناکاری کی جائے اور
عند اللہ پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا بے شوہر کی سو عورتوں سے زنا کرنے سے
بھی زیادہ بھاری ہے۔ اور پھر اگر پڑوسی اس کا بھائی ہے یا قریبی رشتہ دار ہے تو
اس جنایت و جرم کے علاوہ قطع رحمی کا جرم بھی شامل ہو جائے گا، اور گناہ اور زیادہ
وزنی ہو جائے گا۔ اور اگر پڑوسی خدا کی کسی طاعت اور نیکی کے لئے گیا ہوا ہے۔
مثلاً نماز کے لئے گیا ہے۔ یا تبلیغ کے لئے گیا ہے یا تحصیل علم کے لئے گیا ہے۔ یا
جہاد کے لئے گیا ہوا ہے تو گناہ اور بھی زیادہ وزنی ہو جاتا ہے چنانچہ کسی غازی
فی سبیل اللہ کی عورت سے کسی نے زناکاری کی تو قیامت کے دن اسے
غازی کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، اور غازی سے کہا جائے گا، اس کی جس قدر
نیکیاں تو لینا چاہے لے لے۔ آنحضرتؐ نے یہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا فما
ظنکم ؟ یعنی تمہارا کیا خیال ہے غازی اس وقت کیا کریگا؟ یعنی یہ اس وقت
جبکہ لوگوں کو نیکیوں کی اس قدر ضرورت ہوگی کہ ایک ایک نیکی کے لئے آدمی
مضطرب اور بے چین ہوگا۔ باپ اپنا حق اپنے بیٹے سے نہیں چھوڑے گا۔
کیا غازی اس وقت اس کی نیکیاں اس کے لئے رہنے دیگا؟ جبکہ اسے
کہہ دیا گیا ہے کہ اس کی نیکیوں میں سے جس قدر تو چاہے لے لے۔ اور اگر
ایسا اتفاق پڑ جائے کہ عورت ذی رحم میں سے ہے۔ تو زنا کے ساتھ قطع
رحمی اور حرمت رحم توڑنے کا جرم بھی شامل ہو جائے گا۔ اور کہیں اتفاق ہو گیا
کہ آدمی محصن بی بی دار ہے۔ تو جرم اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائے گا! اور

اگر زانی بڈھا ہے تو یہ بھاری سے بھاری جرم ہو جائے گا۔ اور شیخ یعنی بڈھا زانی تو ان تین قسم کے لوگوں میں سے ایک ہے۔ جن کے متعلق وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا۔ اور جس کے متعلق سخت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ یہ شامل ہو جائے۔ کہ زنا کا ارتکاب حرمت والے مہینوں میں کیا جائے۔ یا حرمت والے شہر یعنی مکہ معظمہ میں کیا جائے یا ان اوقات میں کیا جائے جو مقبولیت دعا کے اوقات ہیں۔ مثلاً اوقات نماز میں یا اوقات اجابت دعا میں تو یہ جرم زیادہ سنگین ہو جائے گا۔ اسی پر تم گناہوں اور گناہوں کے مفاسد، جنایات، جرائم اور ان کی عقوبتوں اور سزاؤں کے درجات و مراتب کو قیاس کر لو۔ واللہ المستعان۔

زنا کے مفاسد اور خرابیاں

صلاح عالم۔ فلاح دنیا کے سراسر خلاف اور متناقض ہیں۔ کیونکہ جب کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ وہ اپنے سارے کنبہ وار تمام اہل و عیال ماں باپ بھائی بہنوں کے لئے موجب عار بن جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے سارے گھرانے۔ اور کنبے والوں کے سر نیچے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں وہ زنا سے حاملہ ہو گئی۔ تو پھر ان کے عار کی انتہا نہیں رہتی۔ اور اگر وہ عار کی وجہ سے اپنے حمل کو مار دیتی ہے تو زنا اور قتل نفس دو گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور اگر حمل باقی رہ جاتا ہے تو شوہر پر بد وجہ تھوپا جاتا ہے اور اجنبی کے نطفہ کو اپنے اور اپنے شوہر کے کنبے سے جوڑ دیتی ہے جو قطعاً

اس کنبے سے الگ ہے اور پھر وہ اسکو ان کا وارث اور حقدار بنا دیتی ہے حالانکہ وہ غیر ہے اور پھر وہ انہی میں رہتا ہے اور انہی میں پرورش پاتا ہے اور انہی کے نسب و خاندان میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں عورت کے زنا سے وابستہ ہیں۔ اگر مرد زنا کار ہے تو اس سے بھی اختلاط نسب واقع ہوتا ہے۔ محفوظ و مامون عورت کو خراب، تباہ و برباد کرنے کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ غریب کو تلف و بربادی کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ جس میں کبیرہ گناہ سے دین و دنیا دونوں ہی خراب و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور برزخ اور آخرت میں آگ کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ زنا وہ گناہ کبیرہ ہے کہ بے شمار محرمات اس سے حلال کر لی جاتی ہیں بے شمار حقوق فوت ہو جاتے ہیں۔ اور بے شمار مظالم اس کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ زنا کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ فقر و ذلت زانی کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ اور زانی کی عمر کوتاہ ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں میں عموماً روسیاہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی زنا کی خاصیت ہے کہ زانی کا قلب مضطرب اور منتشر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کا قلب موت کی گھاٹ نہیں اترتا تو کم از کم بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ اور حزن و غم و خوف و ہراس کا مخزن ضرور بن جاتا ہے اور خدائے مالک ملک اور فرشتوں سے اسے دور پھینک دیتا ہے۔ اور شیطان کے قریب بلکہ شیطان کی گود میں بٹھا دیتا ہے۔ زنا کی کثرت تباہی عالم کی بڑی نشانی ہے۔ نیز زنا کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے۔ جب کسی قریہ اور آبادی میں سود خوری اور زنا کاری کی کثرت ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرنے کا حکم

دے دیتا ہے۔

زانی اور زانیہ پر مسلمانوں کے عام اجتماع میں حد جاری کی جاتی ہے تنہائی میں نہیں۔ اور یہ مصلحت حدود۔ اور حکمت زجر و توبیخ کے عین مطابق ہے۔ محصن زانی کی حد قوم لوط کی سزا سے مشتق و ماخوذ ہے خدا نے اس قوم کو اوپر سے پتھر برسا کر ختم کر دیا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ زنا۔ اور لواطت فحش اور فساد و خرابی میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں مخلوق۔ اور امر الٰہی کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہیں۔ لواطت میں بھی وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کا احصار و شمار مشکل ہے۔ مفعول کو قتل کر دینا مفعول کے حق میں عین خیر و بھلائی ہے۔ اس کے ساتھ رعائت کرنا اس کی خیر و بھلائی کے خلاف ہے مفعول کے اندر لواطت سے وہ وہ مفاسد اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کے بعد اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ خیر و بھلائی کی تمام راہیں اس کے لئے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اور خدا کی زمین اس کے منہ اور پیشانی سے شرم و حیاء کا سارا پانی اور جوہر جذب کر لیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس قدر بے حیاء بے شرم بن جاتا ہے کہ نہ وہ خدا سے شرماتا ہے، اور نہ خدا کی مخلوق سے۔ اور فاعل کا نطفہ اس کے اندر پہونچ کر وہ کام کرتا ہے جو زہر کام کرتا ہے۔ لوطی مفعول ولد الزنا سے بھی بدتر۔ اور ذلیل و خوار۔ اور خبیث و ناپاک ہے۔ اور اس سے کسی خیر و فلاح کی اُمید نہیں ہے۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر مختلف قسم کے گناہ۔ اور مختلف قسم کی نافرمانیاں غالب آجاتی ہیں اور خدا سے اعراض و غفلت۔ معاصی و گناہ کی

جانب جرأت واقدام کا حصہ غالب آجاتا ہے۔ اور اس کے قلب پر یہ امور
غالب آجاتے ہیں۔ قلب کے مالک بن جاتے ہیں۔ اور اس کی عقل وبصیرت
کو اسیر و غلام بنا لیتے ہیں۔ نورانیت کی قندیلیں بجھ جاتی ہیں خدا کی جانب بڑھنے
کی راہوں میں دیواریں حائل ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے کوئی تذکرہ، کوئی نصیحت
اسے کارگر نہیں ہوتی۔ نہ کسی موعظت و تذکرہ سے اسے نور اور روشنی حاصل
ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات اسی حالت میں موت کا پیغام آ پہنچتا ہے
ایسے ہی لوگوں میں سے کوئی نزع میں تھا۔ جب اسے لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ کی تلقین کی گئی تو وہ کہنے لگا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے۔ حمام
منجاب کا قصہ ایک عجیب وغریب قصہ ہے ایک شخص اپنے گھر کے دروازے
کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ ایسا ہی تھا جیسا حمام منجاب کا۔ اس
وقت ایک لڑکی وہاں سے گذری۔ اور اس نے اس سے پوچھا حمام منجاب
کا راستہ کدھر ہے؟ اس نے کہا حمام منجاب یہ ہے۔ یہ لڑکی اس گھر میں گھس
پڑی پیچھے پیچھے یہ بھی پہنچ گیا۔ لڑکی نے اندر جاکر دیکھا کہ یہ حمام منجاب نہیں
ہے۔ بلکہ اس شخص کا گھر ہے۔ اور اس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ فوراً
اس نے اسے جھانسا دینے کی کوشش شروع کر دی۔ خوشی ومسرت کا نہایت
گرمجوشی سے اظہار کیا۔ اور کہنے لگی ہم دونوں بڑے خوش نصیب ہیں جو اس
طرح یہاں جمع ہو گئے اور پھر اس نے اسے دھوکہ دے کر بھاگ نکلنے کی تدبیر
یوں کی کہنے لگی۔ موقع تو خوب ملا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر اس وقت ہماری مسرتوں میں
اضافہ کرنے والی چیزیں بھی موجود ہوتیں۔ اس نے کہا اچھا جو کچھ تم کہو ابھی دیتا

کر دوں۔ یہ کہہ کر اسے تنہا مکان میں چھوڑا اور بازار کی طرف دوڑا۔ جاتے ہوئے دروازے کو کنڈی اور قفل بھی لگانا بھول گیا جب وہ بازار سے واپس لوٹا تو دیکھا لڑکی ندارد۔ بغیر کسی قسم کی خیانت کے وہ لڑکی بھاگ نکلی۔ اور اپنی عصمت کو نہایت خوبصورتی سے بچا لے گئی۔ یہ دیکھ کر اس شخص پر سکتہ طاری ہو گیا اور اب وہ اسی کی یاد میں اپنا سارا وقت گزارنے لگا۔ راستوں میں۔ بازاروں میں۔ گلی کوچوں میں گھومتا۔ اور یہ شعر پڑھتا رہتا۔

یا رب قائلة یوماً وقد تعبت — این الطریق الی حمام منجاب؟

اے وہ جو تھکی ہاری تھی اور کہہ رہی تھی — کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر کو ہے؟

ایک مرتبہ وہ یہی شعر پڑھ رہا تھا۔ اس کی ایک باندی نے قریب کی طرف سے یہ شعر پڑھا۔

هلا جعلت سریعا اذ ظفرت بها — حرزا علی الدار او قفلا علی الباب

جب تو اس پر کامیاب ہو گیا تو تونے جلد تر — اس گھر پر محفوظ کیوں کر لیا اور دروازہ پر تالا کیوں نہ چڑھا دیا۔

باندی کے اس شعر نے اس کے اندر رنج و غم اور صدمہ کی آگ بھڑکا دی۔ اور اس کے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہ بالکل پاگل سا ہو گیا۔ ہر طرف دیوانہ وار گھومتا پھرا۔ اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ موت کے وقت اس کے منہ سے جو الفاظ بار بار نکلتے رہے وہ یہی شعر تھے۔

دوسرا واقعہ۔

"ایک شخص ایک آدمی پر عاشق ہو گیا۔ اور عشق نے بیماری کی شکل اختیار

کرنی ادا کرتا۔ آخر صاحب فراش ہوگیا۔ معشوق کا یہ حال تھا کہ اس سے سخت نفرت کرتا تھا اور دور بھاگتا تھا۔ بعض لوگوں نے کوشش کی کہ ایک مرتبہ اس کے پاس آجائے تاکہ یہ بیماری سے کچھ افاقہ حاصل کرسکے۔ معشوق نے وعدہ کرلیا اور اسے خبر دی کہ وہ عیادت کے لئے آئے گا۔ اسے اس خبر سے بہت خوشی ہوئی اور رنج و غم کچھ کم ہوگیا۔ لیکن پھر وہ آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ نصف راستہ تک وہ میرے ساتھ آیا اور کہنے لگا کہ اس نے مجھے رسوا اور بدنام کردیا ہے۔ اور ہر جگہ میرا نام لیتا رہتا ہے۔ اس لئے میں نہیں آسکتا۔ ہرچند میں نے سخت اصرار کیا لیکن وہ واپس چلا گیا۔ یہ سن کر وہ اسی وقت بے ہوش ہوگیا اور زمین پر گر پڑا اور موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ اس حالت میں اس کے منہ سے بار بار یہ شعر نکلنے لگے۔

اسلم یا راحة العلیل ویا شفاء المدنف النحیل

اے بیمار کی راحت اور اے نحیف و نزار کی شفا میں تجھ پر سلامتی بھیجتا ہوں

رضاك اشهى الى فؤادی من رحمة الخالق الجلیل

میرے دل میں تیری رضامندی خالق جلیل کی رحمت سے بھی زیادہ محبوب ہے

سننے والوں نے کہا اے شخص! یہ کیا بک رہا ہے، اور خدا سے ڈر۔ اس نے جواب دیا یہ تو ہوچکا ہے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ یہ کہتا ہے۔ یہ سن کر میں اٹھ کر چلا آیا اور گھر کے دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ مرنے کی آواز آگئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سوء خاتمت اور برے انجام۔ اور نحوست خاتمہ سے محفوظ رکھے۔

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والوں
کو کہہ دیں کہ نامحرم عورتوں سے اپنی آنکھیں بند کریں اپنی شرمگاہ
کی پوری پوری حفاظت کریں اور انہیں سمجھا دیں کہ اللہ تعالیٰ ان
کے اعمال و کردار کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ہر چیز سے باخبر ہے
یعلم خائنۃ الاعین خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور
وما تخفی الصدور سینے میں جو کچھ چھپاتے ہیں خدا
خوب جانتا ہے۔

چونکہ ہر قسم کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی ابتدا نگاہ سے ہوتی ہے
اس لیے خدا نے شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے آنکھ کی حفاظت کا
حکم دیا ہے۔ دنیا کے تمام حوادث و واقعات کا مبدا نگاہ ہے جس
طرح کہ بڑی بڑی آگ کا مبدا ایک ننھی سی چنگاری ہوتی ہے چنانچہ
غور کرو شہوت سب سے پہلے آنکھ کو مجروح کرتی ہے اس کے
بعد دل کی طرف رخ کرتی ہے اور دل میں خطرات جگہ بنا لیتے
ہیں پھر انسان کے قدم کی طرف رخ کرتی ہے اور وہ گناہ کی طرف
بڑھنے لگتا ہے اس کے بعد گناہ سرزد ہوتا ہے۔

حضرت ابُوعبداللہ اُندلسی کا واقعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

لیل ونہار کا انقلاب، دنیا کا عُروج ونُزول، قوموں کی ترقی وتنزل سنت وخلاف کے واقعات ایک چشم بصیرت کے لئے ہزاروں عبرتیں اپنے دامن میں رکھتے ہیں اور بہ آواز بلند کہہ رہتے ہیں ؎

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

الغرض تمام تاریخ عالم انہیں عبرتوں کا آئینہ ہے جس کا ایک ورق ناظرین کرام کے سامنے کھولا جاتا ہے۔ کیا خُوب فرمایا، میرے آقا حضرت شیخ الہندؒ نے ؎

انقلاباتِ جہاں واعظ رب ہیں دیکھو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

ذیل کا عبرت آموز واقعہ علامہ دمیری کی حیٰوۃ الحیوان مطبوعہ مصر سے نقل کیا جاتا ہے ؎

نہ قل مرو کہ مرکب مردان مرد را
در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش

ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

سن ہجری کی دوسری صدی ختم ہو رہی ہے آفتاب نبوت غروب ہوئے ابھی بہت زیادہ مدت نہیں گذری۔ لوگوں میں امانت، دیانت، اور تدین و تقوے کا عنصر غالب ہے۔ اسلام کے ہونہار فرزند جن کے ہاتھ پر اسلام کو فروغ ہونے والا ہے، کچھ برسر کار ہیں اور کچھ ابھی تربیت پا رہے ہیں۔ ائمہ دین کا زمانہ ہے۔ ہر ایک شہر علماء دین و محدثین سے آباد نظر آتا ہے خصوصاً مدینۃ السلام (بغداد) جو اس وقت مسلمانوں کا دارالسلطنت ہے اپنی ظاہری اور باطنی آرائشوں سے آراستہ ہو کر گلزار بنا ہوا ہے۔ ایک طرف اگر امراء کی دل فریب عمارتیں اور نمائش گاہیں نظروں کو دل ربا اور لبھانے والی ہیں۔ تو دوسری طرف علماء اور صلحاء کی مجلسیں، درس و تدریس کے حلقے، ذکر و عبادت کی دلکش آوازیں خدا تعالےٰ کے نیک بندوں کی دلچسپی کا ایک کافی سامان ہے۔ فقہاء و محدثین اور عباد و زہاد کا ایک عجیب و غریب مجمع ہے۔ اس مبارک مجمع میں ایک بزرگ ابو عبداللہ اندلسی کے نام سے مشہور ہیں۔ جو اکثر بلاد عراق کے پیر و مرشد اور استاد محدث ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچی ہوئی ہے۔ جن کا ایک عبرت ناک واقعہ ہم اس وقت ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔

یہ بزرگ علاوہ زہد و عبادت اور معرفت باللہ ہونے کے حدیث و تفسیر

میں بھی ایک جلیل القدر امام ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں اور قرآن شریف کو تمام روایاتِ قراءت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا۔ تلامذہ اور مریدین کی جماعت میں سے بہت سے آدمی آپ کے ساتھ ہوئے۔ جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی ہیں۔

حضرت شبلی قدس اللہ سرہٗ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے نہایت امن وامان اور آرام واطمینان کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ہمارا گذر عیسائیوں کی ایک بستی پر ہوا۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ لیکن پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب تک ادا نہ کر سکے تھے بستی میں پہنچ کر پانی کی تلاش ہوئی۔ ہم نے بستی کا چکر لگایا۔ اسی دوران میں ہم چند مندروں اور گرجا گھروں پر پہنچے۔ جن میں آفتاب پرستوں، یہودیوں اور صلیب پرست نصرانیوں کے راہبان اور پادریوں کا مجمع تھا۔ جن میں سے ہر شخص ع

ہر کس بخیالِ خویش خبطے دارد

کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ کوئی آفتاب کو پوجتا، اور کوئی آگ کو ڈنڈوت کرتا تھا، اور کوئی صلیب کو اپنا قبلۂ حاجات بنائے ہوئے تھا۔ ہم یہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور ان لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ آخر گھومتے گھومتے بستی کے کنارے پر ہم ایک کنویں پر پہنچے۔ جس پر

چند نوجوان لڑکیاں پانی نکال رہی تھیں۔ اتفاق سے شیخ مرشد ابو عبد اللہ
اندلسی کی نظر ان میں سے ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے خداداد حسن و جمال میں
سب ہجولیوں میں ممتاز ہونے کے ساتھ زیور اور لباس سے آراستہ تھی
شیخ کی اس سے آنکھیں چار ہوتے ہی حالت دگرگوں ہونے لگی۔ چہرہ
بدلنے لگا۔ اسی انتشارِ طبع کی حالت میں شیخ ان کی ہجولیوں سے مخاطب
ہو کر کہنے لگے۔ یہ کس کی لڑکی ہے؟

لڑکیاں : یہ اس بستی کے سردار کی لڑکی ہے۔

شیخ : پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے کہ کنویں
سے خود ہی پانی بھرتی ہے۔ کیا وہ اس کے لئے کوئی ملازم نہیں رکھ
سکتا، جو اس کی خدمت کرے۔

لڑکیاں : کیوں نہیں۔ مگر اس کا باپ ایک نہایت عقیل اور فہیم آدمی
ہے۔ اس کا مقصود یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے مال و متاع پر مغرور و
پرغرہ ہو کر کہیں اپنے فطری اخلاق کو خراب[۱] نہ کر بیٹھے۔ اور نکاح کے بعد شوہر
کے یہاں جا کر اس کی خدمت میں کوئی قصور نہ کرے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے

۱؎ سردار کا لڑکی کو یہ سکھانا اور کنویں پر بھیجنا اگرچہ سب شبہ مذموم و نا روا تھا مگر اس سے یہی
اس کا لڑکی کے اخلاق اور زندگی اور عزت کا خیال ضرور قابل داد ہے۔ آج ہمیں یہ سبق
کہ اس سے عبرت حاصل کریں اور میکہ کی بود و باش میں لڑکیوں کے اخلاق خراب نہ
ہونے دیں۔ ان کو سسرال کے آداب اور زندگی اور عزت کا سبق دیں۔

اور تین دن کامل اس پر گذر گئے کہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ اور نہ کسی سے کلام کرتے ہیں۔ ہاں جب نماز کا وقت آتا ہے تو نماز ادا کر لیتے ہیں۔ مریدین اور معتقدوں کی کثیر التعداد جماعت اُن کے ساتھ ہے۔ لیکن سخت تشویش میں ہیں کوئی تدبیر سمجھ نہیں آتی۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ تیسرے دن میں نے یہ ہمت کر کے پیش قدمی کی۔ اور عرض کیا کہ اے شیخ! آپ کے مریدین آپ کے اس مستمر سکوت سے متعجب اور پریشان ہیں۔ کچھ تو فرمایئے کیا حال ہے؟

شیخ: (قوم کی طرف متوجہ ہو کر) میرے عزیزو! میں اپنی حالت کب تک چھپاؤں۔ پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اُس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آ گئی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے۔ اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں ؎

برنخیزم ز سر کوئے تو تا جان دارم
ور رسد کار بجان از سر جان برخیزم

حضرت شبلی: اے ہمارے سردار! آپ اہلِ عراق کے پیر و مرشد، اور زہد و عبادت میں مشہور آفاق ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔ بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

شیخ: میرے عزیزو! میرا اور تمہارا نصیبہ تقدیر خداوندی ہو چکی ہے۔ مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا۔ اور ہدایت کی علامات اٹھا لی گئیں۔ یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا۔ اے میری قوم! قضا و قدر نافذ

ہو چکی ہے۔ اب کام میرے بس کا نہیں ہے۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا۔ اور حسرت سے رونا شروع کیا۔ شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے۔ یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے اُمنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے۔ لوگ ہمارے آنے کی خبر سن کر شیخ کی زیارت کے لئے شہر سے باہر آئے اور شیخ کو ہمارے ساتھ نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ ہم نے سارا واقعہ بیان کیا۔ واقعہ سن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا۔ شیخ کے مریدوں میں سے کثیر التعداد جماعت تو اسی غم و حسرت میں اسی وقت دارِ آخرت کو سدھار گئی۔ اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرتے تھے کہ یا مقلب القلوب شیخ کو ہدایت دے اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے۔ اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے۔ ایک سال کے بعد جب ہم مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں۔ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا۔ اور اس گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا۔

گاؤں والے: وہ جنگل میں خنزیر (سوّر) چرا رہے ہیں۔

ہم: خدا کی پناہ! یہ کیا ہوا؟

گاؤں والے: اُس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کر لیا، اور وہ جنگل میں سؤر چرانے کی خدمت پر مامور ہیں۔

ہم یہ سن کر ششدر رہ گئے، اور فرطِ غم سے ہمارے کلیجے پھٹنے لگے۔ آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان اُمڈنے لگا۔ بہ مشکل دل تھام کر اُس جنگل میں پہنچے، جہاں وہ سؤر چرا رہے تھے۔ دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے، اور کمر میں زنار بندھی ہوئی ہے، اور اسی عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبے کے وقت سہارا لیا کرتے تھے جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا۔ شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکا لیا۔ ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔

شیخ: (بہت دبی زبان سے) وعلیکم السلام۔

شبلی: اے شیخ! اس علم و فضل و حدیث و تفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے؟

شیخ: میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں، میرے مولیٰ نے جس طرح چاہا، مجھ میں تصرف کیا۔

اور اس قدر تقرب کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازے سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا تھا۔ اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر سے ڈرو۔ اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو۔ اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔ اے میرے مولیٰ! میرا گمان تیرے بارے میں

ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل و خوار کر کے اپنے دروازے سے نکال دے گا۔ یہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کر دیا۔ اور آواز دی کہ اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ حدیث میں ہے السعید من وعظ بغیرہ۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

شبلی: (رونے کی وجہ سے لکنت کرتی ہوئی آواز سے نہایت دردناک لہجہ میں) اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں۔ ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے۔ ہم سے یہ مصیبت دور کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفع کرنے والا نہیں۔

غرض اُن کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی سب کے سب وہیں جمع ہو گئے اور زمین پر مرغِ بسمل کی طرح لوٹنے اور چلانے لگے اور اس زور سے چیخے کہ ان کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونج اٹھے۔ یہ میدان میدانِ حشر کا نمونہ بن گیا۔ اور شیخ حسرت کے مارے زار زار رو رہے تھے۔

شبلی: شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قراءت سے پڑھا کرتے تھے۔ اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے؟

شیخ: اے عزیز! مجھے قرآن میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں۔

شبلی: وہ دو آیتیں کون سی ہیں؟

شیخ: ایک تو یہ ہے۔ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ۔ جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت

ملا دیا، اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد پھر درست فرمایا۔
مگر ذرا بیان تو فرمائیے کہ اس انکار شدید کے بعد پھر آپ کا کیسے ہو؟

شیخ : میرے دوستو! جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے میں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خداوندا مجھے اس جنجال سے نجات دے۔ میں تیرا خطاکار بندہ ہوں۔ اس سمیع الدعا نے بایں ہمہ میری آواز سنی۔ اور میرے سارے گناہ محو کر دیئے۔

ہم : شیخ! کیا آپ کے اس ابتلا (آزمائش) کا کوئی سبب تھا؟

شیخ : ہاں! جب ہم گاؤں میں اترے، اور بت خانوں اور گرجاؤں پر ہمارا گذر ہوا۔ تو آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کم بخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ "ایمان و توحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں بلکہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اور اگر چاہو تو تمہیں ابھی بتلا دیں۔ اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا کوئی جانور میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا ہے جو درحقیقت ایمان تھا۔

شبلی : اس کے بعد ہم انتہائی خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچے۔ سب مریدین شیخ کی زیارت اور ان کے دوبارہ قبول اسلام سے خوشیاں منا رہے تھے۔ خانقاہیں اور حجرے کھول دیئے گئے۔ بادشاہ وقت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، اور کچھ ہدایا پیش کئے۔ شیخ پھر اپنے قدیم شغل میں

مشغول ہوگئے، اور پھر وہی حدیث و تفسیر وعظ و تذکیر، تعلیم و تربیت کا دور
شروع ہو گیا۔ خداوند عالم نے شیخ کا بھولا ہوا علم پھر انکو عطا فرما دیا اور اب
نسبت پہلے سے بھی کہیں زیادہ ترقی ہے۔ تلامذہ کی تعداد چالیس ہزار۔ اسی
حالت میں ایک مدت گزر گئی۔

ایک روز ہم عصر کی نماز پڑھ کر شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے
کہ اچانک کسی شخص نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں دروازہ پر گیا، تو
دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں ملبوس کھڑا ہے

میں: آپ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور کیا مقصود ہے؟

آنے والا: اپنے شیخ سے کہہ دو کہ وہ لڑکی جس کو آپ فلاں گاؤں میں
(اس گاؤں کا نام ہے کہ جس میں شیخ مبتلا ہوئے تھے) چھوڑ آئے تھے،
آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے

"سچ ہے کہ جب کوئی خدا تعالیٰ کا ہو رہتا ہے، تو سارا
جہاں اس کا ہو جاتا ہے"

چوں ازو گشتی ہمہ چیز از گذشت
چوں ازو گشتی ہمہ چیز از تو گذشت

میں شیخ کے پاس گیا واقعہ بیان کیا۔ شیخ سنتے ہی زرد ہو گئے۔
اور خوف سے کانپنے لگے۔ اس کے بعد اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔
لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زار زار رو رہی تھی۔ شدت گریہ دم لینے کی
اجازت نہیں دیتا کہ بات کر سکے۔

شیخ: (لڑکی سے خطاب کر کے) تم یہاں آ گئی ہو، اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا؟

لڑکی: اے میرے سردار! جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی، تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد کو پہنچی اس کو کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ بھوک رہی نہ پیاس، نیند تو کہاں آتی، میں رات بھر اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی اور اس وقت مجھ پر کچھ غنودگی سی غالب ہوئی۔ اسی غنودگی میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، جو کہہ رہا تھا کہ اگر تُو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے، تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کا اتباع کر، اور اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔

میں: (اسی خواب کے عالم میں اُس شخص کو خطاب کر کے) شیخ کا دین کیا ہے؟

شخص: اس کا دین اسلام ہے۔

میں: اسلام کیا چیز ہے؟

شخص: اس بات کی دل اور زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے برحق رسول و پیغمبر ہیں۔

میں: تو اچھا، شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں؟

شخص: ذرا آنکھیں بند کر لو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔

میں: بہت اچھا۔ یہ کہا اور کھڑی ہو گئی اور ہاتھ اُس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔

شخص: (میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر) اب آنکھیں کھول دو۔

میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو دجلہ (ایک نہر ہے جو بغداد
کے نیچے بہتی ہے) کے کنارے پایا۔ اب میں متحیر ہوں۔ اور آنکھیں
پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں تک
پہنچ گئی ہوں۔

اس شخص نے آپ کے حجرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ
سامنے شیخ کا حجرہ ہے۔ وہاں چلی جاؤ۔ اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی
خضر (علیہ السلام) آپ کو سلام کہتا ہے۔ میں اس شخص کے اشارے
کے موافق یہاں پہنچ گئی، اور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔
مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ نے اس کو مسلمان کر کے اپنے پڑوس کے ایک حجرے میں ٹھہرا
دیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو۔

لڑکی عبادت میں مشغول ہو گئی، اور زہد و عبادت میں اپنے اکثر اقربا
سے سبقت لے گئی۔ دن بھر روزہ رکھتی تھی، اور رات بھر اپنے مالک
بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھی۔ محنت سے بدن ڈھل گیا
تھا۔ ہڈی اور چمڑے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آخر اسی میں مریض ہو گئی
اور مرض اتنا ممتد ہوا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اور
جب اس مسافرِ آخرت کے دل میں اس حسرت کے کوئی حسرت
باقی نہیں رہی کہ ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔
کیونکہ جس وقت سے اس حجرے میں مقید ہے، نہ شیخ نے اس کو دیکھا

ہو گئی۔ اس پر زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ مسافرِ آخرت نے اس دارِ فانی کو خیر باد کہا۔

شیخ اس کی وفات پر آب دیدہ ہیں۔ مگر ان کی معیت بھی دنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ چند ہی روز کے بعد شیخ بھی دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پُر فضا باغ میں تشریف فرما ہیں اور ستر حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ہے۔ ان میں پہلی وہ عورت جس کے ساتھ نکاح ہوا، یہ ہی لڑکی ہے۔

اور اب وہ دونوں بڑے مزے سے جنت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش و خرم ہیں۔

شہوت پرستی کا انجام

شہوت اور غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر غالب کرنا، اور عقل
اور شرع کو محکوم شہوت اور غضب کا بنانا رفتہ رفتہ دین کے انکار اور تکذیب کا
سبب بنتا ہے اور ہمیشگی کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے بلکہ بعض وقت دنیا
میں بھی سوائے خرابی اور رسوائی کے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

اب اس قصے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا
انکار کیا پیغمبر علیہ السلام اور حق تعالیٰ کے حکم کا ثمود کی قوم نے اپنی سرکشی کے
سبب سے۔ یعنی اپنی شہوت اور غضب کی خواہشوں کو شرع اور عقل کے حکم
پر غالب اور حاکم کیا اور یہ غلبہ انکار اور تکذیب کا سبب بن گیا۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا إِذِ انْبَعَثَ
أَشْقَاهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ
نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا فَكَذَّبُوهُ
فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ
بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا

جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے جب اٹھ
کھڑا ہوا ان میں کا ایک بڑا بدبخت۔ پھر کہا
ان کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی
اور اس کی پانی پینے کی باری سے۔ پھر انہوں نے اس کو
جھٹلایا۔ پھر اس کے پاؤں کاٹ ڈالے پھر الٹ
دیا ان پر ان کے رب نے سبب ان کے گناہوں کے پھر برابر کر دیا سب کو اور نہیں ڈرتا ہے [illegible]

ثمود نام ہے ایک شخص کا حضرت نوح علیہ السلام کی
[illegible] یعنی بیٹا عامر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا ہے کہ چوتھی پشت
[illegible] حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے۔ سو اس شخص کی اولاد بعد بہت [illegible]

عاد کی قوم کے عرب کے ملکوں میں پھیل گئی تھی اور اُن ملکوں کی مالک ہو گئی تھی
اور ان کا ملک اصلی یعنی وطن شام اور حجاز کے درمیان میں تھا اور ان کے
شہروں میں سے جو شہر شام کے قریب تھا نام اُس کا حجر تھا اور جو شہر حجاز سے
ملا ہوا تھا نام اس کا وادی القریٰ تھا اور ان دونوں کے درمیان میں ایک ہزار
سات سو بستیاں چھوٹی بڑی ملا کے یعنی گاؤں اور قصبے اور شہر اُن کے تصرف
میں تھے اور بستی میں سنگین عمارتیں بنائی تھیں اور کھیتی کرتے تھے اور کنویں اور
تالاب کھودتے تھے لیکن اُس زمین میں پانی کم تھا اور پتھر کے سبب سے کنواں
اور تالاب دشواری سے کھود جاتا تھا اور اکثر مال اُن کا عمارت کے بنانے میں
اور باغوں کے لگانے میں اور پتھر تراشش کے مکان بنانے میں اور کنواں اور
تالاب پہاڑوں کے اندر کھدوانے میں خرچ ہوتا تھا یہاں تک کہ بڑے بڑے
سنگ تراش کاریگر پہاڑوں پر عمارتیں منقش تراشتے تھے۔ آخر کو ہوتے ہوتے
پتھروں کی صورتیں عجیب وغریب تراشنے لگے اور اُن کو پوجنا شروع کیا اور یہ
رسم اُن میں رائج ہوئی یہاں تک کہ بالکل بت پرستی اُن میں پھیل گئی اور حق تعالیٰ
سے بالکل غافل اور بے خبر ہو گئے۔

تب حق تعالیٰ نے حضرت صالح بن عبید علیہ السلام کو کہ صورت اور
شکل میں سب سے بہتر تھے اور حسب ونسب میں بھی سب سے اعلیٰ اور خوبتر
اور لڑکپن سے نیک بختی اور صلاحیت کی نشانیاں اُن میں پائی جاتی تھیں، مرتبہ
رسالت کا عنایت فرما کے وحی نازل فرمائی اور حکم الٰہی اُن کو ہوا کہ اپنی قوم کو
سمجھا کے [illegible]

کی طرف اُن کو رغبت دلاؤ اور مشغول کرو اور یہ حکم الٰہی اُن کو پہنچاؤ اور خوب اچھی
طرح سے سمجھاؤ کہ یہ سب نعمتیں کہ تم کو حاصل ہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت کی ہوئی ہیں
ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ان نعمتوں کو غیر خدا کی طرف منسوب نہ کرو اور سرکشی
اور تکبر کو چھوڑ دو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بموجب حکم الٰہی کے تبلیغ احکام
اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور قوم نے انکار پر اصرار کیا اور حضرت
صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں بموجب تمہاری
خواہش کے معجزہ تم کو دکھاؤں اور پھر تم نے میرا کہنا نہ مانا اور ایمان نہ لائے تو
تم سب عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گے ان لوگوں نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور
کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ ہر سال شہر کے باہر جاتے ہیں اور پوشاک اور زیور سے
بتوں کو آراستہ کر کے باہر نکالتے ہیں اور حاجتیں تمام سال کی ان بتوں سے
اُس روز مانگتے ہیں اور وہ ہم کو دیتے ہیں تو تم بھی اُسدن ہمارے ساتھ چلو
اور اپنے خدا سے اپنا مطلب طلب کرو دیکھیں تو تیرا خدا کیا دیتا ہے۔ حضرت صالح
علیہ السلام نے اس بات کو قبول کیا اور اُسدن جس کا وعدہ ہوا تھا سب کے سب شہر
باہر نکلے اور شہر سے لوگ جدا میدان آپ بلائے گئے تھے وہ بھی اُن کے ساتھ
ہوئے اور جب عیدگاہ کو پہنچے دیکھا تو بتوں کو نہایت زیب و زینت سے
آراستہ کر کے اپنے سامنے تختوں پر بٹھایا ہے اور نہایت ادب سے سب قوم
اُن کے سامنے کھڑی ہوئی ہے اپنی حاجتیں مانگ رہے ہیں۔ حضرت صالح
علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے بتوں سے کوئی چیز انوکھی مانگو تاکہ مجھ کو بھی
کہ یہ [illegible]

بتوں سے ایک چیز انہوں نے بھی مانگنی شروع کی اور نالہ اور فریاد اور عاجزی اور بہت
مدت زیادہ کی لیکن سوائے محنت بیہودہ کے کچھ بھی حاصل نہ ہوا آخر کو عاجز
ہو کر بیٹھ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب جو تم کہو میں بھی
اپنے اس مالک اکیلے اور قادر مطلق اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگوں
اور اس کی قدرت کو بھی دیکھو کہ کیسا اپنے بندۂ خاص کی فریاد رسی کو پہنچتا ہے
اور جو مانگوں سو دیتا ہے۔ جندع بن عمرو نے کہ ان کے سرداروں میں بڑا
سردار تھا دوسروں سے کہا کہ ان سے ایسی چیز طلب کرنا چاہیے کہ عقل کے
نزدیک محال ہو تاکہ ان سے ادا نہ ہو سکے اور ہمارے بتوں کی بھی عزت و آبرو
باقی رہ جائے ورنہ ہم خفیف اور ذلیل ہو جائیں گے۔ سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار
ہے اور عقل اور دانائی میں بھی سب سے زیادہ ہوشیار ہے تو کوئی ایسی چیز تجویز
کر کے کہہ کہ یہ عاجز ہو جاویں اور نہ کہیں۔ تب جندع نے صالح علیہ السلام
سے کہا کہ اس پہاڑ کے پتھر سے کہ عیدگاہ کے سامنے ہے اور اس پتھر
کو ان کے عرف میں کاثبہ کہتے تھے، ایک اونٹنی ہمارے واسطے نکال کہ اس
کی پیشانی سیاہ ہو اور سارا بدن اس کا سفید اور بال اس کے بڑے ہوں اور
نرم اور اس کے دس مہینے کا حمل بھی ہو اور ڈیل اس کا بہت بڑا ہو کہ ہم سب کو
ایک نیزہ کے برابر معلوم ہووے اور اس پتھر سے نکلنے کے بعد ہمارے سامنے
بچہ جنے اور وہ بچہ بھی اسی کی مانند ہو شکل اور رنگ اور ڈیل میں۔ حضرت صالح
علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اسی طرح کی اونٹنی اس پتھر سے نکالوں تو تم ایمان
لاؤ گے اور حق تعالیٰ کے دین و حکم کے فرمانبردار ہو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ

اگر یہ امر ظہور میں آویگا تو ہم سب ایمان لائیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے
اس بات پر عہد اور پیمان کیا اور قول اور اقرار اُنسے مضبوط لیا۔ پھر اُن لوگوں کو
جو اُن پر ایمان لائے تھے اپنے ساتھ لیکر اُس پتھر کے نزدیک تشریف لیگئے
اور دو رکعت نماز ادا کی اور درگاہ میں جناب الٰہی کے دعا میں مشغول ہوئے
اور ان مسلمانوں کو کہا کہ تم سب میرے پیچھے کھڑے ہوکر آمین کہو اور اُس قوم
ثمود کے سردار مع فوج اور لشکر گرداگرد اُن کے گھیر کے کھڑے ہوئے اور
تماشا دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہے کہ یکایک قدرت سے اس قادر توانا کی اُس
پہاڑ کے پشتے سے آواز جانور کے جننے کی آنے لگی جسطرح جانور جننے کے
وقت آواز کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پشتہ پھٹا اور ایک اونٹنی جیسی اُسنے
طلب کی تھی ویسی ہی نکلی اور جنگل میں چرنے لگی اور بعد ایک ساعت کے
اُسکے بھی دردزہ شروع ہوا اور اُسنے بھی ایک بچہ جنا اپنے برابر قدوقامت میں
اور صورت و شکل میں۔ اس معجزے کو دیکھ کر لوگ ایک آواز ہوکر پکار اُٹھے اور سب
اس بات کے قائل ہوئے کہ حضرت صالح علیہ السلام کا معبود بڑی قدرت رکھتا
ہے اُسی پر ایمان لانا چاہیے اور جندع بن عمرو چھ ہزار آدمیوں سے ایمان
لایا اور اسلام سے مشرف ہوا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قدموں پر گرپڑا
اور پچھلی تقصیروں سے نادم اور شرمندہ ہوا اور اُس کی بخشش طلب کی اور دوسرے
سردار اپنے نفس کی شامت سے اُسی انکار پر قائم رہے اور اپنے فرمانبرداروں کو
بھی سمجھایا اور بھڑکانا شروع کیا کہ ایسے جادو پر فریفتہ مت ہو اور اپنے دین اور
مذہب کو مت چھوڑو اور اسی پر مضبوط رہو کہ یہ وقت آزمائش اور امتحان کا ہے۔

ان بدبختوں نے اپنے رئیسوں کے بھڑکانے سے کفر کے کلمے کہنا شروع کیے اور حضرت صالح علیہ السلام کو جادوگر قرار دیکر پھر گئے. تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تم نے خلاف عہد کے کیا اور مجھ پر ایمان نہ لائے. اب تمہارے بچاؤ کی عذاب الٰہی سے یہ صورت ہے کہ اس اونٹنی اور اس کے بچے کو نہایت تعظیم سے اپنے ملک میں رکھو کسی طرح سے اسکو رنج مت دو اور کسی طرح سے مت چھیڑو کہ تمہارے امن اور بچاؤ کا سبب ہے اور جبتک یہ اونٹنی اور اس کا بچہ تم میں رہیگا عذاب الٰہی تم پر نہ آویگا اور جو کسی طور سے تم نے اسکو برائی پہنچائی تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگے اب اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ اس معجزے کے خاص ہونے میں اس قوم کیواسطے بھید یہ تھا کہ انکو پتھر تراشنے اور تصویر بنانے میں بڑا دخل تھا اور اس کام میں بڑی بڑی باریکیاں اور کاریگریاں کرتے تھے تو اس معجزے کے خاص کرنے میں اس گروہ کیواسطے اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ ہر چند کہ تم لوگ پتھر کی تصویریں عجیب و غریب بناتے ہو مگر جان اس میں نہیں ڈال سکتے اور ہم پتھر سے ایک جاندار جانور کہ اس ملک کے جانداروں سے بڑا ہو نکال سکتے ہیں. اور اس میں اشارہ اس بات کیطرف بھی ہوا کہ حق تعالیٰ کی ہدایت پتھر کے دلوں کو نرم کر سکتی ہے اور اس سے روح کے وصف ظاہر کر سکتی ہے اب آئے ہم باقی رہے قصے کے بیان پر کہ اونٹنی قد اور قامت اور ڈیل اور ڈول میں بھی بہت بڑی تھی چنانچہ حضرتِ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہ بڑے جلیل القدر صحابیوں میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ثمود کے شہر میں جسکا حجر نام ہے گیا تھا اس اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ کہ مشہور ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اپنے ہاتھ سے میں نے ناپی تھی تو ساٹھ گز دور اس کا ہوا تھا اور اس اونٹنی کی

خاصیت یہ تھی کہ سب جانور اہلی اور جنگلی اُس کے دیکھنے سے خوف کھا کر بھاگ جاتے تھے
اور جس جنگل میں وہ چرتی تھی کوئی دوسرا جانور قدم نہیں رکھ سکتا تھا اور جس کنویں اور
تالاب اور ندی پر وہ پانی پینے کو جاتی تھی تو سب پانی اُس کا پی لیتی تھی اور جس چراگاہ
میں وہ چرتی تھی اس میں گھاس کا نام بھی نہیں رہتا تھا اور شام کے وقت جو شہر میں
آتی تھی سب شہر والے اپنے اپنے برتن لا کے اُسکے دودھ سے بھر لیتے تھے اور تمام
شہر والوں کو اُسکا دودھ کفایت کرتا تھا۔ جب ایک مدت اسی طور سے گذری تو اونٹنی
اور جانوروں والے اُسکے پھرنے اور سیر کرنے سے عاجز ہوئے اور حضرت صالح علیہ
السلام سے فریاد کی۔ آپ نے مصلحت کے طور پر ایسا ٹھہرایا کہ ایک دن تم سب
اپنے جانور چرایا کرو اس دن ہم اونٹنی کو اپنے گھر میں بند رکھیں گے اور دوسرے
روز ہم اس اونٹنی کو چھوڑ دیں گے اُسدن تم اپنے جانوروں کو بند رکھو اس قول اور قرار
پر ایک مدت تک گذران کرتے رہے لیکن شہر والوں پر جو جانوروں کی پرورش کا
ذوق اور شوق رکھتے تھے یہ قسمت بھی گراں گذری اور اپنے دلوں میں کہتے تھے کہ
کسی حیلے اور تدبیر سے اس اونٹنی کو یہاں سے دور کیا چاہیے تاکہ ہمارے جانور بے
طرح فراغت سے پانی اور چارہ کھایا کریں لیکن عہد توڑنے اور قول اور اقرار کے
خلاف ہونے سے خوف کھاتے تھے اس درمیان میں ایک نوجوان اسی قوم کا نہایت
شورہ پشت اور ڈھنگی تھا اور اس کا نام قدار بن سالف تھا کہ وہ گردن جار شانہ دار
باپ کو اذیت دینے والا زبان دراز ہتھ چھٹ پیدا ہوا اور وہ ایک عورت فاحشہ
پر عاشق ہوا اور اس عورت کا نام عنیزہ تھا کہ خوبصورتی اور خوش اسلوبی اور لطیفہ گوئی
اور نزاکت طبع میں وہاں مشہور تھی اور اس فاحشہ کے گھر میں آٹھ شخصوں سے جو اس

سے ہم مشرب اور ہم وضع تھے اور ان میں سے ایک کا نام مصدع بن داہر تھا کہ اس
کے چچا کا بیٹا تھا جو آتا تھا اور اس سے حظ نفسانی حاصل کر کے روسیاہی دونوں جہان کی
لیا کرتا تھا اور اس کے یار اور ہم نشین شراب خوری کر کے لئے شہر کی لونڈیوں باندیوں
سے منہ کالا کیا کرتے تھے۔ ایک روز اس جوان نے یعنی قدار نے اس فاحشہ سے
کہا کہ کب تک یہ آشنائی چوری چھپی رہیگی کس لئے مجھ سے نکاح کیوں نہیں کر لیتی ہے
کہ عمر بھر ہنسی خوشی سے گذران کریں۔ اس قحبہ نے کہا اگر اس بات کا تجھ کو خیال ہے
تو ایک فرمائش میری ہے اگر اسکو تو بجا لاوے تو میں مع مال و اسباب اور لونڈیوں کے
تیری فرمانبردار ہو رہوں اور وہ کام یہ ہے کہ اس اونٹنی کو جس نے مجھ کو اور تمام
شہر کو ایک رنج اور بلا میں ڈال رکھا ہے اور تمام جانوروں بے زبان کو بھوک اور
پیاس کے عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے کسی طرح مار ڈال اور اسکی کونچیں کاٹ کہ
ہم بلا سے نجات پاویں اور اس قحبہ کے جو جانور بہت تھے اس سبب سے اور
اوروں سے زیادہ اسکو اس اونٹنی سے دشمنی تھی غرضکہ قدار نابکار نے اس دنئے
اور خسیس کام کیا سے ایسے بڑے گناہ کرنیکا اقرار کیا اور اس اونٹنی کے مارنے کی
تدبیر میں پڑا اور اپنے یاروں آشناؤں کو بھی اس کام میں اپنا رفیق کیا اور ایک روز
ایک تنگ گلی میں جو اس اونٹنی کے آنے جانے کی راہ تھی اس کی راہ روک کے
گھات میں بیٹھا اور اپنے یاروں کو بھی اس کوچے میں گھات کی جگہوں میں بٹھایا تو
جس وقت وہ اونٹنی چراگاہ سے پھری اور اس کوچے میں پہنچی تو پہلے مصدع نے تیر
اس کی پیشانی پر مارا اور دوسرے ساتوں شخص تلواریں کھینچ کے غل مچاتے ہوئے
اونٹنی تک پہنچے لیکن وہ اونٹنی باوجود زخمی ہونے کے کسی کو اپنے پاس آنے نہیں

دیتی تھی اور جس طرف حملہ کرتی تھی سب کو بھگا دیتی تھی آخر کو قدار نابکار نے اس کے
پیچھے پہنچ کر ایک تلوار اس کی کونچوں پر ماری کونچوں کے کٹتے ہی وہ اونٹنی زمین پر
گر پڑی زمین پر گرتے ہی جب اس کے یار گرد سے پہنچے تو تلواروں سے اسکو پرزے
پرزے کر ڈالا۔ اس بات کو سنکر شہر والے سب خوش ہوئے اور اس کے گوشت کو
تقسیم کر کے شہر والے اپنے گھر کو لیگئے اسکا بچہ جو پیچھے سے آیا اور اپنی ماں کا یہ حال
دیکھا تو وہاں سے بھاگ کر اسی پہاڑ کی پشت پر جا کر کھڑا ہوا یہ خبر حضرت صالح علیہ السلام
کو پہنچی تو افسوس کرتے ہوئے باہر نکلے اور شہر والوں سے فرمایا کہ یہ تم نے اچھی بات
نہ کی بلکہ خدا کے عذاب کو قصد کر کے اپنے واسطے منگوایا اب بھی بچاؤ کی صورت ہے کہ
میرے ساتھ آؤ اور اسکے بچے کو اپنے شہر میں لاؤ تا کہ اس کے سبب سے حق تعالی
کے عذاب سے بچ جاؤ۔ قدار نابکار اور دوسرے کافروں نے اس بات کو نہ سنا
اور اس بات کی کچھ حقیقت نہ جانی تب تو حضرت صالح علیہ السلام سب مسلمانوں
کیساتھ اس بچے کے لانے کو جنگل کیطرف گئے جوں ہی بچے نے حضرت صالح
علیہ السلام کو دیکھا تین مرتبہ آواز کی اور وہ پشتہ پہاڑ کا پھٹا اور وہ بچہ اس کے اندر
گھس گیا تب حضرت صالح علیہ السلام اس حال کو دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے پھر
آئے اور شہر والوں سے کہا کہ تم نے اپنی خرابی اپنے ہاتھ سے کی اور اس بچے کے
تین مرتبہ آواز کرنے کی تعبیر یہ ہے کہ تم کو تین دن مہلت ہے عذاب الہی سے پہلے
دن منہ تمہارے زرد ہو جائیں گے اور دوسرے دن سرخ ہو جاویں گے۔ اور
تیسرے دن سیاہ اور یہ ماجرا تھوڑے دن رہے بدھ کو ہوا تھا جمعرات کی صبح شہر
والے جو سو کے اٹھے تو دیکھا کہ سب کے منہ زرد ہو گئے ہیں تب سب کو یقین ہوا

کہ جو کچھ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا سب سچ اور واقع ہونے والا ہے. لیکن اُسوقت اُن کی قوت خشبیہ نے جوش کیا اور قوت عقلیہ بالکل معزول ہو گئی یعنی قدار نے اپنے آٹھوں یاروں سے قسمیہ ہو کر یہ بات ٹھہرائی کہ قبل آنے تیسرے دن کے حضرت صالح علیہ السلام کا کام تمام کیجئے۔ یہ ارادہ دل میں ٹھان کر اُسی رات کو یہ نو آدمی حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبی کرنے کو چلے اُس وقت حضرت صالح علیہ السلام اپنی مسجد میں تھے ایک درخت اُس مسجد میں تھا وہ بلند آواز سے بولا قدار اپنے یاروں کے ساتھ آپ کے مارنے کو آتا ہے آپ اپنے گھر تشریف لیجائیے اور دروازہ بند کر لیجئے. حضرت صالح علیہ السلام نے اُس کے کہنے کے بموجب عمل کیا اور گھر میں دروازہ بند کر کے جا بیٹھے جب قدار بکار اپنے یاروں کے ساتھ مسجد میں آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو وہاں نہ پایا تو ارادہ کیا کہ آپ کے مکان کا دروازہ توڑ کر اندر گھس کر آپ سے بے ادبی کریں وہ اسی سوچ میں تھے کہ یکایک فرشتے بموجب حکم الٰہی کے آپ کی حمایت اور مدد کو پہنچے اور اپنے پروں کو اُن بدبختوں کے منہ پہ مارا بمجرد اس مارنے کے وہ سب اندھے ہو گئے اور حیران و پریشان گرتے پڑتے بے تحاشا وہاں سے بھاگے اور اس بھاگنے میں کسی کا سر دیوار میں ٹکرا کر پھٹ گیا اور کوئی کنوئیں میں گر کر مر گیا یہاں تک کہ سب کے سب مر گئے و خسر الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ ہوئے دوسرے دن شہر والے جو لوٹے تو سب کے منہ سرخ پائے اور قدار وغیرہ کے وارثوں نے جو اُن کی تلاش کی تو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کے قریب ان سب کو مرا ہوا پایا پھر اس حال کو شہر کے رئیسوں اور سرداروں سے جو کہ فرشتے ظاہر کیا تو سردار سب شہر والے حضرت صالح علیہ السلام

کے گھر پر چڑھ آئے اور گھر کو گھیر لیا اور کہا کہ تم نے اس اونٹنی کے عوض میں ہمارے
جو نو آدمی رات کو مار ڈالے ہیں ہم اُن آدمیوں کے عوض میں تم کو اور تمہارے سب
گھر والوں کو مار ڈالیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ان لوگوں کے
مارنے کو نہیں گئے تھے یہ خود ہمارے گھر پر رات کو چڑھ کے آئے تھے اللہ تعالیٰ
نے غیب سے اُن کو سزا دی وہ سب اسی جواب اور سوال میں تھے کہ جندع بن
عمرو اس شہر کا بڑا رئیس کہ مع اپنی فوج کے اسلام سے مشرف ہوا تھا اور بڑا
معتقد اور دوست حضرت صالح علیہ السلام کا تھا اس حال کی خبر پا کے مع اپنی
فوج کے حضرت صالح علیہ السلام کی مدد کو پہنچا اور اُن رئیسوں اور شہر والوں سے
مقابلہ کیا آخر کو چند آدمیوں نے درمیان میں آ کے اس بات پر صلح ٹھہرائی کہ حضرت
صالح علیہ السلام اس شہر سے باہر جاویں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو
غنیمت جانا اور جندع بن عمرو اور دوسرے مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر شہر سے
باہر چلے گئے تیسرے دن کہ سنیچر کا دن تھا صبح کو شہر کے لوگ جو اُٹھے سب کے
منہ کالے پائے اُس دن پھر نہایت تشویش میں رہے کہ کیا ہونے والا ہے آخر یہ
بات سوچے کہ سنگین مکانات خالی کیجے اور خدا کا عذاب جب آویگا تو ان مکانوں
میں چھپ رہیں گے کیونکہ عذاب الٰہی آسمان سے آویگا جیسے پانی یا پتھر کا برسنا
یا زمین سے ہوگا جیسے زلزلہ، اور ان سب چیزوں سے ان مکانوں میں بچ رہیں گے
اس واسطے کہ یہ مکان پہاڑ کو تراش کے بنائے ہیں ایسی چیزوں سے ان مکانوں
میں کچھ دہشت نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کے غضب سے کوئی چیز بچا
نہیں سکتی ہے تیسرے روز کہ پنجشنبہ کی صبح کو حضرت جبرائیل علیہ السلام بموجب حکم الٰہی

کی طرف جاتے راستے میں اُسی عذاب میں جس میں اُس کی قوم ہلاک ہوگئی تھی یہ بھی ہلاک ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی مہم پر جانے کے وقت جب اُس کی قبر پر پہنچے، اور عادت وہاں کے لوگوں کی یہ تھی کہ جب اُس قبر کے نزدیک پہنچتے تو اُس کو سنگسار کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ قبر کس کی ہے صحابہؓ نے جواب میں عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قصہ اُس کا مفصّل اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور کہا کہ اس میری بات کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ اس شخص کی چھڑی سونے کی اُس کے ساتھ ہی دفن ہوئی ہے۔ صحابہؓ نے جو یہ کلام سُنا دوڑے اور اُس کی قبر کو تلواروں سے کھودا اور وہ سونے کی چھڑی اُس کی نکال لائے اور اُس کی قبر کو پھر اُسی طرح بند کر دیا۔ یہ ہے ثمود کا قصہ جو بیان ہوا چنانچہ یہ قصہ بعض بعض سورتوں میں زیادہ تفصیل سے مذکور ہے مگر اس مقام پر حق تعالیٰ نے تھوڑا اس قصے سے جتنا مناسب تھا بیان فرمایا کہ ثمود کی قوم نے سرکشی سے اور شہوت اور غضب کی خواہشوں کے غالب کرنے سے عقل اور شرع کے حکموں پر حکم الٰہی کا انکار کیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اُس کی لائی ہوئی چیز کو جھوٹ جانا اِذِ انۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ٭ جب اُٹھا اتراتا ہوا بدبخت اس قوم کا یعنی قذار بن سالف اور عقل اور شرع کے برعکس شہوت اور غضب کی فرمانبرداری کی یعنی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد ہوا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ پھر کہا اُن کو اللہ کے رسول نے یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے اور اس جانے پر رسول اللہ فرمایا اُن کا نام یعنی صالح نہ د... کہ اس بات کی طرف اشارہ

ہو کر یہ کہنا حضرت صالح علیہ السلام کا گویا خدا کا کہنا تھا اور اُن کا ڈرانا خدا کا ڈرانا
تھا اس واسطے کہ رسول جس کا ہوتا ہے اُسی کا پیغام پہنچاتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے
اُسی کی زبانی کہتا ہے گویا رسول کا حکم مالک کا حکم ہے اور اگر نام حضرت صالح
علیہ السلام کا ارشاد ہوتا تو یہ فائدہ بوجھا نہ جاتا ناقۃ اللہ یعنی چھوڑ دو اور بانکو
مت اللہ کی اونٹنی کو تا کہ جہاں چاہے چرے اور جس پانی کو چاہے پیوے اور
کسی طرح کا رنج اور اذیت مت دو اور اُس کی ہلاکت کے پیچھے مت پڑو اس
واسطے کہ گنوار اور زمیندار بھی اپنی ناقص عقل اور شعور سے اتنا جانتے اور بوجھتے
ہیں کہ زور اور حکومت والے کے جانور کو چارے پانی پر سے ہانکنا نہ چاہیے بلکہ
کسی طرح نہ چھیڑا چاہیے تو خدا کے جانور کو جو سب حاکموں کا حاکم ہے اور سب
زبردستوں کا زبردست اور ہر وقت سزا دے سکتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے
بطریق اولیٰ چھیڑا نہ چاہیے اور اُس کے قتل کے پیچھے نہ پڑیے کہ یہ بات بالکل عقل
کے خلاف ہے پھر گنواروں اور زمینداروں اور بکریوں کے چرانے والوں کے برابر
بھی نہ سمجھنا کمال نادانی اور بے وقوفی ہے اور یہ بلا عقل کے مغلوب کرنے سے
اور شہوت کے غالب کر لینے سے سر پر پڑتی ہے اور اس اونٹنی کی نسبت خدا کی
طرف اسواسطے ہوئی کہ وہ کسی کی ملک میں سوائے خدا کے نہ تھی اور ایک وجہ یہ
بھی ہے کہ بے ماں باپ کے پتھر سے پیدا ہوئی تھی اور حق تعالیٰ کی قدرت کا
ظہور تھا اور دلیل تھی قیامت کے قائم ہونے پر اور مُردوں کے زندہ ہونے
پر گور سے ان سب باتوں کے جمع ہونے کے سبب سے اُس کو ایک مرتبہ عالی
ایسا حاصل ہوا تھا کہ دوسرے جانوروں میں وہ بات پائی نہیں جاتی ہے جس طرح

اس واسطے دی تھی کہ ان دونوں کو عقل کا فرمانبردار کریں اور عقل کو اسواسطے دیا کہ
شرع کا فرمانبردار کریں اور ان لوگوں نے اس کا عکس کیا یعنی شرع کو تابع عقل اور
عقل کو تابع شہوت اور غضب کے کیا بِذَنْبِهِمْ اُن کے گناہوں کے سبب
سے اور گناہ حکمت الٰہی کی ترتیب کو بدل ڈالنا اور اُس کی ضد پر عمل کرنا تھا۔
جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کہ میرے دشمن کو جا کر تلوار سے قتل کر
وہ غلام جا کر اُس کے لڑکوں کو مار ڈالے فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا اس فرقے
کو اور خاک میں ملا دیا اسواسطے کہ اس اونٹنی کے قتل میں سب شریک تھے
باطن میں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہے
پھر جو کوئی اُس مجلس میں حاضر ہو لیکن دل سے بیزار ہو اور اُس کو بُرا جانتا ہو تو
وہ شخص گویا اُس گناہ سے منزلوں دور ہے کچھ گناہ کی بُرائی اُس کو نہ لگے گی۔
اور جو اُس مجلس سے دور ہو اور دل سے راضی اور خوش ہو اُس گناہ کے کرنے
سے وہ ایسا ہے کہ گویا اُس مجلس میں موجود ہے اور اُس گناہ میں شریک وَلَا
يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہیں ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس قوم کی ہلاکت کے انجام
سے اسواسطے کہ انجام کار سے وہ شخص ڈرتا ہے جس کو یہ معلوم نہ ہووے کہ
انجام اُس کا اچھا ہے یا بُرا اور نادانستہ وہ کام کر بیٹھے یا وہ شخص ڈرے جسکو
اُس کے انجام کا سنبھالنا مشکل ہو اور جو مفسدہ اُس کام کے پیچھے اُٹھے اُس کام
کا تدارک تر واقعی نہ کر سکے۔ سو اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے کہ موجب
نقصان کے ہیں پاک ہے وہ تو علام الغیوب ہے اور پورے درجے کی قدرت
اور اختیار رکھتا ہے اس کو کیا پرواہ ہے جو ایک فرقہ اُس کی مخلوقات سے نہ ہو جاوے

گا اور اس کا کچھ افسوس بھی نہیں ہے کہ میں نے مدتوں اس فرقے کو پالا ہے سو سب پرورش میری اکارت گئی اور جس کام کے واسطے پرورش کیا تھا وہ کام نہ ہوا۔ اب یہاں پر جان لیا چاہیے کہ حدیث صحیح میں جو مسند امام احمدؒ وغیرہ معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کچھ تم کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ بدبخت پہلی امتوں کا کون شخص ہے اور اس اُمت میں زیادہ بدبخت کون ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھ کو معلوم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بدبخت اگلی امتوں کا ایک سُرخ رنگ ثمود کی قوم سے تھا یعنی قدار بن سالف کہ حق تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور اس اُمت کا سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو تیرے سر پہ تلوار ماریگا اور تیری داڑھی اُس خون سے رنگین ہوگی اور اُسی تلوار سے تو شہید ہوگا اب یہاں پر ضرور ہوا کہ اگلی امتوں سے قدار کے زیادہ بدبخت ہونے کی وجہ اور اُس امت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کے زیادہ بدبخت ہونے کی وجہ بیان کی جاوے اور اس کا بیان موقوف ہے کئی مقدموں کی تمہید پر پہلا مقدمہ یہ ہے کہ فرج کی شہوت سب شہوتوں سے خسیس اور بدتر ہے اسواسطے کہ اس حالت میں آدمی عقل سے بہت دور ہو جاتا ہے اور جانور کی سی حرکتیں آدمی سے اُس وقت ظاہر ہوتی ہیں اور اس شہوت کی جائے بھی نجاست اور ناپاکیوں سے بھری ہوئی ہے اور عورت کی جگہ کا کھلنا اس شہوت کو لازم ہے جس کا مقام بنی آدم کے نزدیک چھپانا واجب ہے۔ اسی واسطے عادت پیدائشی آدمی کی ہے کہ اس شہوت کے کرنے کے

وقت بہت پردہ کرتا ہے اور سب سے چھپاتا ہے اور اس کا نام مجلس اور محفل میں کھول کر نہیں لیتا سوائے اشارے و کنائے کے اور جو کالی دنیا میں نسبی ہو وے سوا اسی شہوت سے کچھ کمی زیادتی کرنے کی ہوئی دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شہوت کسی قسم کی ہو اس قسم مذکور کی ہو خواہ دوسری قسم جیسے کھانے کی ہو یا پینے کی ہو یا مکانات کی یا سواری کی ہو یا سیر باغ اور بہار کی یا ناچ بجانے کے سننے کی ہو یا خوشبویوں کے سونگھنے کی اور جو سوائے اس کے ہیں یہ کمتر اور خسیس غضب اور غیرت سے ہیں اسی واسطے عرف میں اُن لوگوں کو جو اِن شہوتوں کے مغلوب ہوتے ہیں بدتر جانتے ہیں اُن لوگوں سے جو غضب اور غیرت کی شہوت سے مغلوب ہوئے ہیں جیسے بادشاہ عیاش اور نمائش بین کو بُرا جانتے ہیں بادشاہ سفاک خونریز سے۔ اور اس کا بھید یہ ہے کہ غضبیہ قوت سبب ہے غلبے اور قہر اور سیاست کی اور شہویہ قوت باعث ہے ذلت اور چاپلوسی اور خوشامد کی۔ اور سب لوگوں کے نزدیک غلبہ قوت بہتر ہے اسواسطے کہ یہ زبردست ہے مغلوب قوت سے اس واسطے کہ یہ زبردست ہے تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جب شہوت اور غضب کے سبب سے واجب حق تلف ہوتے ہیں تو سب لوگوں کے نزدیک وہ شخص معیوب اور مطعون ہو جاتا ہے اور جس قدر وہ حق بزرگ ہوگا اُسی قدر طعن اور تشنیع زیادہ لاحق ہوگی تو اول بدبخت وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے حق پر شہوت اور غضب کو مقدم رکھے اور اپنے نفس کے حق کو تلف کرے اُس سے بدبخت وہ شخص ہے کہ اپنی لذت شہوی اور غضبی کے سبب سے دوسرے کا حق تلف کرے اور اس سے بھی زیادہ بدبخت وہ شخص ہے کہ ان دونوں

لذتوں کے سبب سے بہت آدمیوں کے حقوق کو تلف کرے۔ پھر حق بھی آپس میں مختلف ہیں جیسے دنیا کا حق کہ اس کا تلف ہونا سہل اور آسان ہے آخرت کے حق تلف ہونے سے کہ اس کا دفعیہ بہت مشکل ہوتا ہے چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ آدمی پر تین حق بڑے اور عمدہ ثابت ہیں پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اسس کا پیدا کرنے والا اور نعمت دینے والا اور سب کام کا درست کرنے والا وہی ہے اور کسی وقت اور کسی دم آدمی اُس کے احسان سے باہر نہیں ہو سکتا اور ہر کام میں آدمی اُسی کی مدد اور مہربانی کا محتاج ہے اسی واسطے کوئی حق اور کسی کا حق اس حق کی برابری کر نہیں سکتا دوسرا حق اپنی قوم اور برادری کا ہے کہ اپنی زندگی اور موت میں اُن کا محتاج ہے اور ہر طرح کی مدد کا اُن سے اُمیدوار۔ تیسرا حق اپنے نفس کا اور اُس کی حقیقت خود ظاہر ہے کچھ حاجت بیان کی نہیں ہے۔ پس سب بدبختوں سے بدبخت وہ شخص ہے کہ ان تینوں حقوں کو ایک خسیس شہوت کے عوض میں تلف کرے سو یہ وصف اگلی اُمتوں میں قدار بن سالف میں تھا کہ اونٹنی اور خسیس کام کے واسطے ان تینوں حقوں کو تلف کر ڈالا۔ اوّل اپنے نفس کے حق کو تلف کیا اور کافر مرا اور دوزخ کا کندہ ہوا اور اپنی زندگی کو برباد کیا دوسرے اپنی قوم کے حق کو تلف کیا کہ اُس کے سبب سے سب حق تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوئے اور کسی کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ تیسرے حق تعالیٰ کا حق تلف کیا یعنی اُس اونٹنی کو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی صورت تھی اور رحمت اور عنایت الٰہی کے نزول کی سبب تھی اور بیت اللہ کی سی بزرگی پیدا کی تھی

کی کونچیں کاٹ دیں اور ہلاک کیا اور اس امت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا
قاتل ابن ملجم ایسا ہی بدبخت ہے توضیح اس ابہام کی اور تشریح اس مقام کی یہ ہے
کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی جس طرح حضرت صالح علیہ السلام کے کمال کی صورت
تھی اور ان کی نبوت پر گواہ صادق تھی اور قوم ثمود کی ہدایت کے واسطے جو
حق تعالیٰ کی عنایت متوجہ ہوئی تھی اور حضرت صالح علیہ السلام کو مرتبہ رسالت
کا مرحمت کر کے اس قوم کی طرف مبعوث کیا تھا اور وہی ہدایت ان کے سوال
کے موجب ناقہ کی شکل ہو کے ان میں ٹھہری تھی اور قرار پکڑا تھا یہاں تک کہ
اس کی تعظیم اور اس کے حق کو ادا کرنا گویا حضرت صالح علیہ السلام کی شریعت
وقبول کرنا تھا اور عذاب الٰہی کے دفع کرنے کیواسطے ان کے دین کو قبول کرنے
کا قائم مقام تھی گویا حضرت صالح علیہ السلام کی ولایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر
اور ظاہر ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے مرتبے کی بزرگی اور ان کی دعا
کی قبولیت اس پتھر کے سے ظاہر ہوئی تھی اسی طرح سے وجود جسمانی حضرت
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا کہ ختم کرنے والے خلافت حقہ کے تھے اور جناب
نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہدایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر تھا اور اس جناب کے قرب معنوی
کی روشنی اسی راہ سے ظاہر تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت
اس وقت میں اسی ذات قابل الصفات میں منحصر تھی اسی واسطے حدیث شریف
میں جس طرح بیت اللہ کے حق میں وارد ہے کہ اَلنَّظَرُ اِلَی الْکَعْبَۃِ عِبَادَۃٌ یعنی
دیکھنا بیت اللہ کا عبادت ہے" اور قرآن شریف کے حق میں وارد ہے کہ النظر

فِی المُصحَفِ عِبَادَۃٌ یعنی دیکھنا قرآن کے حرفوں کی طرف عبادت ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ یعنی دیکھنا حضرت علیؓ کے منہ کی طرف عبادت ہے سو اُس وقت میں وجود شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مثل وجود شریف حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تھا اس واسطے کہ اُسوقت میں تشنگان اُمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی چشمۂ خاص سے سیراب ہوتے تھے اور ہر حاجت ظاہری اور باطنی کو اُس وقت میں بسبب جمع ہونے تمام صفات کمالِ بشری کے وہ ذات مبارک کفایت کرتی تھی ایسے وقت میں اُس وجود کو اُس بدبخت ترین بدبختوں نے شہید کیا تو گویا ہدایت کی شمع کو گل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حق کو تلف کیا اور تمام اُمت کے حق کو بھی تلف کیا یعنی ایسی ذات کو کہ اُس وقت میں اپنا ثانی اور قائم مقام فضیلت اور بزرگی میں نہ رکھتی تھی ہلاک کر کے تمام اُمت کو جیسا کہ ریوڑ بے رستے کے مانند منتشر اور فوجِ بے سردار کی طرح پریشان کر دیا اور اپنے نفس کے حق کو بھی تلف کیا اور کندہ دوزخ کا ہوا اور اپنی زندگانی کو برباد کیا اور یہ سب برائی اُس بدبخت کو اِسی شہوت کے سبب سے حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ روایاتِ صحیحہ میں وارد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی تھا خارجی مذہب کوفے میں آیا اور ناگہاں اُس کی نظر ایک عورت خوبصورت پر جس کا نام قطام تھا پڑی اور دل وجان سے اُس پر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بھی یہی مذہب باطل رکھتی تھی اور باپ اور بھائی اُس کے نہروان کی لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک سے واصلِ

جہنم ہوئے تھے جب ابن ملجم کو اس کی ملاقات کا خیال دل میں پڑا اور خط وکتابت اس مقدمے میں اُس سے شروع کی اور آدمیوں کو درمیان میں ڈالا تب اُس عورت نے جواب میں یہ کہا کہ ایک میرا کام ہے اگر تجھ سے ہو سکے اور تو اُسکے کرنے کا اقرار کرے تو البتہ میں تجھ کو قبول کروں اور اپنے تئیں تیرے نکاح میں دوں اور وہ کام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو شہید کر اُس ملعون نے کہ مغلوب شہوت تھا اس بات کو اُس ملعونہ کی قبول کیا اور اس کام کی تدبیر میں پڑا ایک تلوار ہزار درم کو خریدی اور اُس کو زہر کے پانی سے بجھایا اور اپنے یاروں سے اس کام کی تدبیر پوچھی اُس کے یاروں نے کہا کہ یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے بہت آسان ہے اسواسطے کہ وُہ کوئی نگہبان اپنے ساتھ نہیں رکھتے ہیں اور اکیلے رات کو اندھیرے میں مسجد کو جاتے ہیں کسی دن مسجد میں چھپ رہ اور اپنا کام انجام کو پہونچا۔ اُنیسویں رمضان المبارک کی صبح صادق کے وقت کہ ہنوز تاریکی باقی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف مسجد میں لائے اور یہ ملعون ایک ستون کی آڑ میں مستعد اسی کام میں کھڑا تھا اور آپ کی عادت شریفہ ایسی تھی کہ مسجد میں سوتے ہوئے آدمیوں کو تکبیر کی آواز سے بیدار کرتے تھے تاکہ وُہ سب اُٹھکر طہارت کریں اسی ارادے سے جونہی آپ نے مسجد میں قدم مبارک رکھا وہیں اُس ملعون نے پیچھے سے غفلت میں ایک تلوار کا ضربہ آپ کے سر مبارک پر مارا اور بھاگا آدمی ہر طرف سے دوڑے اور اس کو پکڑ کے قید کیا ہر چند کہ زخم چنداں کاری نہ تھا لیکن زہر کی تاثیر سے آپ کا کام تمام ہوگیا اور اس خاکدان ظلمانی سے فردوس بریں کو

انتقال فرمایا اکیسویں رات کو رمضان کی جسد مبارک کو آپ کے نجف الحیرۃ میں کہ ایک جگہ کا نام ہے کوفے سے نزدیک مسجد جامع سے ایک فرسنگ پر حیرۃ النعمان کی راہ میں وہاں مدفون کیا اور آپ کی قبر کو بلند نہ کیا بلکہ بالکل بے نشان رکھا تا کہ خارجی کہ اس زمانے میں کوفے کے نواح میں بہت منتشر تھے کچھ بے ادبی آپ کے جسد مبارک سے نہ کریں اور یہ قصہ سال چالیس ہجری میں واقع ہوا اور آپ کی شہادت سے نبوت کی خلافت منقطع ہو گئی اور کوئی قائم مقام اس مرتبے کا نہ رہا یہی بات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھ کے نہایت افسوس کیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب خبر شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنی تو فرمایا کہ اب عرب جو چاہیں سو کریں اب ایسا کوئی نہ رہا کہ ان کو کسی بدکام سے منع کرے گا۔ اب جاننا چاہیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعد وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمدہ اور واعظ بہت موجود تھے اور آدمیوں کو بدکاموں سے بے محابا یعنی بے دہشت منع کرتے تھے اور کسی کا بنی امیہ کے بادشاہوں سے یا دوسرے سرداروں سے لحاظ اور خاطرداری سچی بات کہنے میں نہیں کرتے تھے لیکن اُنکی امر ونہی مانند سمجھانے علماء کے اور رہنمائی اولیاء کے تھی نہ پیغمبروں کے حکم کے مانند اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا اسی جگہ سے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشقی ہونے کی وجہ ظاہر ہو گئی کہ اسوقت میں تمام کمالات اس ولایت کے جو قائم مقام نبوت کے ہے اُسی ذات مبارک میں منحصر

تھے دوسرا کوئی اسوقت میں ویسا نہ تھا بخلاف خلفائے سابقین کے کہ انکے زمانہ میں دوسرے بھی جو لیاقت اس امر کی رکھتے تھے موجود تھے کہ انکے معدوم ہونیکے بعد اس امر کو سنبھال لیا اور انکے قتل ہونیسے دین میں خلل نہ پایا گیا بخلاف قتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ خاتم الخلفاء تھے تو انکا قتل گویا اللہ تعالیٰ کے نور کا بالکل بجھا دینا تھا اور ہدایت کی شمع کو گل کر دینا اسی واسطے انکے قتل سے ایسی خرابی دین میں ہوئی کہ پھر تدارک اسکا نہ ہوسکا اور اگر کسی کو یہ شبہ خاطر میں گذرے کہ اس بدبخت ترین کی حرکت سے ثمود کی قوم سب ہلاک ہوئی اور اس امت کے بدبخت ترین کی حرکت سے باقی ماندوں کو کچھ آسیب بھی نہ پہنچا اسکا کیا سبب. اسکا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق دو وجہ سے ہے اور اول وجہ یہ ہے کہ اونٹنی کے مارے جانیسے تمام ثمود کی قوم راضی اور خوش ہوئی تھی اور اس امت میں اکثر لوگ حضرت علی کے قتل ہونے سے راضی نہ ہوئے تھے بلکہ اس حرکت کرنیوالے پر لعنت اور نفرین کرتے رہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اونٹنی کے مارے جانے کے بعد اس کا بچہ بھی غائب ہوگیا تھا اور بالکل اسکا نام اور نشان نہ رہا تھا در حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد امجاد باقی رہی اور آپ کا نام و نشان باقی رہا اور نور اس ولایت کا جس کے آپ حامل تھے نسلاً بعد نسل ایک حامل آپ کی اولاد میں پیدا ہوتا رہا اور امام اپنے وقت کا پیدا ہوتا رہا ہرچند کہ وہ ہیات اجتماعی مٹ گئی تھی لیکن وہ نور متفرق اور منتشر ہو کے موافق استعداد کے ہر ایک فرقے میں اہل خیر سے قائم رہا ان سببوں سے یہ امت اس طرح کے عذاب سے بچ گئی۔

قصّۂ ہابیل وقابیل

حق تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ آپ اہلِ کتاب اور پوری اُمت کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ سنا دیجئے یہ ارشاد اس حکمت کے تحت ہوا کہ واقعاتِ ماضیہ اور گذشتہ اقوام کی سرگذشت اپنے دامن میں بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں رکھتی ہے۔ وہی تاریخ کی اصلی روح ہے اور اُن میں بہت سے احوال و واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر مختلف احکامِ شرعیہ کی بنیاد ہوتی ہے۔ انہی فوائد کے پیشِ نظر قرآن کریم کا اسلوب ہر جگہ ایسا ہے کہ موقعہ بہ موقعہ کوئی واقعہ بیان کرتا ہے اور جس پہلو سے عبرت یا نصیحت کو نمایاں کرنا مطلوب ہوتا ہے اُسی مناسبت سے واقعہ کی تفصیل بیان کر دی جاتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا یہ قصہ اسی اسلوبِ سنت پر بیان کیا جا رہا ہے۔ اس میں موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے بہت سی عبرتیں اور مواعظ ہیں۔ اس قصے میں قتلِ ناحق کی بُرائی اور اُسکی تباہ کاری کا بیان کر کے قوم کو اس اعتدال پر لانا مقصود ہے کہ جس طرح حق کی حمایت میں اور باطل کو مٹانے میں قتل و قتال سے جی چُرانا غلطی ہے۔ اسی طرح ناحق قتل و قتال پر اقدام دین و دنیا کی تباہی ہے۔ اس تمہید کے بعد ان دونوں بیٹوں کا واقعہ جو صحیح روایت سے ثابت ہے، نقل کیا جاتا ہے۔

جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دُنیا میں تشریف لائے، اور
توالد و تناسل کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو ہر ایک حمل سے ان کے دو بچّے
پیدا ہوتے تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ اُس وقت جب آدم علیہ السلام
کی اولاد میں بجز بہن بھائیوں کے کوئی اور نہ تھا، اور بھائی بہن کا آپس میں
نکاح نہیں ہوسکتا، تو اللہ جلّ شانہ نے اس وقت کی ضرورت کے
لحاظ سے شریعت آدم علیہ السلام میں یہ خصوصی حکم جاری فرما دیا تھا — کہ
ایک حمل میں جو لڑکا لڑکی پیدا ہوں، وہ آپس میں حقیقی بہن بھائی سمجھے جائیں
اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے گا۔ البتّہ دوسرے حمل سے پیدا ہونے
والی لڑکی پہلے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لئے حقیقی بہن کے حکم
میں نہیں ہوگی اور ان کے درمیان رشتۂ ازدواج و مناکحت جائز ہوگا۔ پھر
یہ ہوا کہ پہلے لڑکے قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ حسین و جمیل تھی۔ اور
دوسرے لڑکے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی اتنی خوبصورت نہ تھی۔
جب نکاح کا وقت آیا تو حسبِ ضابطہ ہابیل کی بہن سے قابیل کی شادی
اور قابیل کی بہن سے ہابیل کی شادی قرار پائی۔ اس پر قابیل ناراض ہوکر ہابیل
کا دشمن ہوگیا۔ اُسے یہ بات انتہائی ناگوار تھی، اور وہ اس پر اصرار کرنے لگا
کہ میرے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے، وہی میرے نکاح میں دی جائے۔
یہیں سے حُسن پرستی کی ابتدا ہوئی۔ جب شہوت اور حُسن پرستی
عقل پر غالب آتی ہے تو احکامِ الٰہی کو پسِ پُشت ڈال دیتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے انسان کو خسارے اور ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے شرعی قاعدے کے موافق قابیل کی بات کو قبول نہ فرمایا اور ہابیل وقابیل کے درمیان اختلاف ختم کرنے کے لئے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے حضور میں پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی، وہ لڑکی اس کے نکاح میں دے دی جائے گی کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو یقین تھا کہ قربانی اس کی قبول ہوگی جس کا حق تھا۔ یعنی ہابیل کا۔

قبولیتِ قربانی کی نشانی اُس زمانہ میں قربانی کی قبولیت کا یہ الہٰی دستور تھا کہ نذرو قربانی کی چیز کسی بلند جگہ پر رکھ دی جاتی اور آسمان سے آگ نمودار ہو کر اُسے کھا جاتی تھی۔ جس قربانی کو آگ نہ کھائے تو یہ علامت اُس کے نہ قبول ہونے کی ہوتی تھی۔

پس دونوں نے اپنی اپنی قربانی کی تیاری شروع کر دی۔

ہابیل نے جو مویشیوں اور بکریوں والا تھا، اپنے ریوڑ میں سے ایک بہترین دُنبہ خدا کی نذر کیا۔ قابیل کاشت کار تھا، اُس نے بہت ہی ردّی قسم کے غلّہ کا ایک ڈھیر پیش کیا، اور دل میں یہ نیت چھپائے رکھا کہ میری قربانی قبول ہو نہ ہو، مجھے پرواہ نہیں، ہابیل کسی صورت میں میری بہن سے نکاح نہیں کر سکتا۔ مختصر یہ ہے کہ دونوں نے اپنی اپنی قربانی پہاڑ پر جا کر رکھ دی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے دُعا کی، اور آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کو کھا گئی، اور قابیل کی قربانی جُوں کی تُوں پڑی رہی۔ اور اس طرح قبولیتِ قربانی کا شرف ہابیل کے حصّے

میں آیا۔ اس پر قابیل کو اپنی ناکامی کے ساتھ رُسوائی کو مُنہ دیکھنا پڑا۔ وہ اپنی اس توہین کو کسی طرح برداشت نہ کر سکا، اور اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اُس نے ہابیل سے صاف کہہ دیا کہ تو اس لڑکی سے نکاح کرنے سے باز آجا، ورنہ میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔

جو لوگ غرض کے دیوانے ہوتے ہیں، وہ سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے کہ جس طرح بھی ہو سکے ان کی خواہش پوری ہو، اور جو کوئی اس کے پورا ہونے میں رکاوٹ ڈالے اُسے کسی نہ کسی طرح اپنے راستے سے ہٹانے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔ سازشیں کرتے ہیں، رشوتیں دیتے ہیں، دھمکیاں دیتے ہیں، غرض کسی بات سے نہیں چوکتے۔ گناہ، ثواب، حرام، حلال غرض کہ تمام قواعد و ضوابط کو پسِ پُشت ڈال دیتے ہیں۔ قابیل نے اسی حرص کی بنیاد ڈالی۔ اُس کی خواہش نفس پرستی اور جوشِ حسد اور غیظ و غضب نے اس کو بالکل اندھا بنا دیا تھا۔ اُس کو اس کے سوا کچھ نہیں سوجھتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کو قتل کرے، اور پھر اپنی مُراد حاصل کرے۔

بالآخر اس نے غیظ و غضب میں آکر ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا تاکہ تو اپنی مُراد کو نہ پہنچ سکے۔ ہابیل نے اس وقت بھی غصّے کی بات کا جواب غصّے کے ساتھ دینے کی بجائے ایک اصول کی بات کی جس میں اس کی ہمدردی اور خیرخواہی بھی تھی کہ اللہ تعالےٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ متّقی اور پرہیزگار کے عمل کو قبول فرمایا کرتے ہیں۔ اگر تم

تقوے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری قربانی بھی قبول ہوتی۔ تم نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے تمہاری قربانی قبول نہ ہوئی۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔ قابیل یہ سن کر اپنی نیت کے کھوٹ کی طرف توجہ کرنے کی بجائے ہابیل پر حسد کرنے لگا۔

یاد رکھو! جب آدمی پر حسد کا دورہ پڑتا ہے تو اس کو اپنی کوتاہیاں اور نالائقیاں نظر نہیں آتیں۔ بلکہ وہ اپنی ناکامیوں کے تمام اسباب دوسروں کے اندر ڈھونڈتا اور تلاش کرتا ہے۔ اور اس غصہ میں ان کے درپے ایذا و آزار ہو جاتا ہے۔

افراد میں اس بدبختانہ کردار کی سب سے پہلی مثال قابیل نے پیش کی ہے۔ اور اقوام میں یہود نے۔

اس آئینہ میں ذرا ہمیں اپنا منہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ کیا آج بھی ہابیل وقابیل کا وہی قصہ تو نہیں دہرایا جا رہا ہے جو بہت پہلے پیش آچکا ہے۔ اور جس کی روایت بھی دنیا کو یہود ہی کے واسطے سے پہنچی ہے۔ کسی شخص کو جب یہ نظر آئے کہ اللہ تعالے نے اپنے کسی بندے کو کوئی خاص نعمت عطا فرمائی ہے تو اسے چاہیئے کہ حسد نہ کرے بلکہ اپنی محرومی کو کوتاہی عمل اور اپنے گناہوں کے سبب سے سمجھ کر ان سے تائب ہونے کی فکر کرے۔ اور دوسرے کی اس نعمت کے زوال کی فکر میں پڑنے کی بجائے اللہ کریم سے اپنے لئے بھی اس نعمت کی استدعا کرے جس میں اس کا فائدہ ہے۔ اس سے وہ حسد جیسے گناہ سے محفوظ بھی رہے گا۔ اور

اپنے دوسرے گناہوں سے تائب ہونے کا موقع بھی ملے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کریم اس کی توبہ قبول فرما کر اس پر اپنے رحم و کرم کی بارشیں فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت کا دارومدار تقوےٰ پر ہے۔ جس میں تقوےٰ نہیں اس کا عمل قبول نہیں۔

ہابیل نے قابیل کو یہ سمجھایا کہ اگر تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی، تو تم میرے قتل کے درپے کیوں ہو گئے ہو۔ حالانکہ اس میں نہ قصور میرا ہے نہ خدا تعالیٰ کا۔ بلکہ سراسر قصور تمہارا اور تمہاری نیت کا ہے اگر تمہیں قربانی کے رد ہونے کا غم و غصہ ہے تو تقوےٰ کی فکر کرو۔ نہ کہ میرے قتل کی۔ میرے قتل کرنے سے تمہاری قربانی کی قبولیت کس طرح ہو جائے گی؟

نتیجہ | معلوم ہوا کہ عنداللہ قبولیت عمل کا دارومدار اخلاص اور تقوےٰ پر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تقوےٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا اور تھوڑا عمل بھی قلیل نہیں ہوتا جو عمل قبول ہو جائے وہ عمل قلیل کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بات اگر یقینی طور پر طے ہو جائے کہ میری ایک نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہو گئی تو میرے لئے وہ نماز ساری دنیا اور موجودات دنیا سے زیادہ محبوب ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف تقوےٰ والوں کا عمل قبول فرماتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہابیل نے جب یہ دیکھا کہ یہ مجھے قتل کرنے کے لئے اقدام کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ اے بھائی! میں تو کسی طرح تجھ پر ہاتھ نہیں

اُٹھاؤں گا، کیونکہ میں اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔ جس نے مجھ کو اور تم کو، دونوں کو پیدا کیا ہے، اور جس نے ایک دوسرے کے جان و مال کے احترام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اگر تم مجھے قتل کروگے تو میرے قتل کا بارِ گناہ بھی تمہارے سر ہوگا۔ پھر تُو دوزخیوں میں سے ہو جائے گا۔ مگر قابیل نے ہابیل کی ایک نہ سُنی۔ اُس کے حسد نے اُس کو بالآخر اپنے بھائی کے ہولناک قتل پر آمادہ کر ہی لیا۔

قدرت نے انسان کے اندر ایک نفسِ لوّامہ ودیعت فرمایا ہے جو اُس وقت تک کسی ارادۂ جرم کے خلاف احتجاج کرتا رہتا ہے جب تک مختلف تاویلوں اور بہانوں سے آدمی اُس کی زبان بند نہ کر دے۔ قابیل کو بھی اس مرحلے سے گذرنا پڑا۔ لیکن بالآخر اُس کے حسد اور حُبّ ذات کے جذبہ نے اُس کو اِس ہولناک جُرم پر آمادہ کر ہی لیا۔ یاد رکھئے کہ ہر مُجرم کو اِس طرح کی جھجک پیش آتی ہے لیکن جب وُہ جُرم پر جُرأت کر جاتا ہے تو وہ جرائم کرنے میں بالکل بے باک ہو جاتا ہے۔ اِس طرح کی کش مکش انسان کے سامنے آزمائش کا ایک میدان کھولتی ہے۔ جس میں نامرادی اور فتح مندی دونوں کے مواقع اور امکانات موجود ہوتے ہیں۔ اگر انسان اس کش مکش میں اپنے نفس کو زیر کرلے تو وہ فتح مند ہو جاتا ہے اور اُس کا نفس شکست خوردہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر نفس اُس کو زیر کرلے تو اُس کا نفس فتح مند اور وُہ خود نامراد ہو جاتا ہے۔ قابیل نے اپنے نفس سے شکست کھائی اور اُس کا نفس اُس پر غالب آگیا اور اسی

و برست وہ نامُراد و ناکام ہوگیا۔ پس جب قابیل نے اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے ہابیل کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا، تو اُس کی سمجھ میں نہ آتا تھا، کہ وہ کس طرح قتل کرے۔ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے، اور جس نے قسمیں کھائی تھیں کہ میں ضرور بنی آدم کو اغوا کروں گا، اور سیدھے راستے سے بہکاؤں گا، اُسے اپنی پُرانی دشمنی کا بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آیا۔ وُہ بھیس بدل کر قابیل کے سامنے آیا، اور ایک پرندے کو پکڑ کر پرندے کا سر پتھر پر رکھا اور اُوپر سے دوسرا پتھر مار دیا۔ اس طرح قابیل کو قتل کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اب قابیل اس تلاش میں تھا کہ وہ بھی موقع پاکر اپنے بھائی کو اس طرح قتل کر دے گا۔ چنانچہ ہابیل ایک دن سویا ہوا تھا تو قابیل نے ایک بھاری پتھر اُٹھا کر اپنے بھائی کے سر پر مارا، اور اِس طرح اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس جُرم کے اِرتکاب پر وہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ یعنی اس قتل سے اس کو دین اور دنیا دونوں میں خسارا ہوا۔ دنیا کا نقصان یہ ہُوا کہ والدین ناراض ہوئے اور بھائی جیسا ساتھی اور مددگار کھو بیٹھا، اور قیامت تک کے لئے بدنام اور رُسوا ہوگیا۔ اور آخرت کا خسارا یہ ہُوا کہ اِس ظلم و تعدّی اور قطع رحمی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ اُس سے ناراض ہوگئے، اور قطع رحمی کا بانی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کی سزا کا مستحق ٹھہرا۔ اور ایک خسارہ یہ ہُوا جو کہ حدیث میں آتا ہے کہ دو گناہ ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتا ہے۔ ایک تو کسی کا حق مارنا، اور دوسرا رشتہ داروں کو ستانا، جس کو

قطعِ رحمی کہتے ہیں۔ قابیل نے یہ دونوں ہی جرم کئے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے:

قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم لا تقتل نفس
ظلما الا کان علی ابن ادم
الاول کفل من دمها انه
کان اوّل من سن القتل۔
(مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ دنیا میں جب بھی کوئی ظلم
سے قتل ہوتا ہے تو اُس کا گناہ حضرت
آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کی گردن
پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ
پہلا شخص ہے جس نے ظلماً قتل
کی ابتدا کی، اور یہ ناپاک سُنت جاری کی۔

مقامِ عبرت ان احادیث سے یہ حقیقت ہم پر آشکارا ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں ہرگز کسی گناہ کی ایجاد نہ کرنی چاہیئے تاکہ وہ کل کو بدکاروں اور ظالموں کے لئے نئے حربے کا کام نہ دے۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ کائنات میں جو شخص بھی آئندہ اس بدعت کا اقدام کرے گا، تو بانیٔ بدعت بھی اس گناہ کا برابر حصہ دار بنتا رہے گا۔ اور موجدِ بدعت ہونے کی وجہ سے ابدی ذلت اور خسران کا مستحق ٹھہرے گا۔ گناہ بہت سے گناہ ہیں لیکن گناہ کی ایجاد ہمیشہ ہمیشہ کا وبال سر پر باندھ دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ مقتول، قاتل سے زیادہ طاقتور تھا۔ لیکن محض تقویٰ اور خوفِ خدا نے اُس کو دست درازی کرنے سے روکا، جو خدا کے نیک بندوں کی ایک نمایاں صفت ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر باغیوں نے یورش کی۔ آپ قطعاً مظلوم تھے، بے گناہ تھے۔ آپ کے خلاف طوفان بپا ہوا، رُو در رُو گستاخیاں کی گئیں، لیکن آپ صبر و تحمل کا پیکر تھے۔ آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درخواستوں کے باوجود، اُن کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ باغیوں کا مقابلہ و مقاتلہ کریں۔ آپ نے صبر اور شہادت کو ترجیح دی لیکن اپنی اس خواہش پر سختی سے کاربند رہے کہ اُمّتِ محمدیہ میں باہمی کشت و خون کا آغاز میرے ہاتھوں سے نہ ہو۔ چنانچہ فتنہ پردازوں کے مقابلہ کی بالکل اجازت نہ دی۔ حضرت ایُّوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ اُمّتِ محمدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے اِس آیتِ کریمہ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ[1] ۝ پر عمل کر کے دکھایا، وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو پیش آنے والے فتنہ کی خبر دے دی تھی، اور یہ وصیت فرمادی تھی کہ اُس وقت آدم کے بیٹے کی مانند ہو جانا۔ اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لَئِنْ بَسَطْتَّ....

---

[1] سورۂ المائدہ آیۃ ۲۸۔ (ترجمہ) اگر تُو ہاتھ چلاوے گا مجھ پر مارنے کو، (تو) میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو۔ میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا۔

اور حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ اللہ تجھ کو ایک خلعت (خلافت) پہنائے گا۔ تو لوگوں کے کہنے سے اُسے مت اتارنا۔ اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ دشمنوں کے نرغے میں ہوتے ہوئے بھی خلافت سے دستبردار نہ ہوئے۔ اور باغیوں سے قتال بھی نہ کیا اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھتے ہوئے جان دے دی۔ اور صبر و تحمّل میں ہابیل کا نمونہ بنے رہے۔ اور اُمّت کے لئے یہ بہترین رہنمائی فرما گئے کہ چاہے جان کی قربانی دینی پڑے کسی گناہ کی ایجاد نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ قیامت تک اس کا برابر حصہ دار بننا پڑے گا۔

دفن کرنے کے طریقے کی ابتدا ہابیل خدا تعالیٰ کا مقبول بندہ تھا۔ اور قابیل بارگاہِ الٰہی سے راندہ گیا تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ہابیل کے پاک جسم کی توہین نہ ہو۔ اور نسلِ آدم کی کرامت و بزرگی قائم رکھنے کے لئے مُردوں کو دفنانے کی سُنّت قائم ہو جائے۔

چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا۔ اس لئے قتل کے بعد قابیل کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ لاش کو کیا کرے۔ کیونکہ روئے زمین پر یہ پہلی انسانی مُردہ تھا۔ لاش کو کھلے میدان میں پڑا دیکھ کر درندوں نے کھانا چاہا۔ تو قابیل نے مجبوراً اس لاش کو کندھے پر اٹھایا اور مدت سے پھرتا رہا۔ اور حیران و سرگرداں تھا کہ لاش کو کہاں پھینکے۔ آخر حق تعالےٰ نے ایک کوا بھیجا جو اپنی چونچ میں ایک مُردہ کوے کو لئے ہوئے تھا۔ پھر اُس نے اپنی چونچ اور پنجوں

سے زمین کرید کر ایک گڑھا بنایا۔ اس میں اس مُردے کوّے کو ڈال دیا۔ اور اوپر سے مٹی ڈال کر زمین کے برابر کر دیا۔ قابیل نے یہ تمام منظر دیکھا۔ اس وقت اسے افسوس ہوا کہ اس میں اس کوّے کے برابر بھی سمجھ نہیں ہے جو بھائی کی لاش کو زمین میں دبا دیتا۔ کوّے نے اس کو یہ تدبیر بتادی کہ وہ اس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپائے کہ دوسروں کی نظر نہ پڑے اور اس کا جُرم افشا نہ ہو۔ کوّے کے اس سیانے پن کو دیکھ کر قابیل نے اپنا سر پیٹ لیا کہ ہائے میری کم بختی! میں کوّے سے بھی گیا گذرا ثابت ہوا۔ مجھے اتنی تدبیر بھی نہیں سُوجھی کہ میں اس طرح اپنے بھائی کی لاش کو ڈھانپ دیتا۔ چنانچہ اپنی اس بے وقوفی پر اس کو بڑی ندامت ہوئی۔ اور یہ تقاضائے انصاف تھا کہ قابیل کی اس کمینہ حرکت پر اس کو دُنیا میں بھی ذلیل کیا جائے اور اس قابل بنا دیا جائے کہ خود اس کو اپنی بے مائگیِ عقل و دانش اور کمینگی کا احساس ہو جائے۔ اس لئے نہ تو اس کو الہام بخشا گیا اور نہ اس کمینہ حرکت کو چھپانے کے لئے عقل کی روشنی عطا کی گئی۔ بلکہ ایک ایسے حیوان کو اس کا راہنما بنایا گیا، جو عیاری اور مکاری میں حاذق اور خباثتِ جبلّت میں ضرب المثل ہے۔

جو لوگ خدا کے حُکم اور اپنی ضمیر کی آواز کی پرواہ نہیں کرتے، وہ کوّے سے الہام حاصل کرتے ہیں، اور جُرم کرنے کے بعد اعتراف و ندامت کی بجائے اُس کو چھپانے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ سنّت اللہ یہی ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی آیات، اُس کے احکام اور اس کی تنبیہات سے اپنے

کان اور اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے۔ جو اُس کا ساتھی بن کر اُس کو اُس کی خواہشات کی وادیوں میں محو کریں لئے پھرتا ہے۔

اس چیز کو قرآن حکیم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○	جو خدائے رحمن کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے ہم اُس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اُس کا
(سورہ الزخرف آیۃ ۳۶)	(شب و روز کا) ساتھی بن جاتا ہے۔

اگرچہ ہابیل نے قابیل کو بڑی مؤثر اور دل نشین نصیحتیں بھی کیں۔ لیکن اُس کا دل ذرا بھی نہ پسیجا۔ جب وہ اپنی اس سنگ دلی کا مظاہرہ کر چکا، اور خدا کے غضب و عذاب میں گھر گیا تو اس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے قابیل کا بدن جو اپنے حُسن و جمال میں اپنی مثال آپ رکھتا تھا، کالا پڑ گیا۔ اس ناحق خُون ریزی کی وجہ سے کائنات کی ہر چیز متاثر ہوئی۔ درخت خاردار ہو گئے۔ کھانے سڑنے لگے، پھلوں میں تُرشی پیدا ہو گئی، پانی شور ہو گیا اور زمین غبار آلود ہو گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب اس واقعہ کا علم ہوا، تو وہ سَو سال تک نہ ہنسے۔

"یہ ہے حُسن پرستوں کے انجام کا منظر"

حُسن پرستی کا علاج

ایک طالبِ حق اصلاحِ نفس کے لئے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کے تجویز کردہ ذِکر اور شغل کو اہتمام سے کرنے لگے لیکن جو خادمہ شیخ کے گھر سے اُن کے لئے کھانا لایا کرتی تھی، اُس پر بار بار نگاہ ڈالنے سے اُن کے دل میں اس خادمہ کا عشق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ جب وُہ کھانا لے کر آتی، یہ کھانے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اُسی کو عاشقانہ نظروں سے گھورتے رہتے۔ وُہ خادمہ بھی اللہ والی تھی۔ اُس کو شُبہ ہوا، کہ یہ شخص مجھے بُری نگاہ سے دیکھتا ہے۔ بدنگاہی کی ظُلمت کا اُس خادمہ کے نُورانی قلب نے ادراک کر لیا، اور اُس نے شیخ سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں مرید میرے عشق میں مُبتلا ہو گیا ہے۔ اس کو ذکر اور شغل سے اب کیا نفع ہو گا۔ پہلے آپ اس کو عشقِ مجازی سے چُھڑائیے۔

اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے احباب و متعلقین اور خدام کو حتی الامکان رُسوا نہیں فرماتے، اور یہ حضرات کسی کی بُری حالت سے مایوس نہیں ہوتے کیونکہ یہ عارف ہوتے ہیں۔ ان کی نظر حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا اور فضل پر ہوتی ہے اور عطائے حق کا یہ حال ہے کہ

جوش میں آئے جو دریا رحم کا ۔۔۔ گبرِ صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

تم کسی کافر کو مت سمجھو حقیر ۔۔۔ رحمتِ حق کیا عجب ہو دستگیر

خاتمہ ہونے سے پہلے ہے اُمید ۔۔۔ کافر و مُشرک، ہو پل میں بایزید

چنانچہ شیخ نے باوجود علم کے نہ اُس مرید کو ڈانٹا، اور نہ اپنے اِس علم کا اظہار کیا۔ البتہ دل کو فکر لاحق ہو گئی کہ اِس کو عشقِ مجازی سے کِس طرح نجات حاصل ہو۔

حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف سے ایک تدبیر الہام ہوئی جس پر آپ نے عمل فرمایا، اور اس خادمہ کو اسہال کی دوا دے دی اور ارشاد فرمایا، کہ جتنے دست آئیں، سب کو ایک طشت میں جمع کرتی رہنا۔ یہاں تک کہ اُس کو بیس دست ہوئے۔ جس سے وہ انتہائی کمزور اور لاغر ہو گئی۔ چہرہ پیلا ہو گیا۔ آنکھیں دھنس گئیں۔ رُخسار اندر کو بیٹھ گئے۔ ہیضہ کے مریض کا چہرہ جس طرح خوفناک ہو جاتا ہے۔ خادمہ کا چہرہ بھی ویسا ہی پُرخوف اور مکروہ ہو گیا۔ اور تمام حُسن جاتا رہا۔ شیخ نے خادمہ سے ارشاد فرمایا کہ آج اس کا کھانا لے کر جا۔ اور خود بھی آڑ میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ مُرید نے جیسے ہی خادمہ کو دیکھا تو کھانا لینے کی بجائے اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور کہا کہ کھانا رکھ دو۔ شیخ فوراً آڑ سے نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ اے بے وقوف! آج تو نے اِس خادمہ سے رُخ کیوں پھیر لیا۔ اِس کنیز میں کیا چیز گُم ہو گئی جو تیرا عشق آج رُخصت ہو گیا۔ پھر شیخ نے خادمہ کو حکم دیا کہ وہ پاخانے کا طشت اُٹھا لا۔ جب اُس نے سامنے رکھ دیا تو شیخ نے مُرید کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے بیوقوف! اِس خادمہ کے جسم سے سوائے اتنی مقدار پاخانہ کے اور کوئی چیز خارج نہیں ہوئی۔ معلوم ہُوا کہ تیرا معشوق درحقیقت یہی پاخانہ تھا، جس کے نکلتے ہی تیرا عشق غائب ہو گیا۔

مثنوی

خادمہ کے جسم سے کیا کم ہُوا ۔۔۔ دیکھ کر کیوں آج تجھ کو غم ہُوا

جسم سے کیا پیر رُخصت ہو گئی ۔۔۔ جس سے تجھ کو اتنی نفرت ہو گئی

شیخ نے پھر طشت دکھلایا اُسے ۔۔۔ جو بھرا تھا خادمہ کے دست سے

اور کہا کہ دیکھ اے طالب اسے ۔۔۔ صرف یہ نکلا ہے اس کے جسم سے

بس ترا معشوق یہ پاخانہ تھا ۔۔۔ تُو اسی کا آہ بس دیوانہ تھا

حُسن جب مُسہل سے پھیکا پڑ گیا ۔۔۔ عشق کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا

شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تجھ کو اس بیمار سے محبت تھی تو اب وہ محبت، نفرت سے کیوں تبدیل ہو گئی ؎

خادمہ سے عشق تھا تجھ کو اگر ۔۔۔ عشق کیوں جاتا رہا اے بے خبر

عشق مجازی کا پلید ہونا شیخ کی اس تدبیر سے اچھی طرح اس شخص پر واضح ہو گیا۔ اور اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہُوا۔ اور حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں بصد گریہ و زاری، صدقِ دل سے توبہ کی۔ اور عشقِ حقیقی کی دولت سے مالا مال ہو گیا ؎

طالبِ حق ہو گیا بس منفعل ۔۔۔ اپنی غلطی پر ہُوا بے حد خجل

رستگاری نفس کی زنجیر سے ۔۔۔ پا گیا مُرشد کی اِک تدبیر سے

حضرت عارف رومیؒ اس حکایت سے یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اے لوگو! جس گھونگھر والی مشکبو زلف پر آج تم فریفتہ ہو، یہی زُلف ایک دن تم کو بُڈھے گدھے کی دُم کی طرح بُری معلوم ہو گی ؎

زلفِ جعد و مشکبار و عقل بر　　آخر او دُمِّ زشت پیر خر

ترجمہ: گھونگر والی مُشکبار اور عقل و ہوش اُڑانے والی زُلف آخر کار پیری میں بُڈھے گدھے کی دُم کی طرح بُری معلوم ہوتی ہے۔

نرگسِ چشمِ خماری ہمچو جاں　　آخر اعمش بیں و آب از وے چکاں

ترجمہ: آج جس چشمِ خمار آلود پر جان قربان کر رہے ہو، اس کا انجام بڑھاپے میں دیکھو کہ اُسی آنکھ سے گندہ پانی ٹپکتا ہے، اور چوندھے پن کا مرض ہو جاتا ہے۔

کودکے از حُسن شد مولائے خلق　　بعد پیری شُد خرف رسوائے خلق

ترجمہ: ایک حسین بچّے کو دیکھو کہ حُسن کی وجہ سے وہ مخلوق کا سردار اور مولیٰ بنا ہوا ہے لیکن جب بوڑھا ہوگیا تو مخلوق میں بے قدر پھرتا ہے۔

روز دیدی طلعتِ خورشید خُوب
مرگِ او را یاد کُن وقتِ غُروب

ترجمہ: طلوع کے وقت آفتاب کو کیسا خوش نما دیکھتے ہو۔ لیکن اُس کی موت کو یاد کرو ڈوبنے کے وقت۔

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق
حسرتش را ہم ببیں اندر محاق

ترجمہ: چودھویں کے چاند کو آسمان پر کیسا خوش نما دیکھتے ہو لیکن اُس کی حسرت کو دیکھو، جب وہ گھٹنے لگتا ہے۔

اے بدیدہ لوتہائے چرب خیز　　فضلۂ آں را ببیں در آب ریز

ترجمہ : اے شخص تُو عُمدہ غذاؤں کی تازگی اور حُسن پر فریفتہ ہے ۔ لیکن بیت الخلاء میں اُس کے فُضلہ کو جا کر دیکھ کہ کیا قبیح ہے ۔

زادۂ دُنیا چو دُنیا بے وفا است

گرچہ رو آرد بتو آں رو قفا است

ترجمہ : اہلِ دُنیا مثل دُنیا کے بے وفا ہیں ۔ اگر یہ تمہاری طرف چہرہ کریں تو سمجھ لو ، یہ چہرہ نہیں ، سر کا پچھلا حصّہ ہے ۔

عشقِ پاکاں درمیان جاں نشاں

دِل مدہ اِلّا بمہرِ دل خوشاں

ترجمہ : جب دنیا اور اہلِ دنیا کی بے وفائی معلوم ہو گئی ، تو پاک بندوں یعنی اللہ والوں کی محبت دل میں قائم کرو ، اور دل کسی سے مت لگاؤ لیکن صرف اللہ تعالیٰ کے مقبول اور خاص بندوں سے ۔

علامت مقبول عنداللہ ہونے کی یہ ہے کہ ان بندوں کے پاس بیٹھ کر دل دُنیا سے بے رغبت ہونے لگے اور حق تعالیٰ کی طرف مائل ہونے لگے اور ظاہری طور پر یہ شخص متبع سُنّت ہو اور کسی بزرگ متبع سنّت کا صحبت یافتہ واجازت یافتہ ہو ۔ ان خُوبیوں کے بعد پھر ہرگز اس میں کشف و کرامت مت تلاش کرو کہ کشف و کرامت امرِ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاریہ کو قبولیت اور عدمِ قبولیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ قرب یا عدمِ قرب کا مدار اللہ نے اُمورِ غیر اختیاریہ پر نہیں رکھا ، ورنہ نعوذ باللہ اعتراض لازم آتا کہ بندوں کے اختیار سے زیادہ ان پر تکلیفِ شرعی کا بار رکھ گیا ۔ خُوب سمجھ لیا جاوے ۔

حُسنِ مجازی کی حقارت و فنائیت اور ناقابلِ التفات ہونے پر ایک نظم جس کا عنوان "کلامِ عبرتناک برائے عشقِ ہوسناک" ہے، افادۂ قارئین کے لئے درج کی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور خلق کے لئے نافع فرمادیں۔ آمین

کلامِ عبرتناک برائے عشقِ ہوسناک

وہ زُلفِ فتنہ گر جو فتنہ ساماں تھی جوانی میں
دُمِ خر بن گئی پیری سے وہ اِس دارِ فانی میں

جو غمزہ شہرۂ آفاق تھا کُل خُوں فشانی میں
وُہی عاجز ہے پیری سے خُود اپنی پاسبانی میں

سنبھل کر رکھ قدم اے دِل بہارِ حُسنِ فانی میں
ہزاروں کشتیوں کا خُون ہے بحرِ جوانی میں

ہماری موتِ رُوحانی ہے عشقِ حُسنِ فانی میں
حیاتِ جاوداں مضمر ہے دل کی نگہبانی میں

جو عارض آہ رشکِ صد گلستاں تھا جوانی میں
وہ پیری سے ہے ننگِ صد خزاں اِس باغِ فانی میں

جو ابرو اور مژگاں قتل گاہِ عاشقاں تھے کل
وہ پیری سے ہیں اب مژگانِ خر کیچڑ روانی میں

وُہ جانِ حُسن جو تھا حکمراں کل بادشاہوں پر
ہے پیری سے بغاوت آج اس کی حکمرانی میں
محبّت بندۂ بے دام تھی جس روئے تاباں کی
زوالِ حُسن سے نادم ہے اپنی جانفشانی میں
وہ نازِ حُسن جو تھا زینتِ شعر و سخن کل تک
وہ اب پیری سے ہے محصور کیوں ریشہ دوانی میں
کہاں کا پردۂ محمل، کہاں کی آہ مہجوری
وہ بُت پیری سے رُسوا ہے غبارِ شتربانی میں
شبابِ حُسن کی رعنائیاں صبحِ گلستاں ہے
مگر انجامِ گلشن دیکھ شامِ باغبانی میں
وہ جانِ نغمۂ عشّاق ہے اور جانِ غزل گوئی
ہے پیری سے گلِ افسردہ بہارِ شعر خوانی میں
ہزاروں حُسن کے پیکر لحد میں دفن ہوتے ہیں
مگر عشّاقِ ناداں مبتلا ہیں خوش گمانی میں
اگر ہے عشق تو بس عشقِ حیٌّ لایزال باقی
محبّت عارضی ہوتی ہے عشقِ حُسنِ فانی میں
نہ کھا دھوکا کسی رنگینیٔ صورت سے اے اختر
محبّت خالقِ عالم سے رکھ اس دارِ فانی میں

فائدہ: حاصل قصہ یہ ہے کہ وہ طالبِ حق عشقِ مجازی کے فتنہ

سے موت تک نجات نہ پاتا لیکن ایک مقبول بندے کے صحبت فیض سے اُسے اس پلیدی سے نجات مل گئی۔ مولانا عارف رومیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا راستہ نری عقل سے طے نہیں کیا جا سکتا۔ کسی اللہ والے کی صحبت میں اصلاح کی غرض اور نیت سے حاضری ضروری ہے۔ اگر مقبولین کاملین کی اطاعت سے جی چراؤ گے تو ہمیشہ ناقص رہو گے اور کمال نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ شیخ بوعلی سینا نے شیخ ابوسعید بن ابی الخیر... کے باوجود موت کے وقت عقل کو بے ساز و سامان دیکھتا تھا اور محض بے نتیجہ اور بے فائدہ کہتا تھا اور اقرار کرتا تھا کہ ہم نے عقل و ذکاوت کا گھوڑا فضول دوڑایا اور ذہانت و ذکاوت کے دھوکے میں آکر اہل اللہ کی اطاعت نہ کی اور خیالی سمندر میں تیرتے رہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بحر معرفت میں تیرنا عقل و ذکاوت سے کام لینا بالکل بیکار ہے۔ وہاں تو کشتی نوح یعنی اطاعت اہل اللہ کی ضرورت ہے۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان نے عقل کا گھوڑا دوڑایا کہ مجھ کو اس طوفان سے اونچے اونچے پہاڑ بچا لیں گے اور خدائی کشتی کو حقیر سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معمولی کشتی فضل الٰہی کے سبب طوفان سے محفوظ رہی اور اونچے اونچے پہاڑوں پر طوفان پہنچ گیا، اور کنعان ہلاک ہو گیا ؎

ضعف قطب از تن بود از روح نے
ضعف در کشتی بود در نوح نے

پس مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تم چونکہ صحیح نظر نہیں رکھتے ان سے اہل اللہ کی صحبت اور ان کی اطاعت کی کشتی تم کو حقیر معلوم ہوتی ہے اور اپنی عقل کی تحقیق میں عقل کے پہاڑ کو بہت بڑا سمجھتے ہو۔ لیکن خبردار اس پہ ...

حقیر کشتی کو واقع میں حقیر مت سمجھنا۔ یعنی اہل اللہ اکثر پھٹے پرانے لباس میں ہوتے ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں تو ان کی سادگی کی وجہ سے ان کو حقیر مت سمجھنا۔ حق تعالیٰ شانہ کے اس فضل کو دیکھنا جو ان کے شامل حال ہے اس واصل بحق کشتی کی جلالتِ شان پر نگاہ رکھو، کوہ عقل کی بلندی پر نظر نہ کرو۔ کیونکہ قہر خداوندی کی ایک موج اس کوہ کو زیر و زبر کر سکتی ہے۔ لیکن وہ کشتی جو رحمت کے سایہ میں چل رہی ہے، اُس کی ظاہری طاقت و جسامت کو مت دیکھو کہ یہ کشتی طوفانہائے نفس و شیطان سے صحیح سلامت گذر جائیگی۔ کیونکہ اس پر قدرت و رحمتِ الٰہیہ کا سایہ ہے۔ اگر اس نصیحت پر عمل نہ کروگے، تو آخر میں تمہیں اپنے قصورِ عقل کا اقرار کرنا پڑے گا اور پچھتانا پڑے گا۔ پس اگر لغزشوں اور برائیوں سے حفاظت مطلوب ہے تو اہل اللہ کی خاکِ پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤ، پھر تم ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔ جو لوگ دین کا راستہ اپنی عقل سے طے کرتے ہیں وہ توبہ شکن ہوتے ہیں۔ اُن کی توبہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ شیطان نے ایک پھونک ماری، اور ان کی توبہ ٹوٹی۔ لیکن اُن کے تکبر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اہل اللہ کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ تمام زندگی ناقص رہتے ہیں۔ پس اے لوگو! اپنے لئے کوئی رہبر تلاش کرو، اور اللہ والوں کی صحبت کو کیمیا سمجھو۔

اگر طلب صادق ہے اور رہبر کی تلاش مقصود ہے، اللہ والوں کی صحبت مطلوب ہو تو ہمارا مشورہ ہے کہ آپ تبلیغی مرکز رائیونڈ میں تشریف لے جائیں۔

علاجِ بدنگاہی

اے خداوندِ جہانِ حُسن وعشق
سخت فتنہ ہے مجازی حُسن وعشق

غیر سے تیرے اگر ہو جائے عشق
عشق کیا ہے درحقیقت ہے یہ فسق

عشق بامردہ ہے تیرا اک عذاب
راستے کا ہے تیرے یہ سدِّ باب

حُکم ہے اس واسطے غضِّ بصر
تا ہو زہرِ عشق سے دل بے خطر

بدنگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ
دِل کو اِک دم میں یہ کرتی ہے تباہ

بدنگاہی تیر ہے ابلیس کا
زہر میں ڈوبا ہُوا تلبیس کا

ہو گئے کتنے ہلاک اس راہ میں
کھو کے منزل گر گئے وہ چاہ میں

کھو نہ تو اس طرح سے عمرِ عزیز
عُمر کی قیمت ہے بس ذکرِ عزیز

چند دن کا حُسن ہے حُسنِ مجاز
چند روزہ ہیں فقط یہ ساز و باز

عشق جو ہوتا ہے رنگ و رُوپ پر
جیسے عاشق شمس کا ہو دُھوپ پر

جو ہیں خود عاجز سراپا احتیاج
عشق میں اُن کے جو ہیں سرمست آج

عاشق و معشوق کل روزِ شمار
رُوسیہ ہیں دونوں پیشِ کردگار

دل کا ہو مطلوب کوئی غیرِ حق
ہے یہ مستی شراب قہرِ حق

گر حقیقت کی طرف کوئی مجاز
ہو رجوع تو ہے وہ جانِ پاکباز

ہوگیا زندہ وہ گورستان سے
آگیا گلشن میں خارستان سے

خار سے رُخ پھر گیا اب سُوئے یار
دیکھتا ہے قلب میں اب رُوئے یار

ذکرِ حق سے مِل گیا جس کو قرار
سامنے اُس کے خزاں بھی ہے بہار

نُور آیا پس بُجھی شہوت کی نار
جیسے ہو جائے خزاں، فصلِ بہار

سنگ دل ہوتے ہیں یہ سیمیں تن
خود غرض اور بے وفا ہیں گل بدن

سخت بدرگ، بدخصال و زشت خو
باتیں ہوتے ہیں یہ بت خوب رو

گھور پر جیسے ہو کوئی سبزہ زار
چشم دھوکا کھا کے ہو اس کا شکار

غیرِ حق کا دل سے جب نکلے گا خار
دل میں ہوگی چین و لذت کی بہار

جان میں ہوگا طلوع وہ آفتاب
اور حیاتِ طیبہ کا فتح باب

تھا دخانِ شمعِ مردہ کا حجاب
سخت غیرت میں تھا نورِ آفتاب

آفتابا با تو چو قبلہ و امیم
شب پرستی و خفاشی می کنیم

ایں چنیں ترکِ ادب باشد ز ما
کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا

جب کہ ہو غیرِ خدا کا دل میں خار
ہوگی اس پر ظلمت و کلفت کی مار

ہائے کیا دیکھے گا وہ روئے بہار
جو نہ ہو پابندِ ذکر و فکرِ یار

عمر بھر رہے گا ساقی تشنہ کام
گر پئے گا زہرِ نظرِ بد کا جام

جب کہ غیروں میں بھی ہو مشغول دل
ذکر و طاعت میں کہاں لگتا ہے دل

دل میں تیرے ہے جو فکرِ ایں و آں
اس لئے آتا نہیں ہے نورِ جاں

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِ من پیدا مکن

گر تو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید
فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید

عشق سے تیرے رہوں میں جامہ چاک
دردِ دل سے ہوں میں تیرا نامِ پاک

جو بشر بھی سن لے میری آہ کو
بس تڑپ جائے وہ تیری چاہ کو

عشق سے اپنے تو دل کو طور کر
نور سے اختر کا دل معمور کر

وہ سرخیاں کہ خونِ تمنا کہیں جسے
بنتی شفق ہیں مطلعِ خورشیدِ قرب کی۔

از مولانا اختر صاحب

دستورِ اصلاح وتزکیہ

تمام رذائل کی جڑ صرف دو ہیں۔ (۱) جاہ۔ (۲) باہ۔

تکبر، حسد، کینہ، بغض اور غصب، وغیرہ ان کی تہ اور جڑ میں "جاہ" کا چھپا ہوا چور ہوتا ہے۔ اس طرح بدنگاہی، عشق مجازی، دل میں پچھلے گناہوں کا تصور کرکے مزہ لینا، حرص، جمع بخل وغیرہ کی تہ میں شہوتِ نفس، یعنی "باہ" کا مادہ چھپا ہوتا ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جاہ کی بیماری زیادہ خطرناک ہوتی ہے کیونکہ یہ مادہ ابلیسی وراثت سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ اور توبہ وندامت سے جس طرح محروم رہا، اسی طرح جاہ کی مرض میں مبتلا انسان توبہ وندامت سے گریز کرتا ہے۔ اور باہ یعنی شہوتِ نفس کے مریض میں عموماً منکسر المزاجی ہوتی ہے جس سے ان کی اصلاح جلد ممکن ہوتی ہے۔ ہر شخص میں کم وبیش جاہ اور باہ دونوں ہی مادے ہوتے ہیں۔ یہ گفتگو صرف اس امر میں ہے کہ کسی انسان میں مادۂ جاہ غالب ہوتا ہے اور کسی میں مادۂ باہ غالب ہوتا ہے۔ جس طرح نفس کی تمام بیماریوں کی تقسیم اجمالی طور پر دو قسم پر ہوئی یعنی جاہ اور باہ، اسی طرح ان کے علاج کی تقسیم دو اہم اساس پر ہے اور باقی تمام تشریحات انہی دو اساس کی تفصیل ہوگی نمبر ۱: استحضارِ ربوبیت۔ نمبر ۲: کثرتِ ذکر اللہ کا اہتمام اور التزام۔ کامل فرماں برداری اور انسداد برائی کے دونوں سبب ہوں گے

ہیں۔ ا: خوف جس کا حصول استحضارِ عقوبت سے ہوتا ہے، اور نمبر ۲: محبت جو اہتمام کثرتِ ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب وہ دستور العمل علیٰ سبیل التفصیل درج ہوتا ہے جس پر اخلاص اور پابندی سے اگر چھ ماہ عمل کر لیا جاوے تو ان شاء اللہ تعالیٰ تمام انعامات قلب میں محسوس ہونے لگیں گے۔ اور جن گناہوں کی چالیس سالہ عادت بھی ہو گئی ہو، اُن گناہوں سے احتراز و اجتناب کی توفیق ہونے لگے گی۔ اور یہ دستور العمل بعد رشد کے امراضِ نفسانیہ و رُوحانیہ بھی جاری رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اعمال ترقی و مدارجِ قرب میں سالک کے لئے عجیب النفع ہیں۔ نیز نفس کے رذائل آئندہ بھی عود نہ کر سکیں گے۔ درحقیقت اس مشورہ کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ چھ ماہ عمل کرنے کے بعد خود ان اعمال سے سالک کی رُوح کو وہ سرور اور ٹھنڈک نصیب ہو گی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ خود ہی تا دمِ آخر ان معمولات پر ابتداءً التزام کو اپنے اُوپر لازم کرے گا۔ ایک مدت ان معمولات پر پابندی سے ایسا محسوس ہونے لگے گا کہ گویا آخرت کی زمین پر ہوں اور جنت و جہنم کو گویا دیکھ رہا ہوں، اور تمام شہوات و لذاتِ دُنیا سب نگاہوں میں ہیچ نظر آنے لگیں گی۔ حالانکہ اس سے قبل ان سے نکلنا مشکل اور محال نظر آتا تھا۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ
وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَظِيْمِ

جس نے ہمیشہ جرعہ خاک آمیز پیا ہے (یعنی گناہوں کا اثر ذکر کے انوار کو دل میں جب ظلمت آمیز کر دیتا تھا تو اس بے کیفی سے جرعہ خاک آمیز ہو جاتا تھا)۔ اب جب صاف جرعہ پئے گا تو اس کے اور ہی اثرات دیکھے گا۔ یعنی ذکر کے وہ انوار جو محفوظ ہونگے کدورت وظلمات معاصی سے وہ سالک کو قرب اور یقین کے نہایت اعلیٰ مقام پر پہنچا دیں گے اور جب سالک اپنے یقین کو یقین صد یقین کے مقام پر دیکھے گا تو کس قدر مسرت اس دستور العمل سے ہوگی اور اس وقت سالک کو یہ محسوس ہوگا کہ دنیا ہی میں موجود رہتے ہوئے جنت کی بہاریں پا رہا ہے۔ اب لیجئے وہ نسخہ جو رشک آب حیات ہے، درج ذیل کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ
اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ	اور رسول کے کہنے کو بجا لایا کرو
اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا	جب کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم
يُحْيِيْكُمْ الاٰية	تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی
	طرف بلاتے ہیں۔

(۱) چوبیس گھنٹے میں جو وقت اطمینان کا ہو، نہ تو اس وقت پیٹ اس قدر خالی ہو کہ بھوک محسوس ہو رہی ہو، اور نہ اتنا بھرا ہو کہ بیٹھنا دیر تک بار خاطر ہو، ایک گھنٹہ اس دستور العمل کے لئے ہر روز

متعین کر لیا جاوے۔ یوں تو مذکورہ شرائط پر ہر شخص کے حالات و مشاغل کے لحاظ سے جو وقت بھی ہو بہتر ہے۔ لیکن عام طور پر مغرب تا عشاء یا فجر کے بعد وقت بہت مناسب ہوتا ہے۔ نیز خلوت خانی جگہ ہو تو اور بہتر ہے وہاں اپنے بیوی بچے احباب کوئی بھی نہ ہوں، تاکہ اس تنہائی میں جب رونے کو جی چاہے، بے تکلف روئے اور تاکہ اس فضیلت کا شرف بھی حاصل ہو جاوے جو حدیث میں موجود ہے کہ بندہ تنہائی میں اپنے اللہ کو یاد کرے اور اُس کی آنکھیں بہہ پڑیں یعنی آنسو جاری ہو جاویں تو قیامت کے دن حق تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ اُس کو عطا فرمائیں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر رونا نہ بھی آوے تو رونے والوں کی نقل کرنے سے بھی اسی درجہ کے حاصل ہونے کی اُمید ہے۔ نیز یہ کہ اس دستور العمل پر اگر ایک وقت میں عمل مشکل اور تعب کا باعث ہو تو دو وقت میں پورا کر سکتا ہے، اور ناغہ سے سخت احتراز کرے۔

(۲) اوّل دو رکعت نفل توبہ کی نیت سے پڑھ کر کچھ دیر تک بخوشامد کر موجودہ عمر تک کے تمام گناہوں سے استغفار کرے اور اپنے کو خوب نالائق، ذلیل، بدکار، بدعمل، بے غیرت کہتا رہے اور یوں دعا کرے کہ اے میرے رب! اگرچہ میرے گناہوں کی حد نہیں لیکن آپ کی رحمت میرے گناہوں سے بہت وسیع تر ہے۔ پس اپنی رحمت واسعہ کے صدقے میری تمام خطائیں عفو فرما دیجئے۔ اے اللہ

آپ عفو ہیں اور عفو کو محبوب رکھتے ہیں۔ پس میری خطاؤں کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔

(۳) پھر دو رکعت نمازِ حاجت کی نیت سے ادا کرے۔ پھر یہ دُعا کرے کہ اے میرے رب! میں نے اپنی عُمر کا عظیم حصّہ گناہوں میں تباہ کر دیا۔ اب میری اس تباہ شدہ عمر پر رحم فرمائیے۔ اور میری اصلاح فرما دیجئے۔ اگر آپ کا کرم نہ ہو تو ہم میں کوئی بھی پاک نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ الخ میرے پچھلے گناہوں کی ظلمت کو میرے دل سے دُور فرما دیجئے۔ اور اپنا اتنا خوف عطا فرما دیجئے جو مجھے آپ کی نافرمانیوں سے بچائے۔

(۴) پھر ۵۰۰ مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر کرے۔ اس خیال کے ساتھ کہ لَآ اِلٰہَ سے دل کو تمام ماسوا سے پاک کر رہا ہوں اور اِلَّا اللّٰہُ سے اللہ کی محبت دل میں راسخ کر رہا ہوں۔

(۵) کسی وقت ایک ہزار مرتبہ اللہ اللہ کریں کریں۔ اس ذکر کو ذکر اسم ذات پاک کہتے ہیں۔ جب اَللّٰہ زبان سے کہیں تو تصور کریں کہ زبان کے ساتھ ساتھ قلب کے مقام سے بھی اَللّٰہ نکل رہا ہے اور نہایت محبت اور درد بھرے دل سے اللہ کا نام لیا جاوے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عالم میخوانند ہر دم نام پاک ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ایں اثر نکند چو نبود عشقناک

ترجمہ: عام لوگ اللہ تعالےٰ کا نامِ پاک ہر دم لیتے ہیں لیکن یہ اثر نہیں

کرتا ہے جب تک کہ عشق نہ ذکر نہ کیا جاوے یعنی محبت سے اور دل کی گہرائی سے نام پاک لینے سے کچھ اور ہی اثر ہوتا ہے۔

دل کی گہرائی سے تیرا نام جب لیتا ہوں میں
چومتی ہے میرے قدموں کو بہارِ کائنات

(٦) پھر یہ مراقبہ کرے کہ حق تعالےٰ مجھے دیکھ رہے ہیں یعنی حق تعالےٰ کے خبیر و بصیر ہونے کا تصور کرے اور دل ہی دل میں حق تعالےٰ سے یوں باتیں کرے کہ اے اللہ! جس وقت میں بدنگاہی کر رہا تھا اور جس وقت برے خیالات سے لذت حاصل کر رہا تھا یا جس وقت گناہ کر رہا تھا، اس وقت آپ کی قدرت قاہرہ بھی مجھے اس جرم کی حالت میں دیکھ رہی تھی۔ اسی وقت اگر آپ کا حکم ہو جاتا کہ اے زمین شق ہو کر اس نالائق کو نگل جا۔ یا آپ حکم فرما دیتے کہ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (الآیۃ) (ہم نے کہہ دیا ان لوگوں کو تم بندر ذلیل ہو جاؤ) تو میں اسی وقت ذلیل ہو جاتا۔ اور مخلوق میری اس رسوائی کا تماشہ دیکھتی۔ اے اللہ! آپ اپنی قدرت قاہرہ سے اسی وقت مجھے کسی دردناک بیماری میں مبتلا کر دیتے تو میرا کیا حال ہوتا۔ مگر آپ کے کرم و حلم نے مجھ سے انتقام نہیں لیا۔ اگر آپ کا حلم میرے اوپر کرم فرما نہ ہوتا، تو میری تباہی کا کیا عالم ہوتا۔ اسی طرح تھوڑی دیر تصور کرتا رہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں، اور میں اس محبوبِ حقیقی کے سامنے بیٹھا ہوں اور دل ہی دل میں استغفار کرتا رہے۔

اور دُعا کرتا رہے کہ اے اللہ! اس تصور کو کہ آپ مجھ کو دیکھ رہے ہیں، میرے دل میں جما دیجئے۔

وعظِ غضِ بصر خلاصہ یہ کہ کسی کے پاس بدنگاہی کے جائز ہونے کا کچھ سہارا نہیں بلکہ بدنگاہی ہر طرح سے حرام اور بڑا بھاری گناہ ہے یہاں پر یہ کہے کہ اے اللہ! اس حرام و بھاری گناہ کا ایک پہاڑ میرے سر پر ہے اور ایک عمر اس میں تباہ ہوئی ہے۔ میری اس تباہ شدہ عمر پر رحم فرما دیجئے کہ آپ ارحم الرّاحمین ہیں۔ بجز آپ کے ہمارے اوپر دوسرا کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔ جیسے بدنگاہی حرام ہے اسی طرح دل سے سوچنا بھی حرام ہے اور اس کا ضرر بدنگاہی سے بھی زیادہ ہے۔ بدنگاہی سے اعمالِ صالحہ کا نور سلب ہو جاتا ہے۔ دل ستیاناس ہو جاتا ہے بعض لوگوں کا خاتمہ بدنگاہی کی نحوست سے کفر پر ہوا۔ یعنی عشقِ مجازی میں مبتلا ہو کر آخر سانس تک نجات نہ پا سکے اور کلمہ کی بجائے منہ سے کچھ اور نکل گیا۔ جب کوئی غیر محرم عورت سامنے آئے تو نگاہ نیچی کر لے اور ہرگز اُدھر گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھے۔ اگر شیطان ڈرائے کہ نہ دیکھے گا تو دم نکل جائے گا، دم نکلنے کی بھی پرواہ نہ کرے، اور یوں سوچے کہ مر بھی گیا تو کیا ہی عمدہ موت ہو گی یعنی شہادت۔ بدنگاہی کے بعد دل میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے کہ ذکر وغیرہ میں بے کیفی ہو جاتی ہے، اور بار بار توبہ کے باوجود جب تک حفاظتِ نظر نہ کی جائے اور استغفار خوب نہ کی جائے، اس وقت تک دل صاف نہیں ہوتا۔

بدنگاہی سے ذکر و شغل سے کبھی وحشت ہونے لگتی ہے۔ پھر یہ وحشت نفرت سے بدل جاتی ہے اور کفر تک پہنچا دیتی ہے (العیاذ باللہ) بدنگاہی کے مرتکب کی آنکھیں بے رونق ہو جاتی ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دل بے رونق ہو جاتا ہے۔ جب دل کا نُور سلب ہو جاتا ہے تو آنکھوں میں نُور کہاں سے آئے گا، اور یہ سوچے کہ کتنی محنت سے تو ذکر و عبادت کر رہے ہیں اور بدنگاہی سے اُن کا نُور ضائع کر رہے ہیں، اور قربِ حقیقی کے خصوصی انوار و برکات سے محروم ہو رہے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ معصیت پر اصرار اور عادت کے ساتھ حصولِ نسبت مع اللہ کا گمان سخت دھوکا ہے فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔ جس وقت کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً کسی بدصورت کو دیکھے۔ موجود نہ ہو تو تصور کرے کسی کالے کلوٹے کا کہ چیچک رُو ہے، چپٹی ناک ہے، دانت لمبے لمبے ہیں آنکھ کا کانا ہے۔ سر کا گنجا ہے۔ جسم کا بدقسمت ہے تو ندنکلی ہوئی ہے اور دست لگے ہیں، مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ اور یوں بھی سوچے کہ یہ محبوب جب مر جائے گا تو لاش گل سڑ کر بدنما ہو گی اور کیڑے رینگتے نظر آئیں گے۔ مگر کسی بدصورت کے تصور کا نفع دیرپا نہ ہو گا، وقتی فائدہ ہو گا۔ پھر تقاضہ اس حسین کا ستائے گا۔ لہٰذا آئندہ تقاضے کو کمزور اور مضمحل کر دینے کا طریق یہ ہے کہ خدا کی یاد بہت کرے۔ دوسرے خدا تعالے کے عذاب کا تصور کیا کرے۔ تیسرے یہ سوچے کہ اُس کو مجھ پر پوری قدرت ہے۔ ایک مدت تک عمل کرنے سے آہستہ آہستہ یہ چور نکلتا ہے

ایسا پُرانا مرض ایک دن یا ایک ہفتہ میں نہیں جاتا۔ ہمت نہ ہارے، کوشش کرتا رہے۔ تھوڑا تھوڑا یہ تقاضہ گھٹتا رہے گا اور نفس قابو میں آجاوے گا۔ اور یہ خواہش نہ کرے کہ بالکل تقاضہ ہی ختم ہو جائے کیونکہ جب بالکل تقاضہ نہ ہوگا تو پھر اجر کیا ملے گا۔ اگر نامرد کہے کہ میں عورت کے پاس نہیں جاتا، تو کیا کمال ہے؟ کوئی اندھا کہے کہ میں کسی عورت کو نہیں دیکھتا، تو کیا کمال ہے، یہ کونسی تعریف کی بات ہے۔ پس بالکل تقاضہ نہ ہونے کی طلب سخت نادانی وجہل ہے۔ مطلوب صرف اتنا ہے کہ تقاضے اس قدر مغلوب اور مضمحل ہو جائیں جو بآسانی قابو میں آجائیں یہ بیماری بہت پھیل رہی ہے۔ جو نیک کہلاتے ہیں وہ بھی اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خدا کے واسطے اس کا انتظام کرنا چاہیئے۔

صاحبو! اگر حق تعالیٰ شانہٗ نے کھڑا کر کے استفسار فرمالیں کہ تو نے ہمیں چھوڑ کر غیر پر کیوں نظر کی۔ تو بتلایئے کیا جواب دیجئے گا۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اس کا بڑا انتظام کرنا چاہیئے۔ ایک اور تدبیر یہ ہے کہ جب دل میں بُرا خیال آئے یا بدنگاہی کی حرکت ہو جائے، فوراً وضو کرو۔ دو رکعت نماز توبہ پڑھو۔ پہلے دن تو بہت سی نفلیں پڑھنی پڑیں گی۔ اس کے بعد نفس دیکھے گا کہ ذرا سا مزہ لینے پر یہ مصیبت ہوتی ہے۔ یہ ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے، تو پھر ایسے نہ آئیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سب مصیبتوں سے بچائے رکھے آمین۔ ان مضامین کو غور سے

ہر روز پڑھ لیا جاوے۔

(۸) اس کے بعد پھر یہ مراقبہ کرے اور حق تعالیٰ سے مناجات بھی یعنی باتیں بھی کرتا رہے کہ اے اللہ! جب سے بالغ ہوا ہوں، میری آنکھوں سے اب تک جتنی خیانتیں صادر ہوئی ہیں یا سینہ میں بُرے خیالات سے میں نے جتنی ناجائز لذتیں حاصل کی ہیں ان سب سے توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ آپ اپنے کرم سے میری آنکھوں کو اور میرے سینہ کو ان خیانتوں سے محفوظ فرما دیجئے کہ یہ ایسے مہلک امراض ہیں جن میں مبتلا ہونے والے کتنے کفر پر مر گئے اور کتنے دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے، اور اے اللہ! میرے اور بھی جن جن اعضاء سے خیانتیں صادر ہوئیں، مثلاً زبان کان ہاتھ پیر، غرض ان تمام اعضاء کی خیانتوں کو معاف فرما دیجئے، اور اے اللہ! میری عمر کا ایک بڑا حصہ جو انہیں خرافات میں تباہ ہو گیا، اور میرے گناہوں سے جو کچھ نقصان پہنچا، آپ اپنی رحمت سے سب کی تلافی فرما دیجئے، اور آپ بشانِ کرم مجھ سے راضی اور خوش ہو جائیے، اور مجھے اپنی ایسی رضا عطا فرما دیجئے کہ اے اللہ! وہ کبھی آپ کے عتاب سے تبدیل نہ ہو۔

(۹) پھر عذابِ نارِ جہنم کا اس طرح مراقبہ کرے کہ جہنم اس وقت آنکھوں کے سامنے ہے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے باتیں کرے اے اللہ! یہ جہنم آپ کی روشن کی ہوئی آگ ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الآیۃ

اور اے اللہ! اس کا دُکھ دلوں تک پہنچے گا تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ۝ الآیۃ۔ اور اے اللہ! جہنمی لوگ لمبے لمبے ستونوں میں دبے ہوئے جل رہے ہیں۔ اور اے اللہ! جب اُن کی کھالیں جل کر کوئلہ ہوگئیں تو آپ نے اُن کی کھالوں کو پھر تازہ تازہ دوسری کھالوں سے تبدیل فرما دیا تاکہ اُن کو احساسِ دُکھ اور الم کا زیادہ ہو۔ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا الآیۃ۔ اور اے اللہ! جب اُن کو بھوک لگی تو آپ نے اُن کو خاردار درخت زقوم کھانے کو دیا۔ اور یہ بھی نہ ہوگا کہ وہ اس کے کانٹوں کی تکلیف سے انکار کرسکیں کہ مجھ سے تو اب نہیں کھایا جاتا ہے بلکہ اُن کو مجبوراً پیٹ بھرنا ہوگا۔ لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ ۝ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝ الآیۃ۔ اور اے اللہ! جب اُن لوگوں کو پیاس لگی تو آپ نے کھولتا ہوا پانی پلایا اور اس پانی سے یہ انکار بھی نہ کرسکیں گے۔ بلکہ اس طرح پئیں گے جس طرح پیاسا اونٹ پیتا ہے فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۝ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ۝ اور یہی اُن کی مہمانی ہوگی قیامت کے دن هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۝ اور اے اللہ! جب انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جاوے گا تو اُن کی آنتیں کٹ کٹ کر پاخانے کی راہ سے نکلتی ہیں گی فَسُقُوا مَاءً فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝ الآیۃ۔ اور اے اللہ یہ جہنمی آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کریں گے يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۝ الآیۃ

اور اے اللہ! جب رونا چاہیں گے تو آنسوؤں کے بجائے خون روئیں گے اور جب شدتِ تکلیف سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کریں، تو ان کو پھر جہنم میں لوٹا دیا جائے گا کُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا- اور اے اللہ جب ہر طرح سے ہار جاویں گے تو آپ سے فریاد کی اجازت چاہیں گے تو آپ، فرمائیں گے اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ اسی جہنم میں ذلیل پڑے رہو، اور مجھ سے تم لوگ بات مت کرو۔ اے اللہ! دنیا کی ایک چنگاری کی ہمیں برداشت نہیں تو جہنم کی آگ کا، جو ستر گنا اس آگ سے زائد ہے کیسے تحمل ہوگا۔ اے اللہ! ہمارے اعمال تو سزاوارِ جہنم ہیں، مگر آپ، کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ جہنم کے دردناک عذاب سے نجات کو میرے لئے مقدر فرما دیجئے۔ یہاں پہنچ کر اس دعا کو تین بار عرض کرے اور خوب روئے۔ رونا نہ آئے تو رونے والوں کا سا چہرہ بنائے اور دل سے خوب ڈرے۔ شروع شروع میں عذابِ جہنم کے تصور سے دل کو زیادہ خوف محسوس نہ ہوگا لیکن اس عمل پر دوام سے اور رونے والوں کی نقل کی برکت سے رفتہ رفتہ یقین و ایمان میں ترقی ہوتی جاتی رہے گی اور اور ایک دن ایسا آئے گا کہ گویا جہنم کو آنکھوں سے دیکھو گے۔ پھر کسی نافرمانی کی ہمت نہ ہوگی کیونکہ جہنم کی آگ کی شدت کا استحضار گناہ کی لذت کی طرف نفس کو متوجہ نہ ہونے دے گا۔ اور معاصی سے کلی اجتناب کی توفیق انشاء اللہ تعالےٰ ہو جاوے گی۔

(۱۰) پھر اس کے بعد ذرا دیر تک موت کو یاد کرے کہ دنیا کے تمام ہمدرد بیوی بچے، عزیز و اقارب اور یہ سارے واہ واہ کرنے والے اور سلام حضور کرنے والے سب چھوٹ گئے، اور جس مکان کو ہم اپنا سمجھتے تھے۔ اب بیوی بچوں نے زبردستی اس مکان سے نکال باہر کیا اور اب رُوح تنہا رہ گئی۔ عناصر سے متعلق جتنی لذّات تھیں، وہ سب ختم ہوگئیں۔ یعنی حواسِ خمسہ سے جو عیش اندر پہنچ رہے تھے، سب معطّل ہوگئے۔ اب رُوح کے اندر اگر عبادات کے لذّات اور انوار ہیں، تو یہی کام آویں گے۔ ورنہ سب عیش خواب ہوگیا۔ پھر اپنے نفس کو یوں ڈرائے کہ

لُطف دُنیا کے ہیں کے دن کے لئے
کھو نہ جنّت کے مزے ان کے لئے
یہ کیا اے دل تو بس پھر یوں سمجھ
تُو نے ناداں گُل دیئے تنکے لئے
ہو رہی ہے عُمر مثلِ برف کم
رفتہ رفتہ چُپکے چُپکے دمبدم

اگر ہوسکے تو کبھی کبھی قبرستان حاضری دے اور سوچے کہ یہ لوگ بھی کبھی ہماری طرح زمین پر چلتے تھے، آج افسانہ ہوگئے ہیں

یہ عالم عیش و عشرت کا، یہ حالت کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر، یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

موت کا کثرت سے یاد کرنا، دل کو دنیا سے اُچاٹ کرتا ہے اور یہی ہدایت کا بڑا سبب اور ذریعہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ موت جو لذات کو سرد کرنے والی ہے اس کو کثرت سے یاد کرو۔ مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

اطلس عمرت بمقراض شہور   پارہ پارہ کرد خیاطِ غرور

ترجمہ: اے لوگو! تمہاری عمر کے تھان کو مہینوں کی قینچی سے دھوکے کا خیاط پارہ پارہ کر رہا ہے۔

پس موت کا اتنا تصور کرو کہ اس کی وحشت لذت سے بدل جائے، اور اپنے اصلی وطن کے ذکر سے لذت ملنی ہی چاہیئے۔ مومن کے لئے موت دراصل محبوبِ حقیقی کی طرف سے دعوتِ ملاقات کا پیغام ہے۔

(۱۱) اس مراقبہ کے عبارات ذیل کو، خشیت وخوف دل میں پیدا کرنے کی نیت سے خوب دل لگا کر پڑھے۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں، اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو، اور رونا کثرت سے کر دو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ کبھی فرماتے کہ کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ ایک جانور کو دیکھ کر ٹھنڈا سانس بھرا، اور فرمایا کہ تو کس قدر مزہ میں ہے، کہ کھاتا ہے، پیتا ہے اور درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے، کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ ایک بار صبح کی نماز میں جب اس آیت اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حق تعالیٰ شانہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کرو، تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں، وہ پیدا نہ ہو لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ اور قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بے گانگی کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں

مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں الخ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت رویا کرتے تھے، حتیٰ کہ روتے روتے آنکھیں بے کار ہو گئی تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمایا کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو، اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ پیش آیا تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابیؓ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔ وہ جب فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ ۝ پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہو گئے۔ روتے روتے دم گھٹنے لگا اور کہہ رہے تھے ہائے جس دن آسمان پھٹ جاوے گا یعنی قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا، ہائے میری بربادی! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے سے فرشتے بھی رونے لگے۔

ایک انصاری صحابیؓ نے تہجد کی نماز پڑھی۔ پھر بیٹھ کر بہت رونے لگے، کہتے تھے، اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رلا دیا۔

ایک صحابیؓ رو رہے تھے۔ بیوی کے پوچھنے پر فرمایا کہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ جہنم پر تو گذرنا ہے ہی، نہ معلوم نجات ملے گی یا وہیں رہ جاؤں گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے

ہیں کہ دنیا میں تو تم سب لوگ ملے جُلے رہتے مگر آج مُجرم لوگ سب الگ ہو جائیں، اور غیر مُجرم علیحدہ۔ اس حُکم کو سُن کر جتنا بھی رویا جاوے کم ہے۔ کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا، یا فرماں برداروں میں۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف سے ذرا سا بھی آنسو، خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو، نکل کر چہرہ پر گرتا ہے، اللہ تعالےٰ شانہٗ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے، اُس کا آگ میں جانا ایسا مشکل ہے جیسا کہ دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلے اللہ علیہ وسلم نجات کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب جنت میں داخل ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں، جو اپنے گناہوں کو یاد کرکے روتا رہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں، ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو، دوسرا خُون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کا ارشاد ہے کہ جس کو رونا آوے وہ روئے، ورنہ رونے کی صورت ہی بنا لے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ پہاڑ کے برابر صدقہ کروں۔

مضامین بالا کا مطالعہ نفس میں خدا کا خوف پیدا کرتا ہے۔ گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے ناامید بھی نہ ہونا چاہیئے۔ گناہوں کو یاد کرکے رونے سے بہت قرب حاصل ہوتا ہے اور جس کو رونا نہ آوے تو وہ رونے والوں کی شکل بنا لیوے اس نقل کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی کامیاب ہو جاوے گا جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ نقل گریہ ثابت ہے۔

اے خوشا کہ چشمے کہ آں گریاں اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریاں اوست

(۱۴) اس کے بعد پھر انعاماتِ خیہ کا اس طرح مراقبہ کرے اور حق تعالیٰ سے اس طرح عرض کرے کہ اے اللہ! آپ سے میری روح نے اپنے وجود کے لئے سوال نہیں کیا تھا۔ آپ نے کرم سے بغیر سوال کے مجھے وجود بخشا۔ پھر میری روح نے یہ سوال بھی نہیں کیا تھا کہ آپ مجھ کو انسانی قالب عطا فرمائیں آپ نے کرم سے بغیر سوال کے سور اور کتے کے قالب میں مجھے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ قالب اشرف المخلوقات انسانیت

کا قالب بخشا۔ پھر اے میرے اللہ! اگر آپ مجھے کافر یا مشرک گھرانے میں پیدا فرما دیتے تو میں کس قدر ٹوٹے اور خسارے میں ہوتا۔ اگر صدارت و بادشاہت بھی مجھ کو مل جاتی، پھر بھی کفر اور شرک کے سبب جانوروں سے بھی بدتر ہوتا۔ آپ نے اپنے کرم سے بغیر سوال کیے مجھ کو مسلمان گھرانے میں پیدا فرما کر گویا شہزادہ پیدا فرمایا۔ ایمان جیسی عظیم دولت جس کے سامنے کائنات کے تمام مجموعی انعامات و خزائن کوئی حیثیت نہیں رکھتے، آپ نے بے مانگے عطا فرما دی۔ اے اللہ! جب آپ کے کرم نے اتنے بڑے انعام بے مانگے عطا فرمائے ہیں تو مانگنے والے کو آپ بھلا کیونکر محروم فرمائیں گے۔ اے اللہ! میں آپ کی رحمت کو ان بے مانگے ہوئے انعامات و الطافِ بے کراں کا واسطہ دیتا ہوں اور آپ کے فضل سے اپنی تطہیر اور اپنا تزکیۂ نفس مانگتا ہوں تاکہ آپ کی نافرمانیوں سے مرتے دم تک محفوظ رہوں۔ اے اللہ! پھر آپ نے مجھے اچھے گھرانے میں پیدا فرمایا، اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ محبت عطا فرمائی، اور دین پر عمل نصیب فرمایا۔ اگر آپ کی رہبری نہ ہو تو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے بعد بھی لوگ بے دین، دہریہ اور نیچری ہو جاتے ہیں ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود لطفِ تو ناگفتۂ ما می‌شنود

اے اللہ! آپ ہی کی توفیق سے اللہ والوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی توفیق ہوئی۔ اے اللہ! آپ نے کتنی بیماریوں سے حفاظت

وابستہ رکھی ہے اور کیسی خطرناک بیماریوں سے شفا عطا فرمائی ہے اور آپ ہی نے کرم سے اہلِ حق سے تعلق بخشا، ورنہ کسی غلط آدمی کے ہاتھ پڑ جاتا تو آج گمراہی میں مبتلا ہوتا۔

اگر کسی غم میں مبتلا ہو مثلاً اولاد کا انتقال ہو گیا ہو۔ تو یوں کہے کہ اے اللہ! میرے جو بچے آپ کے پاس جا چکے ہیں اُن کو میرے لئے ذخیرۂ آخرت فرما دیجئے۔ اور جو موجود ہیں اُن کو صالح فرما دیجئے۔ اور اولاد و بیوی سے میری آنکھیں ٹھنڈی فرما دیجئے۔ اے اللہ! دنیا میں آپ نے صالحین کا ساتھ عطا فرمایا ہے، اپنے کرم سے آخرت میں بھی اپنے صالحین کا ساتھ عطا فرمائیے۔ اے اللہ! کتنے جرائم مجھ سے سرزد ہوئے اور آپ کی قدرتِ قاہرہ دیکھ رہی تھی مگر آپ نے اپنے عفو و حلم کے دامن میں میرے ان جرائم کو ڈھانپ لیا اور مجھے رُسوا نہ فرمایا۔ اے اللہ! میری لاکھوں جانیں آپ کے اس حلم پر قربان ہوں ورنہ آج بھی اگر میرے اعمال آپ خلق پر کھول دیں تو لوگ مجھے اپنے پاس بیٹھنے بھی نہ دیں۔ اے اللہ! اپنے کرم سے میرا خاتمہ ایمان پر مقدر فرمائیے۔ اے اللہ! اس امر سے پناہ چاہتا ہوں کہ جب آپ سے ملوں تو آپ اپنا رُخ میری طرف سے پھیر لیں۔ اے اللہ اگر میری تقدیر میں آپ نے میرے جہنمی ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے تو میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ اپنی رحمت سے اپنے اس فیصلہ کو تبدیل فرما دیجئے۔ اور میرا جنتی ہونا مقدر فرما دیجئے۔ اے اللہ! آپ اپنے فیصلہ پر حاکم ہیں،

آپ کا فیصلہ آپ پر ہے کہ نہیں پس اپنی رحمت سے میری تقدیر سے سوء القضا کو تبدیل فرما دیجئے یعنی مجھے جنّتی بنا دیجئے ؎

بگذراں از جانِ ما سوء القضا
وامبر ما را ز اخوان الصفا

کروڑوں کو تو کرے گا جنّتی ایک یہ نا اہل بھی ان میں سہی

اے اللہ! اپنے فضل سے جنّت میں دخول اوّلین کو میرے لئے مقدر فرما دیجئے۔ اے اللہ! اگر آپ کا فضل میرا مددگار ہو تو نفس و شیطان مجھے کبھی مغلوب نہیں کر سکتے، اور اے اللہ! اگر میرے تزکیہ و تطہیر کا آپ ارادہ فرما لیں تو پھر آپ کے ارادہ کو کون توڑ سکتا ہے پس آپ اپنے کرم سے میرے تزکیہ کا ارادہ فرما لیں۔ اے اللہ! آپ کے علم میں مجھ پر جتنے احسانات ہوئے ہیں، ان میں سے اے اللہ! اس وقت جتنے احسانات کا استحضار ہو سکا اُن کا بھی، اور جن احسانات کا استحضار نہیں ہو سکا اُن کا بھی، ہر بُنِ مُو سے شکر ادا کرتا ہوں۔

(۱۳) جو لوگ شہر میں آمد و رفت رکھتے ہوں، وہ جب گھر سے نکلیں تو دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر دُعا کر لیں کہ اے اللہ! میں اپنی آنکھوں کو اور اپنے قلب کو آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں اور آپ خیر الحافظین ہیں۔ پھر اگر کوتاہی ہو جاوے تو واپسی پر اس سے استغفار کریں۔ اور ہر غلطی پر چار رکعت نفل نماز کا جرمانہ مقرر کریں اور اگر محفوظ

رہیں تو شکر ادا کریں۔

(۱۴) ان معمولات کے باوجود بھی خطائیں ہوتی رہیں، تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ معمولات ادا کرتے رہیں اور استغفار کرتے رہیں اس دستور العمل پر عمل کرنا ہی اپنی نجات کا ذریعہ سمجھیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ رفتہ رفتہ ایک دن ایسا آوے گا کہ تمام تقاضے مغلوب ہو جاویں گے کتنے بندگانِ خدا جو مدۃ العمر بدنگاہی اور دیگر امراضِ خبیثہ میں مبتلا تھے اس دستور العمل پر عمل کرکے نجات پا چکے ہیں۔

(۱۵) ایک سو مرتبہ روزانہ ذکر اسم بسیط اَللّٰہ اَللّٰہ اس تصور سے کریں کہ میرے ہر بُنِ مُو سے اللہ اللہ نکل رہا ہے، اور پھر یہ اندازہ کریں کہ میرے ہر بُنِ مُو کے ساتھ زمین و آسمان، شجر و حجر، بحر و بر، چرند و پرند غرض ہر ذرہ کائنات سے ذکر جاری ہے۔

(۱۶) چند اضافات، جاہ کی بیماری والوں کے لئے: جاہ کا حریف دل میں یہ تصور کرے کہ جس مخلوق میں اس وقت بڑا اور معزز بننے کی فکر سے احکام شرعیہ سے گریز کر رہا ہوں یا عار محسوس کر رہا ہوں کہ لوگ مجھے مُلّا کہیں گے یا دقیانوسی خیال رکھنے والا کہیں گے۔ تو جب رُوح نکلے گی یہ لوگ میرے ساتھ نہ جائیں گے۔ میرے ساتھ میرے اچھے اعمال ہی جائیں گے اور یہ سوچے کہ بادشاہ کے مقربین سے کوئی بھنگی کہے کہ تم بادشاہ کی مرضی کے خلاف کام کرو، ورنہ میری نگاہ سے گر جاؤ گے۔ تو کیا اُس بھنگی کی نگاہ سے گر جانے سے وہ کچھ خوف زدہ ہو گا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ کہے گا کہ

تیرا دماغ پھل گیا ہے تو اپنے دماغ کا علاج کر۔ پس حق تعالیٰ کے احکام میں یہی مراقبہ کیا جاوے اور دُنیا والے اگر ڈرائیں یا شیطان ڈرائے کہ تم اگر شریعت کے پابند ہو جاؤ گے تو دُنیا والوں کی نگاہ سے گر جاؤ گے تو یوں سمجھے کہ دنیا والوں کی نگاہ میں بڑے ہی بن کر کیا مل جائے گا۔ کیا یہ لوگ خدا کے عذاب سے مجھ کو بچا سکیں گے۔ جو مخلوق میرے آگے پیچھے چل رہی ہے اور میری بڑی عزت کر رہی ہے، روح نکلنے کے بعد یہی لوگ میرے جسم کے پاس بیٹھنا بھی پسند نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ بیوی اور بچے بھی میری لاش کو گھر سے نکال باہر کریں گے۔ پس ایسی فانی اور عاجز و محتاج مخلوق کی نگاہ میں بڑا بننے کا شوق سخت نادانی ہے اور مرنے کے بعد کوئی کام آنے والا نہیں ہے۔ پس مالکِ حقیقی کی نگاہ کو دیکھو کہ ان کی نگاہ میں ہم کیسے ہیں۔ مولیٰ کی مرضی ہمیشہ بندہ کے پیشِ نظر رہنی چاہئے

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیئے
مدِّ نظر تو مرضیٔ مولےٰ ہی چاہیئے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیئے، کیا کیا نہ چاہیئے

سید سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر خُوب ہے۔ سادے الفاظ میں کیا ہی مفید بات فرمائی ہے۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

ایک مثال اور دل میں سوچے کہ کسی عورت کو سارے محلّے کے لوگ

تعریف کرتے ہوں کہ نیک صورت، نیک سیرت ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اُس کا شوہر اُس سے ناراض ہو، اور اُس کی نگاہ میں یہ عورت سخت قابلِ نفرت ہو، تو کیا اس عورت کو محلے والوں کی تعریف سے اور عزت کرنے سے کوئی خوشی ہوگی۔ ہرگز نہیں! کیونکہ وہ جانتی ہے کہ زندگی بھر کے لئے شوہر ہی اُس کا گھر اور رفیقِ حیات ہے۔ اگر وہ خوش نہیں تو سارے محلے کی تعریف وعزت اُسے کوئی نفع نہ پہنچا سکے گی۔ اللہ اکبر! شوہر اور بیوی کے تعلقات میں تو یہ اثر ہو، اور عبد و معبود میں اتنا بھی تعلق نہ ہو۔ وہ ذات کہ ہمارا ہر ہر ذرّہ جس کا مملوک ہے، جس کا مخلوق ہے جس کا مرزوق ہے، جس کا مربوب ہے، جس کو ہمارے اُوپر ہر قسم کا تصرّف و اختیار ہے، اُن کی نگاہ میں گر جانے کا ہمیں خوف نہ ہو، اور خوف ہو تو اپنی جیسی عاجز و فانی مخلوق کا خوف۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ کس سے تعلق توڑا اور کس سے جوڑا؟

پھر یہ دُعا کرے کہ اے اللہ! میرے قلب میں جتنی اور باطنی جتنی بھی بیماریاں ہیں، سب کو دُور فرما دیجئے، اور میرا ظاہر و باطن ایسا بنا دیجئے کہ آپ مجھ سے راضی اور خوش ہو جائیں، اور سب مجھے صدق فی الطلب یعنی سچّی طلب عطا فرمائیے۔

(۱۷) کسی اللہ والے کی صحبت میں گاہ گاہ التزاماً حاضر ہوتا رہے اور اللہ کی محبت کی باتیں سنتا رہے کہ بدون صحبت اہل اللہ اصلاحِ نفس اور توفیقِ استقامت عادۃً دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

(۱۸) باطنی بیماری یعنی عشقِ مجازی میں مُبتلا اشخاص کے لئے ایک مختصر تتمہ۔ مراقبہ۔

مراقبہ ۱: دُنیا کے حسینوں کی بے وفائی کو سوچے کہ اگر ان پر جان و مال اور دولت و عزت سب قربان کر دے، پھر بھی اگر ہم سے زیادہ کوئی مال دار انہیں مل گیا تو سابق عاشق سے آنکھیں چُرانے لگتے ہیں، اور بعض اوقات سابق عاشق کو زہر کھلا کر ہلاک کر دیتے ہیں تاکہ اس سے پیچھا ہی چھُوٹ جائے۔

مراقبہ ۲: اگر وہ معشوق مر گیا تو اُس کو جلد سے جلد قبرستان کے سپُرد کر دیتے ہیں، یا آپ پہلے مر گئے تو معشوق آپ کی لاش سے متنفر ہو جاوے گا کیسی عارضی محبت ہے۔

مراقبہ ۳: اس حدیث کا مراقبہ کرے کہ اَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ۔ ترجمہ جس سے چاہو محبت کرو لیکن ایک دن اس سے جدا ہونے والے ہو۔ تنبیہ ضروری: اگر کسی فرد کو کسی مرد یا عورت سے عشقِ راسخ ہو چکا ہو، وہ اُس سے عرصہ تک خط و کتابت یا ساتھ اُٹھنا بیٹھنا رہا ہو، تو ایسی صورت میں چند باتوں کا اہتمام اور بھی کرنا ہوگا اور بڑی ہمت سے کرنا ہوگا۔ لیکن تھوڑے دن اس جبر سے آزادی کی وہ مسرت نصیب ہوگی کہ دنیا ہی میں اندر بہارِ جنت محسوس ہونے لگیں گے

۱: اس سے خط و کتابت، اُٹھنا، بیٹھنا، ملاقات مطلقاً بند

کر دے، اور اپنا قیام اس قدر دُور رکھے کہ ملاقات ممکن نہ ہو۔ بلکہ تبلیغ کے لئے دُور نکل جائے۔

۲: اس معشوق کے آنے کا خطرہ ہو تو اس سے اس طرح جھگڑا کرے کہ اُس کو اب دوستی کی نا اُمیدی ہو جائے۔

۳: خیالات میں قصداً اُس کو نہ لائے، اور نہ اس کے تصور سے لطف حاصل کرے، کہ خیانت صدر کا گناہ کبیرہ دل کا ستیاناس کر دیتا ہے۔

۴: عشقیہ اشعار اور عشقیہ قصّے نہ پڑھے بلکہ خواجہ محمد اسلام کی کتابیں "موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا" "جنّت کا منظر" اور "محبوبؐ کے حُسن و جمال کا منظر اور محبوب خدا کی دعائیں" پڑھے۔ اور باقی تمام اعمال دستور العمل مذکور کو پابندی سے اختیار کرے۔

۵: ان اُمور کے باوجود اگر اس کے خیالات دل میں آئیں تو گھبرانا نہیں چاہئیے۔ رفتہ رفتہ انشاءاللہ تعالیٰ یقیناً ایک دن ایسا آوے گا کہ اُس کو غیر اللہ کی محبت سے نجات حاصل ہو جاوے گی۔

ان معمولات پر عمل کرنے میں خواہ نفس کو کتنی ہی مشقت معلوم ہو، محبوبِ حقیقی حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے لئے سب برداشت کر لے، چند دن کے بعد وہ انعامات قلب و روح کو محسوس ہوں گے جو ہر وقت رُوح پر وجد طاری رکھیں گے، اور انشاءاللہ تعالیٰ ایسا معلوم ہوگا کہ کوئی دوزخی زندگی ——— جنّتی زندگی سے

تبدیل ہوگئی ؎

نیم جاں بستاند وصد جاں دہد

آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

ترجمہ: جان کی تھوڑی سی قربانی سے سینکڑوں گنا بڑھ کر جزا ملتی ہے اور وہ الطاف واکرام عطا ہوتے ہیں جو کہ ہمت وخیال میں نہیں آسکتے۔

شاہ جاں مر جسم را ویراں کند

بعد ویرانیش آباد آں کند

ترجمہ: جان کا مالک یعنی اللہ پہلے جسم کو فنا کرتا ہے۔ اور اس ویرانی کے بعد اُسے زندگی عطا فرماتے ہیں یعنی حیاتِ جاوداں عطا فرماتے ہیں۔

اب دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالےٰ شانہٗ اس خدمت کو قبول فرماویں، اور اس دستور العمل کو اپنے بندوں کے لئے رذائل نفس سے خلاصی کا بہترین دستور بنادیں، اور ہم سب کو دستور العمل کے مطابق اہتمام عمل کی توفیق عنایت فرماویں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○

فرمانِ رسولؐ

"حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت آئی ہے
آپ نے فرمایا کہ میری اُمّت کے اچھے لوگوں میں سے ایک
گروہ کے لوگ ہیں جو خدا کی وسعت رحمت کی وجہ سے ظاہر
میں ہنستے ہیں اور خدا کے عذاب کے خوف سے پوشیدگی میں
روتے ہیں اُن کے بدن زمین میں ہیں اور اُن کے دل آسمان
میں ہیں اُن کی روحیں دنیا میں ہیں اور اُن کی عقلیں آخرت میں
ہیں سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وسیلہ سے قرب
حاصل کرتے ہیں" (الحق الجلی لابن عساکر)

اللہ والوں کا عشق

بایزید بسطامیؒ کے پاس چار عارف آئے انھوں نے اُن کے سامنے ایک پیالہ شہد کا پیش کیا جس میں ایک بال پڑا ہوا تھا پہلے نے کہا عقل پیالہ سے زیادہ صاف ہے اور علم شہد سے زیادہ شیریں ہے اور صدق بال سے زیادہ باریک ہے۔ دوسرے نے کہا جنّت پیالہ سے زیادہ صاف ہے اُس کی نعمتیں شہد سے زیادہ شیریں ہیں اور پُل صراط بال سے زیادہ باریک ہے۔ تیسرے نے کہا ایماندار کا دل پیالہ سے زیادہ صاف ہے ذکرِ اللہ شہد سے زیادہ شیریں ہے پرہیزگاری بال سے زیادہ باریک ہے۔ و بایزید نے کہا کہ معرفت پیالہ سے زیادہ صاف ہے اور خدا کی محبّت شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کا خوف بال سے زیادہ باریک ہے اور حضرت شعیبؑ یہاں تک روئے کہ بینائی جاتی رہی۔ پھر خدا نے اُن کو بینائی عطا فرمائی پھر اس قدر روئے کہ اُن کی بینائی جاتی رہی تو خدائے تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی حالانکہ خدا کو سب سے زیادہ معلوم ہے کہ اگر آپ کا رونا دوزخ کے خوف سے ہو تو میں آپ کو اُس سے امن دیتا ہوں اور اگر آپ کا رونا جنّت کے شوق میں ہو تو میں جنت کو آپ کے لیے واجب کئے دیتا ہوں انھوں نے عرض کیا اے میرے رب نہ میں اس کی وجہ سے روتا ہوں اور نہ میں اس کی وجہ سے بلکہ میں تو صرف آپ کے شوق میں روتا ہوں خدا نے وحی بھیجی کہ اچھا تو پھر روئیے کیونکہ اس بیماری کا تو سوائے رونے کے کوئی علاج ہی نہیں

حضرت رابعہ عدویہؒ | رابعہ عدویہؒ کی خادمہ عبیدہ کا بیان ہے کہ رابعہ تمام شب نماز میں مشغول رہا کرتی تھیں جب فجر طلوع ہونے کے قریب ہوتی تھی تو محراب میں ایک جھپکی سی لے لیتی تھیں اتنے میں صبح ہو جاتی تھی پھر گھبرا کر یہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوتی تھیں اے نفس تو کب تک سوتا رہے گا، عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ ایسی نیند سوئے گا جس سے سوائے صور قیامت کے تجھے کوئی نہ جگائے گا مرتے دم تک ان کی یہی عادت رہی ہے ان کی کرامتوں میں سے ایک یہ بھی دیکھی کہ وہ سو رہی تھیں کہ اتنے میں چور آیا اور ان کے کپڑے لے کر چلا تو اسے کہیں دروازہ ہی نہ ملا اتنے میں ہاتف نے آواز دی کہ اگر محب خوابیدہ ہے تو محبوب تو بیدار ہے کپڑے رکھ دو اور دروازہ سے نکل جا جب ان کا انتقال ہوا تو ان سے کسی نے خواب میں پوچھا کہ خدا نے آپ سے کیا معاملہ کیا انھوں نے کہا مجھے بخش دیا اور جس جبّہ کا تم نے مجھے کفن دیا تھا اس کو عرش سے آویزاں کر دیا ہے فرشتے اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا ۱۳۵ھ ہجری میں مقام قدس شریف انتقال ہوا تھا۔

محمود ذکریا۔ نافع ترین محبت وہ ہے جو محبت کرنے والے کو دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود سے ہم آغوش کرے اور دنیا و آخرت کی سعادت اور نفع کی طرف لے کھینچ لے جائے۔ اسی قسم کی محبت سعادت دارین کا عنوان ہے اور وہ محبت جو دنیا و آخرت کی مضرت کی طرف کھینچ لے جائے شقاوت و بدبختی کا عنوان ہے۔

اگر انسان محبت محمودہ کے لیے روتا ہے تو یہ رونا اس کے حق میں نافع ہے۔ اسے حزن وغم ،حق ہوتا ہے تو اسے نفع بخش ہے فرح ومسرت حاصل ہو تو اسے سودمند ہے۔ انشراح وانبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیے مفید ہے۔ انقباض پیدا ہو تو موجب سعادت ہے۔

اگر محبت نہ ہو تو افلاک سماوات کا دور کسی طرح نہیں چل سکتا۔ نہ محبت کے بغیر ستارے۔ سیارے حرکت کر سکتے ہیں۔ نہ حرکت دینے والی ہوئیں حرکت کر سکتی ہیں۔ نہ یہ بارانِ رحمت کے اٹھانے والے بادل حرکت کر سکتے ہیں نہ شکم مادر کے اندر بچے حرکت کر سکتے ہیں نہ دانے زمین کو پھاڑ کر اگ سکتے ہیں۔ نہ دریاؤں اور سمندروں میں جہازوں کو چلانے والی موجیں اٹھ سکتی ہیں نہ عطیات خداوندی کے تقسیم کرنے والے فرشتے اور دنیا کی تدبیر و تنظیم پر مامور شدہ فرشتے اس کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں اور نہ یہ آسمان و زمین اور آسمان و زمین کی مخلوق حرکت کر سکتی ہے نہ وہ اپنے خالق و فاطر کی تسبیح و تہلیل کر سکتے ہیں پاک ومقدس ہے وہ ذات جس کی زمین و آسمان تسبیح پڑھا کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح پڑھا کرتی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ۝

(سورۃ الاسراء)
(بنی اسرائیل ع ۵)

اور جتنی چیزیں ہیں سب اس کی حمد وثنا کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہیں مگر تم ان کی تسبیح و تقدیس نہیں سمجھ سکتے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا تحمل والا بڑی درگذر کرنے والا ہے۔

عشق کے بارے میں مختلف اقوال

بعض کہتے ہیں عشق طبیعت میں رقت، درد و سوز پیدا کرتا ہے نفس میں لطافت پیدا کرتا ہے نفس کی مردنی اور اس کی مشقت و کلفت دور ہو باقی ہے عشق انسان کو مکارم اخلاق پر آمادہ کرتا ہے اور شجاعت و بہادری کرم و سخاوت، مروت و رقت پیدا کرتا ہے جو روح و جسم میں فروتنی پیدا کرتا ہے

بعض لوگوں نے کہا ہے "عشق شرفا اور معزز لوگوں کے دل کی دوا ہے۔"

کسی دوسرے نے کہا ہے عشق کی صلاحیت اسی میں ہوتی ہے جو پاک مروت، پاکیزہ اخلاق رکھتا ہو۔ یا پاکیزہ زبان اور کامل احسان رکھتا ہو یا پاکیزہ ادب اور ممتاز عادت رکھتا ہو۔ کسی اور نے کہا ہے عشق بزدل نامرد کو مرد اور بہادر بنا دیتا ہے۔ غبی کے ذہن کو روشن کر دیتا ہے۔ بخیل کو سخاوت و کرم سکھاتا ہے۔ بادشاہوں کا غرور توڑ دیتا ہے انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے عشق ان لوگوں کا انیس ہے جن کا دنیا میں کوئی انیس نہیں۔ ان لوگوں کا جلیس ہے جن کا کوئی جلیس نہیں۔

کسی دوسرے نے کہا ہے عشق دنیا کی گرانباریوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ روح میں لطافت پیدا کرتا ہے۔ قلب کو کدورتوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ شرفاء کو نیک اعمال و کردار پر ابھارتا ہے۔ اور انسان کو مکارم اخلاق کا خوگر بناتا ہے۔

بعض حکماء کہتے ہیں عشق نفس میں تازگی پیدا کرتا ہے اخلاق کو مہذب بناتا ہے۔ عشق کا نشہ طبعی امر ہے اور اس کا خمار سراسر تکلیف۔

بعض لوگوں نے کہا ہے عشاق وہ ہیں جو عفیف اور پاکیزہ نفس ہوں
عشاق جب عفیف ہوتے ہیں تو بڑے بن جاتے ہیں، عفیف لوگ جب
عاشق ہو جاتے ہیں تو ظریف بن جاتے ہیں جیسا کہ بعض عشاق سے پوچھا
گیا کہ اگر تم اپنے محبوب پر ظفر مند ہو جاؤ تو کیا کرو؟ اس نے جواب دیا اگر میں
ظفر مند ہو جاؤں تو یہ کروں کہ اس کا منہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کروں، دل
کی یاد اس کی باتوں سے اپنے قلب کو خوش کرتا رہوں اور اس کی باتیں پردۂ
کشف و اظہار نہ ہوں۔ ان کو مخفی رکھوں اور کوئی بھی ایسی بات مجھ سے سرزد
نہ ہو جو اس کے درجہ مرتبہ اور منصب کے خلاف ہو۔

ابوسلمان بن ابراہیم نے کہا ہے۔ عاشق وہ ہیں جن کے عقل اور ان
کے اجسام رقیق اور ہلکے پھلکے ہیں ان کی موانست پاکیزہ ہے۔ ان کی باتیں
مردہ دلوں میں جان ڈال دیتی ہیں اور عقل میں فراوانی پیدا کر دیتی ہیں اگر عشق و
محبت نہ ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں بیکار اور ہیچ ہیں

بندوں کے پاس خدا کی جانب سے جو کچھ پہنچ رہا ہے۔ وہ اس امر کی
دعوت دے رہا ہے کہ خدا ہی سے محبت کی جائے اور جس سے خدا محبت
کرتا ہے۔ اسی سے محبت کی جائے اور جس سے خدا کراہت و نفرت کرتا ہے
اسی سے کراہت و نفرت کی جائے۔

خدا کی تجلیات اور رکاوٹیں معرفات اور ابتلا میں قبض و بسط، عدل و
فضل، مارنا جلانا، لطف و کرم، رحمت و احسان، ستر پوشی و عفو و حلم و نعمت
اجابت دعا، دفع کرب و تکالیف، مصیبت زدوں کی اعانت و مدد، اس کی

یہ ساری مہربانیاں بغرض مہربانیاں ہیں حالانکہ وہ بندوں سے من کل الوجوہ مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ یہ تمام باتیں انسان کو اس امر کی دعوت دے رہی ہیں کہ عبادت ومحبت صرف خدا ہی کی اور خدا ہی سے کی جائے

پس بندوں کو شرم آنی چاہیئے کہ اس شان کے پروردگار سے وہ اعراض کرتے ہیں اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور خدا کے سوا دوسروں کی محبت میں غرق اور محو رہتے ہیں۔

نیز یہ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ہو تو اس وقت تک بھلائی اور اچھا معاملہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنا فائدہ نہ سوچ لے لیکن رب العالمین کی شان یہ ہے کہ تمہارے ہی فائدہ کے لیے اور تمہاری ہی بھلائی کے لیے تمہارے ساتھ بھلائی اور اچھا معاملہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہیں بہت سے بڑا فائدہ اور اس سے نفع پہنچے نیکی کرو تو ایک درہم کے عوض دس اور دس سے لے کر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ تمہیں نفع ملے اور اگر گناہ کرو تو ایک کے بدلہ میں ایک ہی نمبر دے۔ اور توبہ کرلو تو یہ بھی معاف کردے۔

اللہ والی عورت

عبداللہ وسطی کہتے ہیں کہ میں نے عرفات میں ایک عورت کو دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہے جس کو خدا ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ راہ گم کردہ ہے مجبوراً میں نے اس سے پوچھا کہ اے نیک بخت تو کہاں سے آئی ہو۔ اس نے کہا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ — وہ پاک ہے جو اپنے بندہ کو راتوں رات

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی — مسجد حرام سے مسجد اقصٰی لے گیا

تب مجھے معلوم ہوا کہ بیت المقدس سے آئی ہے پھر میں نے کہا تیرا

کس وجہ سے آنا ہوا۔ وہ بولی۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ — خدا کے واسطے لوگوں کے ذمہ جس کو زادِ راہ

اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا — کی استطاعت ہو حج بیت اللہ ہے۔

پھر میں نے پوچھا تیرا خاوند ہے۔ اُس نے کہا

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ — اور اس بات کے درپے نہ ہو جس سے

بے خبر ہے۔

پھر میں نے پوچھا اونٹ پر سوار ہوگی اس نے کہا۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْہُ اللّٰہُ — اور تم جو بھلائی کرتے ہو خدا اُسے جانتا

جب اُس نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو بولی۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ — مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں

نیچی رکھا کریں

میں نے اُس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا جب وہ سوار ہو چکی تو میں نے

اُس کا نام پوچھا وہ بولی

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ — اور کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے۔

پھر میں نے پوچھا تیری اولاد ہے اُس نے کہا

وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ — اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اس کی وصیت کی

مجھے معلوم ہوا کہ اُس کے اولاد ہے پھر میں نے پوچھا کہ اُن کے نام کیا ہیں، اُس نے کہا

كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا	خدا نے موسیٰ سے کلام کیا۔
وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا	اور خدا نے ابراہیمؑ کو دوست بنایا۔
يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ	اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا ہے۔

میں نے پوچھا وہ کہاں ہیں کہ میں انہیں تلاش کروں اُس نے کہا

وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ	اور علامتیں اور ستاروں سے راستہ پہچانتے ہیں۔

مجھے معلوم ہوا وہ قافلہ کے راہبر ہیں میں نے پوچھا اے مریم کچھ کھائے گی۔ اس نے جواب دیا۔

اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا	میں نے خدا کے لیے روزے کی نذر کی ہے۔

مجھے معلوم ہوا کہ وہ روزہ دار ہے جب ہم اس کے لڑکوں کے پاس پہنچے تو وہ اسے دیکھ کر رونے لگے اور کہنے لگے یہ ہماری ماں ہے کہ تین دن سے گم تھی اور اس کی نذر یہ ہے کہ سوائے قرآن کے کوئی بات نہ کرے اس کے بعد وہ بولی

اِبْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ	تم اپنوں میں سے کسی کو یہ چاندی دے کر شہر بھیج دو۔

اس کے بعد جو میں نے دیکھا تو وہ رو رہے تھے میں نے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ حالت نزع میں ہے میں نے پاس جا کے اُس سے کیفیت پوچھی اُس نے جواب دیا

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ۔ اور شدت موت حق کے ساتھ آپہنچی

جب اُس کا انتقال ہوگیا تو میں نے اسی شب کو اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا تو کہاں ہے اُس نے کہا۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ یقیناً پرہیزگار باغوں اور نہروں کے اندر

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ شہنشاہ ذی قدرت کے پاس اچھے صدق میں جاگزیں ہیں

خدا ایسی عورتوں سے رضامند ہے۔

اور بحمد اللہ ایسی جنت ہیں اور میں نے ایسی عورتوں کا بقصد برکت نقل کرنے کے تذکرہ کیا ہے اور ایسا ہی قصہ میری نظر سے کتاب لوائح و رشوبا وجوائح سراپا محبوب میں گزرا ہے۔ اصمعی نے کہا ہے کہ میں نے ایک مجنون کو قرآن پاک سے گفتگو کرتے دیکھا تھا میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے اُس نے جواب دیا۔

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ آسمان اور زمین میں کوئی ایسا نہیں جو خدا کے

إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا پاس غلام بن کر حاضر ہونے والا نہ ہو۔

میں نے پوچھا کہاں سے آنا ہوا اور کہاں کا ارادہ ہے اُس نے کہا

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ یقیناً ہم خدا کے لیے ہیں اور اسی کے پاس ل

کر جانے والے ہیں۔

میں نے پوچھا تیرے ساتھ کون ہے اس نے کہا

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ — تم جہاں کہیں ہو وہ خدا تمہارے ساتھ ہے

میں نے پوچھا کہ کیا تجھے زادِ راہ کی حاجت ہے اُس نے کہا

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا — اور آسمان ہی میں تمہاری روزی ہے اور

تُوعَدُونَ — وہ بھی جس شئی کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے

میں نے اس سے کہا مجھے کچھ نصیحت کر اُس نے کہا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ — خدا سے جتنا ڈرنے کا حق ہے اتنا ڈرو

پس انسانی قلوب خدا کی ذات سے محبت کیوں نہ کریں؟ کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے سوا بندوں پر کوئی احسان کرنے والا، برائیوں کو دفع کرنے والا، بندوں کی دعائیں قبول کرنے والا، گناہوں کا بخشنے والا، عیوب کی ستر پوشی کرنے والا، تکالیف و مصائب دور کرنے والا، مصیبت زدوں کی امداد کرنے والا، حاجتمندوں کی حاجتیں پوری کرنے والا کون ہو سکتا ہے خدا ہی اس کا تنہا مستحق ہے اور بس وہی حقدار ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں۔ وہی مصیبت زدہ دعا مانگنے والوں کی نصرت و امداد کرتا ہے تمام مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے طلب کرنے والوں کے لئے سب سے زیادہ غنی ہے اور دینے والوں میں سب سے بڑا دینے والا ہے رحم کی درخواست کرنے والوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے مانگنے والوں پر سب سے زیادہ کرم اور بخشش کرنے والا ہے التجا کرنے والوں کی سب

سے زیادہ قدر کرنے والا ہے۔ اس پر توکل و اعتماد کرنے والوں کی کفایت کرنے والا ہے، بندوں پر اُن کی ماؤں سے زیادہ مہربان ہے۔ بندوں کی توبہ سے وہ اِس قدر خوش ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی سواری گم ہوگئی جس پر اس کا کھانا پینا، تمام سرمایہ اور مال و متاع اور سر و سامان لدا ہوا تھا، کسی مہلک ترین میں پہنچ کر اُس کی سواری گم ہوگئی اور ہر چیز سے وہ محروم ہوگیا بالآخر وہ زندگی سے تنگ آکر مایوس ہوگیا اور موت کا انتظار کرنے لگا اس حالت میں سواری اسی حالت میں مل گئی جو خوشی اس حالت میں اس سواری والے کو حاصل ہوتی ہے، توبہ کرنے والے سے خدا اسی طرح خوش ہوتا ہے۔

خدا وہ بادشاہ اور شاہنشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اُس کا کوئی مانند و مثیل نہیں اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے اُس کی اجازت اور حکم ہی سے اطاعت و عبادت کی جاتی ہے اس کی نافرمانی اس کے علم کے بغیر ناممکن ہے اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے حالانکہ اطاعت اور عبادت کی توفیق و انعام اسی کی جانب سے ہے اور پھر بھی اگر نافرمانی کی جاتی ہے، وہ مغفرت فرماتا ہے۔ اُس کا حق ضائع کیا جاتا ہے پھر بھی وہ عفو و درگذر کرتا ہے وہ قریب و نزدیک والوں کا شاہد، محافظ، نگران ہے، سب سے بڑا عہد کرنے والا، سب سے بڑا عادل اور سب سے بڑا منصف ہے بندوں کے ساتھ ہے۔ بندوں کی پیشانیاں اور چوٹیاں اور ان کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ سارے آثار اُس نے لکھ رکھے ہیں۔ بندوں کی اجل اس کے قلم سے لکھی جا چکی ہے یہی ذات اور صرف یہی ذات الٰہی ہے کہ قلب خوشنما

اس کی طرف کھنچتے ہیں۔ ہر مخفی چیز اس کے سامنے ظاہر اور روشن ہے علانیہ اور ظاہر نہ تھی۔ اور منور چیزیں اس کے سامنے واضح اور روشن ہیں۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔ ساری مخلوق اس کے نور کے سامنے جھکی ہوئی ہے اس کی حقیقت معلوم کرنے سے دنیا عاجز اور قاصر ہے فطرت اور دلائل دلالت کرتے ہیں کہ اس کا مثل مانند شبیہ ممتنع اور محال ہے۔ ظلمتیں اس کے نور سے منور اور روشن ہیں۔ اور زمین و آسمان اس کے نور سے منور ہیں ساری مخلوق کو اس نے صالح بنایا۔ وہ سوتا نہیں اور سونا اس کے لیے سزاوار نہیں۔ قسط و عدل کا پلہ کبھی جھکا دیتا ہے کبھی اونچا کر دیتا ہے بندوں کے رات کے اعمال دن آنے سے پہلے اور دن کے اعمال رات آنے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں اس کا نور اس کا حجاب ہے اگر یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ساری مخلوق جل کر خاک ہو جائے۔

ما اعتاض باذل حبہ سواہ من عوض ولو ملک الوجود باسرہ

خدا سے محبت کرنے والا جو معاوضہ پائے گا۔ وہ معاوضہ کسی کو بھی نصیب نہ ہوگا۔ اگرچہ وہ کل موجودات کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے۔

اللہ کی محبت

ایک بزرگ لکھتے ہیں سورۂ یوسفؑ کی تفسیر علائی میں میری نظر سے گزرا ہے خدائے تعالیٰ نے صحف ابراہیمؑ میں نازل فرمایا ہے۔

خدائے عزیز حمید کی جانب سے گریز پا بندوں کو معلوم ہو کہ یہ تم کو میرا پیغام ہے چونکہ تم کو ہی نے نور علم اور تیزی فہم کے ساتھ مخصوص کیا ہے اول یہ کہ میں

کہ سرکشی پر آمادہ ہوتا ہے۔

وَكَمْ مَرَّةٍ جَاءَتْكَ مِنَّا رَسَائِلٌ	ہمارے کتنے ہی نامہ بر تیرے پاس پیام
وَفِيهَا خِطَابٌ لَوْ سَمِعْتَ فَسِيحٌ	نامہ لائے جن میں کہ تیرے وہ سنوا
	دیتے تو یہ خوش بیانی کی تقریر تھی۔
فَيَا أَيُّهَا الْغُصْنُ الرَّطِيبُ نَسِيمُهُ	اے تازگی آمیز شاخ اس میں ہمارا
وَفِيهِ لَنَا سِرٌّ يُصَانُ وَرُوحٌ	محفوظ راز و روح موجود ہے۔
إِلَيْكَ أَشَرْنَا بِالْوِدَادِ فَكُلُّ مَا	ہم نے تجھ سے اشارات محبت کئے
يُعَدُّ قَبِيحًا فَهْوَ مِنْكَ مَلِيحٌ	ہیں سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ تیرے سوا
	ہے وہ تجھ سے تو زیبا ہی ہوتا ہے۔

عظمۃ الالباب میں مذکور ہے خدائے تعالیٰ نے کسی نبی کے پاس وحی بھیجی کہ اے میرے نبی گنہگاروں کے لیے بساطِ کرم بچھائیے اور خطاکاروں کے لیے میری رحمت کی وسعت کو پہنچائیے اور بھاگنے والوں کو میری طرف واپس لائیے اور طالبوں کو میری راہ بتلائیے اور نافرمانوں سے کہہ دیجئے کہ میں نے اُن کے لیے اپنا بساطِ قبول بچھا رکھا ہے ورنہ ان تمام باتوں میں انہیں اپنا مقرب بنا لوں گا پھر میری مغفرت کے سامنے اُن کے گناہوں کی کیا حیثیت ہے اور اُن کی خطائیں میری وسعتِ رحمت کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتیں اگر گناہ عظیم ہوں یا عیب بکثرت ہوں تو کیا ہوا میرے ابرِ کرم کا ایک قطرہ ان کا ایک گناہ بھی باقی نہ رکھے گا اور میری رضامندی کی بخشش ان کے کسی عیب کو نہ چھوڑے گی اے میرے نبی میرا یہ برتاؤ اُس کے ساتھ ہے

جو مجھ سے روگرداں ہو گیا ہے پھر بھی اس کے ساتھ میرا کیا معاملہ ہوگا جس کا دل
مجھ سے پھر گیا میری اطاعت نے اس کے تمام وقت کا احاطہ کر لیا ہو میرے
معاملہ میں اس کی عمر گذر گئی ہو اسے میرے بندو میری طرف قصد کر کے آنے والوں
کو مژدہ ہو میری طرف چل کر آنے والوں کو بشارت ہو ان کے دن روزے
اور راتیں شب بیداری ہیں ہم گفتگو ہیں ان کی خبر رکھتا ہوں میرے فرشتے ان
کا مشاہدہ کرتے ہیں اور میری جنت ان کی مشتاق ہے ان کے دل میری
معرفت کے خزانے ہیں وہ مجھ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے مشتاق ہیں
اور پھر سے بچے یتیموں کی طرح روتے ہیں ان کی دردناک آواز میرے نزدیک
فرشتوں کی تسبیح سے افضل ہے قسم اپنی عزت اور جلال کی میں ان کو ایسی
چیزیں دوں گا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی ہوں گی نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اے
میرے ہی نعمت سے بھاگنے والا کہاں بھاگ کر جائے گا گنہگار مجھ سے کہاں
تک بھاگے گا کیا قیامت اس کو یکجا نہ کر دے گی اور میرے ہی پاس
سے یہ ہوگا کر پھرے گا میرے ہیں اسے جزا دینے والے کی طرح جو مخفی بھید جانتا
ہے میں سے کروں گا اور اس سے ایسی بازخواست کروں گا جیسی کوئی دشمن
بازخواست کرے جس سے دنیا کے بھید پوشیدہ نہ رہیں اپنی عزت اور
جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر میں چاہتا تو جو تھوک منہ میں بھرتا ہے اسی سے سانس کا
دم بند کر دیتا اور گھٹ کر ختم ہو جاتا یا جو بھرے دبتے تھا اسی میں آگ لگا
دیتا تو وہ جل کر خاک سیاہ ہو جاتا یہی میں ایسے دن پر اس کو ٹال رہا ہوں جس دن
ان کی ہلکی بند کر دی جائے گی اور کوئی عذر باقی نہ رہے گا میں نے تمہارا عیوب

ہیں بروایت فضیل نقل کیا ہے کہ انہوں نے جبل عرفات پر کسی شخص سے کہا بتلاؤ تو
اگر اتنے سب لوگ کسی مالدار سے ایک دانگ مانگیں تو ان کو نہ دے گا اس نے جواب
دیا نہیں انہوں نے کہا تمہارے نزدیک دانگ دو تہائی ہے خدا کے نزدیک
مغفرت یقیناً اس سے بھی کم ہے ایک دانگ دو تہائی درہم کے برابر ہوتا ہے
فائدہ: جب آدم اُترے تو اپنی لغزش پر بہت روئے اور کہنے لگے اے میرے
رب اگر میں آپ کے سامنے توبہ کروں اور صلاح کا دامن جاؤں تو کیا قبول فرما
لیں گے خدائے تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی اے آدم میں نے زمین اور
آسمان پیدا کرنے سے پہلے عرش پر لکھا ہے کہ یقیناً جو توبہ کرے میں اس
کو بہت بڑا بخشنے والا ہوں۔ اے آدم میں توبہ کرنے والوں کو خوش و خرم در
ہنستا ہوا اٹھاؤں گا اور ان کی دعا مقبول ہوگی

ابو القاسم جُنید رحمہ اللہ سے متعدد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ کسی نے صالحین کی حکایتوں کے متعلق اُن سے دریافت کیا کہ اُن کا بیان کرنا اور سُننا سُنانا کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی خدا کے لشکر کی سی مثال ہے۔ جس سے مریدوں کی حالتیں درست ہوتی ہیں اور عارفین کے اسرار زندہ رہتے ہیں۔ عاشقوں کے دلوں میں ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ مشتاقوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اُن سے کہا گیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ۔ یعنی خدا تعالے کا ارشاد ہوتا ہے کہ ہم رسولوں کی خبروں میں سے آپ کے اوپر سب ہی کچھ بیان کریں گے جس سے آپ کے دل کو ہم قرار و تسکین بخشیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نیکوں کا ذکر کیا کرو، تم پر برکت نازل ہوگی۔ اور یہ ارشاد ہے کہ نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

ابن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا۔ انسان کو سب سے بہتر کیا شے دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا۔ عقل۔ اُس نے کہا۔ اگر عقل نہ ہو تو۔ انہوں نے فرمایا۔ ادب خوب۔ اس نے کہا۔ اگر نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا۔ سکوت طویل۔ اُس نے کہا۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہمدرد ذی صدق کار۔ جس سے مشورہ کر لیا کرے۔ اس نے کہا۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ انہوں نے کہا۔ تو پھر موت۔ جو بہ تاخیر آپہنچے۔ بعض صحابہؓ نے انسان کی اس طرح توصیف کی ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں اس کی رہنما ہیں۔ اس کے دونوں کان خرف ہیں۔ اس کی زبان ترجمان ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ اس کے بازو ہیں۔ اس کا جگر باعث رحمت ہے۔ اس کا پھیپھڑا دم ہے۔ اس کی طحال

ہنسی اور گردے فکر اور دونوں پر قاصد ہیں۔

بچّہ کی حرکتیں ستاروں کی حرکتوں کے مثل ہوتی ہیں۔ پس اُس کا پیدا ہونا ستارہ نکلنے کے مثل اور مرنا غروب کے مثل۔ یہ باعتبار عالمِ علوی کے ہے۔ لیکن باعتبار عالمِ سفلی اُس کا بدن زمین کے مثل ہے۔ اس کی ہڈیاں پہاڑوں کی طرح۔ اس کا گودا معدنیات کی طرح۔ اس کی رگیں نہروں کی طرح اس کا گوشت خاک کی طرح۔ اس کے بال نباتات کی طرح۔ اس کا چہرہ مشرق کی طرح۔ اس کی پشت مغرب کی طرح۔ اس کا داہنا جانب جنوب کی طرح۔ اس کا بایاں جانب شمال کی طرح۔ اس کی سانس ہوا کی طرح۔ اس کا کلام رعد کی طرح۔ اس کی ہنسی برق کی طرح۔ اس کا رونا بارش کی طرح۔ اس کا غصہ ابر کی طرح۔ اس کا پسینہ سیلاب کی طرح۔ اس کا سونا موت کی طرح۔ اس کی بیداری زندگی کی طرح۔ اس کا بچپن موسمِ بہار کی طرح۔ اس کی جوانی موسمِ گرما کی طرح۔ اس کی کہولت خزاں کی طرح۔ اس کی شیخوخت موسمِ سرما کی طرح ہے۔

خدائے تعالےٰ نے آفتاب کو چمک دار روشنی، ماہتاب کو نور، شب کو تاریکی، ہوا کو لطافت، پہاڑوں کو کثافت، دریا کو رقّت انگیز بنایا ہے۔ پس نور کو فرشتوں کا حصہ، اور چمک دار روشنی کو حورِعین کا حصہ، تاریکی کو زبانیہ یعنی دوزخ کے دربانوں کا حصہ، اور رقّت کو شیطانوں کا حصہ اور لطافت کو جن کا حصہ، اور کثافت کو چوپایوں کا حصہ بنایا ہے۔ پھر یہ سب بنی آدم میں جمع کر دیا ہے۔ نور کو دونوں آنکھوں کا حصہ، چمک دار روشنی کو چہرہ کا حصہ، تاریکی کو بالوں کا حصہ، لطافت کو روح کا حصہ، کثافت کو ہڈیوں کا حصہ،

رقّت کو دماغ کا حصہ بنایا ہے۔ اور چونکہ خدا نے ایک ہی صورت میں بندوں کو جمع کر دیا ہے، اسی لئے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ سے اپنی مدح فرمائی ہے۔

قبولیتِ توبہ کی علامات

کسی دانائے راز سے دریافت کیا گیا کہ بندہ اپنے گناہوں سے جب توبہ کرلے، تو کیا وہ کسی طرح یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی گئی ہے یا مسترد کر دی گئی۔ اس نے جواب دیا۔ اس بارے میں کوئی قطعی فیصلہ تو میں نہیں کر سکتا۔ البتہ چند نشانیاں بتائے دیتا ہوں، جن کے ذریعہ قبولیت و عدم قبولیت کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پہلی علامت تو یہ ہے کہ توبہ کنندہ اپنے آپ کو غلطیوں سے مبرّا و منزّہ نہ سمجھ لے۔ اور انبیاءؑ کی طرح خود کو معصوم نہ تصور کرلے۔ دوسری یہ کہ اپنے دل میں خوشی کو مفقود اور غم کو موجود پائے۔ تیسری یہ کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرے، اور بُروں سے دُور بھاگے۔ چوتھی یہ کہ دنیا کی تھوڑی چیز کو بھی زیادہ اور آخرت کے بہت سے عمل کو بھی کم تصور کرے۔ پانچویں یہ کہ اپنے دل کو اللہ سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے ساتھ مشغول کرے، اور اللہ سے دُور کرنے والی اشیاء سے ہٹائے۔ چھٹی یہ کہ اپنی زبان کو بُری باتوں سے محفوظ رکھے۔ آثارِ قدرت کے متعلق ہمیشہ غور و فکر میں مصروف رہے، اور شرمندگی و ندامت کو اپنے لئے لازم کرلے۔

یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا ہے۔ سب سے بڑی فریب خوردگی میرے نزدیک یہ ہے کہ معافی کی اُمید پر شرمندگی کے بغیر گناہوں کا ارتکاب کیا جائے۔ خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کئے بغیر اس کی نزدیکی اور رحمت کی اُمید کی جائے۔

تخم ریزی تو دوزخ کی سزا دلانے والی کی جائے۔ اور انتظار بہشت کی لہلہاتی ہوئی کھیتی کا کیا جائے۔ نافرمانیوں اور جرائم کا ارتکاب کر کے وہ مقام طلب کیا جائے جو فرماں برداروں اور نیکوں کا ٹھکانہ ہے۔ عمل صالح کئے بغیر ہی جزائے خیر کی تمنا کی جائے۔ احنف بن قیس نے فرمایا ہے کہ بہترین چیز جو کسی بندے کو دی جاتی ہے وہ عقل دور اندیش ہے۔ یہ نہ ہو تو پھر بہترین ادب و اخلاق کا سرمایہ ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو رفیق ہم نوا و دمساز ہے۔ یہ بھی نہ ہو، تو پھر یاد الٰہی میں ہمیشہ لگا رہنے والا دل یکسو ہے۔ اس سے بھی محرومی ہو تو سکوت مسلسل اور خموشی پیہم ہے۔ اور اگر بد قسمتی سے کسی کو مندرجہ بالا فضائل میں سے کوئی فضیلت حتیٰ کہ بر سبیل تنزل چپ رہ کر اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی بھی عادت نہ ہو، تو ایسے بدنصیب کا زندہ رہنے سے مرجانا ہی افضل و اولیٰ ہے۔

کسی بادشاہ کا ایک نہایت بڈھے شخص پر گذر ہو جو درخت لگا رہا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا۔ کیا تجھے امید ہے کہ اپنے لگائے ہوئے درختوں میں سے تو کھائے گا۔ اس نے جواب دیا کہ لوگ ہمارے لئے درخت لگا گئے تھے، تو ہم نے کھایا۔ اب ہم اوروں کے لئے لگائے جاتے ہیں، وہ کھائیں گے اس پر اس کو ہزار روپے عنایت کئے۔ وہ بڈھا ہنس دیا۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ تو کہنے لگا کہ ان درختوں کے ایسی جلدی ثمرہ حاصل ہونے سے مجھے تعجب آیا۔ اس نے ایک ہزار اور اُسے دیئے۔ وہ پھر ہنس دیا۔ اس نے دریافت کیا۔ تو کہنے لگا۔ درخت سال میں ایک بار پھلتے ہیں، اور میرے درخت سال میں دو بار بار آور ہوئے۔ اس پر اس نے ایک ہزار اور دیئے اور اُسے

چھوڑ کر چلا گیا۔

ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تو اس کو نصیحت کی کہ اے بیٹی اب تم اس آشیانہ سے جس میں تم پلی ہوئی تھیں نکلتی ہو۔ اور ایسے بستر پر جاتی ہو جس کو تم پہچانتی نہیں ہو۔ اور ایسے ہمدم کے پاس چلی ہو جس کو تمہاری اُلفت نہیں ہے۔ تم اس کے سامنے زمین بنی رہنا، تو وہ تمہارے لئے آسمان بن جائے گا تم اس کا بچھونا بن جانا، وہ تمہارا ستون اور سنبھالنے والا بن جائے گا۔ تم اس کی لونڈی بنی رہنا، وہ تمہارا غلام رہے گا۔ تم ہر دم اس کے ساتھ نہ چمٹنا، ورنہ اسے تم سے عداوت ہو جائے گی۔ اور اس سے دور دور بھی نہ رہنا، نہیں تو وہ تمہیں بھول جائے گا۔ اگر وہ تمہارے پاس آئے تو تم اس کے پاس لپٹ جانا، اگر وہ تم سے الگ رہنا چاہے تو اس سے اس وقت الگ رہنا، اور اس کی ناک کان اور آنکھ کو بچائے رہنا کہ خوشبو کے سوا تم سے اسے کچھ سونگھنے کا موقع نہ ملے۔ اور سوائے اچھی بات کے تمہاری کوئی بات اس کے کان میں نہ پڑے اور جب تم پر اس کی نظر پڑے تو تمہیں حسن و جمال کے ساتھ دیکھے۔

ایک اعرابی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے آپ کے نانا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی حاجت کے خواہاں ہو، تو چار میں سے کسی ایک سے خواہاں ہوا کرو۔ یا عرب شریف سے، یا مولیٰ کریم سے، یا حامل قرآن سے، یا خوبصورت شخص سے۔ اہل عرب تو آپ سے شرف یاب ہو گئے ہیں، کرم تو تمہاری خصلت ہے، قرآن تمہارے گھر میں اترا ہے، رہا خوبصورت شخص، اس کے متعلق میں نے آپ کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب

ارادہ ہو کہ مجھے دیکھو، تو حسنؓ و حسینؓ کو دیکھ لو۔ اس سے آپ نے پوچھا تیری کیا حاجت ہے؟ اُس نے زمین پر اپنی حاجت لکھ دی۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نانا کو کہتے سنا ہے کہ احسان معرفت کے اندازے سے ہوتا ہے اور میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ ہر آدمی کی قیمت اتنی ہوتی ہے جتنا کہ وہ کسی شے کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پس میں تجھ سے تین باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر تو ایک کا جواب دے گا تو میں تجھ کو اس تھیلی کی ایک تہائی دے دوں گا، اور اگر دو کا جواب دے گا تو دو تہائی، اور اگر تینوں کا جواب دے گا تو کُل تھیلی حوالہ کر دوں گا۔ اس نے کہا: پوچھئے۔ حضرت حسینؓ نے پوچھا: کون عمل سب سے افضل ہے؟ اُس نے کہا: خدا پر ایمان لانا۔ آپ نے پوچھا: ہلاکت سے بندہ کی نجات کیا ہے؟ اس نے کہا: خدا پر بھروسہ کرنا۔ پھر آپ نے پوچھا: بندہ کو کیا شے آراستہ کرتی ہے؟ اس نے کہا: علم جس کے ساتھ بردباری ہو۔ آپ نے پوچھا: اگر یہ اس سے نکل جائے؟ اُس نے کہا: مال جس کے ساتھ کرم ہو۔ آپ نے پوچھا: اگر یہ بھی اس سے نکل جائے؟ تو اُس نے کہا تو اسے بجلی جلا ڈالے۔ اس پر حضرت حسینؓ ہنس پڑے اور اُس کو پوری تھیلی عطا فرما دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی منقول ہے کہ سات قسم کے خوش نصیب اور فیروز بخت طبقے ایسے ہوں گے، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرشِ عظیم کے سایۂ رحمت سے اُس دن بہرہ ور فرمائے گا جس دن اس کے ظلِ عاطفت کے علاوہ اور کوئی سایہ ساری کائنات میں کہیں بھی نہ ہوگا، ور نہ کوئی کسی کا یاور اور مددگار ہوگا۔ ان میں پہلا شخص وہ ہوگا جسے

مسلمانوں نے قیادت و راہ نمائی کی ذمہ داریاں تفویض کی تھیں اور اُسے اپنا سربراہ کار اور امیر و امام بنا لیا تھا۔ پھر اُس نے عدل و انصاف کا سررشتہ اپنے ہاتھ سے کبھی جانے نہ دیا تھا، اور تمام فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ دوسرا وہ پاک باز اور صالح نوجوان جس کی جوانی خدا کی بندگی میں بیت گئی اور جس نے عنفوانِ شباب کے مچلتے ہوئے دِلوں کو مرضیاتِ الٰہی کا پابند بنایا۔ پھر اس کی جوانی ـــــ وُہ جوانی جو خدا سے آزاد ہوتی ہے تو دیوانی ہوتی ہے ـــــ اقامتِ دین کی جدّ و جہد اور مقصدِ عبودیت کی انجام دہی میں بسر ہو گئی۔ تیسرا وہ صاحبِ دل، دردمند جو ہمیشہ یادِ الٰہی میں سرشار رہتا ہے، اور خدا کو یاد کرتے وقت اس کی شدّتِ خشیّت اور سوز و گداز کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دیدۂ شوق نمناک ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ چوتھا وہ مردِ مومن ہے جس کا دل مسجد و محراب و منبر سے کچھ اس طرح وابستہ ہوتا ہے کہ ذرا سی دیر کے لئے بھی مسجد کی مفارقت اُسے گوارا نہیں ہوتی۔ جب بھی عبادت سے فارغ ہو کر اپنی ضروریات کی خاطر مسجد سے باہر جاتا ہے تو اس وقت تک اُسے کسی پہلو کل نہیں پڑتی، جب تک دوبارہ مسجد کو واپس نہ آ جائے۔ پانچواں وہ صاحبِ جُود و سخا ہے جس کو ریا و سمعہ اور نمود و نمائش سے سخت نفرت ہوتی ہے اور جس کی داد و دہش میں اغراضِ نفسانی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ اور جب بھی راہِ خدا میں کچھ خرچ کرتا ہے تو اس کے اخفاء کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے جو کچھ خرچ کیا، اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اور چھٹی قسم میں وہ دو آدمی شامل ہیں جو آپس میں

دوستانہ اور محبت بھرے تعلقات محض حصولِ رضائے الٰہی کی خاطر رکھتے ہیں جن کی دوستی کی بنیاد بھی للٰہیت ہے اور دشمنی کی بنیاد بھی خدا پرستی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ اور ساتویں قسم اس مجسمۂ عصمت و ناموس کی ہے جسے ایک عالی خاندان اور صاحبِ جمال زنِ بدخصال نے دعوتِ گناہ دی اور اس شخص نے لبیک کہنے کی بجائے اس کی دعوتِ عیش و عشرت کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہوں اور اس معصیت کا تصور تک بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی نعمت قابلِ قبول دنیا میں ہے تو وہ اسلام کی نعمت ہے۔ اگر کوئی مشغلہ اختیار کرنے کے لائق ہے تو وہ اطاعتِ الٰہی ہے۔ اور اگر کوئی چیز باعثِ عبرت و موعظت ہے تو وہ مرگ و وفات ہے جس کا پیالہ ہر فرد و بشر کو نوش کرنا پڑتا ہے اور موت کے دروازے سے گذرے بغیر کوئی بھی آخرت کی سرحد میں داخل نہیں ہو سکا۔

کسی مردِ صالح نے مکتب کے دروازہ پر ایک لڑکے کو روتا دیکھا۔ اس سے رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا۔ میرے معلم نے تختی پر ایک سطر لکھی ہے جس نے مجھے رلا رکھا ہے۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا ہے۔ اس نے بعد بِسْمِ اللہ کے سورۂ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ۔ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تک پڑھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو کثرت میں ایک دوسرے کا مقابل بننے نے غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تمہیں قبروں کی زیارت نصیب ہوگئی۔ الگ ہٹو تو تمہیں آگے چل کر معلوم ہوا جاتا ہے۔ پھر الگ ہٹو۔ تمہیں آگے چل کر معلوم ہوا جاتا ہے

لڑکا کہتا ہے۔ دیکھئے تو ڈانٹ پر ڈانٹ ہے، اور ڈرانے پر ڈراتا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اُس مردِ صالح نے اُس سے کہا۔ ابھی کیا ہے ذرا کل تک اپنا رونا روکے رہو، کل اس سے بڑھ کر تم رہ لئے جاؤ گے۔ یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ سے لے کر آخر تک۔ جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ یقیناً تم جہنّم کو دیکھ لوگے اور ایسا دیکھ لوگے کہ تمہیں پکا پکا یقین آجائے گا۔ پھر جو نعمتیں باقی تھیں اُس دن تم سے اس کی باز پرس ہوگی۔ لڑکا بے چین ہوگیا اور مُردہ ہو کر گر پڑا۔ اس کا منہ چھپتا، اور کہنے لگا۔ تو ہی نے لڑکے کی جان لی ہے، اور اس کے گھروالوں کو اطلاع کی۔ وہ بادشاہ کے پاس مقدمہ لے گئے اور اُن سے قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا۔ اُسے جانے دو۔ اس سے صالحیت والے لڑکے کو سعادت مندوں کے مقام پر جلدی سے پہنچا دیا ہے۔

حاتم اصم کہتے ہیں۔ ہر روز شیطان میرے پاس آکر کہتا ہے، کہ کیا کھاؤ گے؟ کیا پہنو گے؟ اور کہاں ٹھہرو گے؟ میں اُسے یہ جواب دیتا ہوں کہ موت کھاؤں گا، کفن پہنوں گا اور قبر میں جاکر ٹھہروں گا، اور تیرے دام فریب میں انشاء اللہ کبھی نہیں پھنسوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص نافرمانی کی ذلّت ترک کرکے بندگی کی جانب راغب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے مال و زر کے بغیر ہی بے نیاز کر دیتا ہے، لشکر کے بغیر اس کی دستگیری کرتا اور کنبہ کے بغیر فوقیت اور غلبہ عنایت فرماتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ بہترین دن کونسا ہے؟ بدترین مہینہ

عفّت و پاک دامنی اختیار کرنا ۴ : اور جس شخص سے اُمید و بیم ہو، اُس کے سامنے بے جھجک حق بات کہنا۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے منقول ہے کہ جس کی شکم سیری اور آسودگی زیادہ ہو جاتی ہے تو اُس کے جسم کا گوشت حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جس کا گوشت بڑھ جاتا ہے، اُس کی خواہش زیادہ ہو جاتی ہے اور جس کی خواہش زیادہ ہو جاتی ہے اُس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اُس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور زیب و زینت میں ڈُوب جاتا ہے اور آخرکار بدکار ہو کر عذابِ جہنّم میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے تمام رشتہ داروں اور دوستوں کو پرکھ کر دیکھ لیا ہے لیکن زبان کی نگہداشت سے بڑھ کر مخلص اور مفید دوست کسی کو نہیں پایا ہے۔ کیونکہ زبان کی بے لگامی ہی سے تمام آلائشوں اور بے ہودگیوں کا صدور ہوتا ہے۔ اور اسے بچائے رکھنے میں ہر قسم کی امن و سلامتی ہے۔ میں نے تمام پوشاکوں کا معائنہ کر لیا ہے مگر پرہیزگاری سے بہتر کوئی پوشاک نہیں دیکھی ہے۔ ہر قسم کا مال و متاع میری نگاہ سے گذرا ہے لیکن قناعت و کفایت سے کوئی عُمدہ خزانہ مجھے اب تک نظر نہیں آیا ہے۔ میں نے ہر قسم کی نیکیوں اور بھلائیوں کا مشاہدہ کیا ہے لیکن خیر خواہی، خیر طلبی، خیر اندیشی اور خیر سگالی سے بہتر کوئی نیکی نہیں ہے۔ اور میں نے ہر قسم کی غذاؤں کو استعمال کر کے تجربہ کر لیا ہے لیکن صبر و استقامت سے زیادہ لذیذ اور مزیدار کوئی غذا نہیں دیکھی ہے کیونکہ صبر میں جو کیفیتِ رُوحانی

موجود ہے وہ کسی اور شے میں نہیں مل سکتا۔

کسی عابدِ شب زندہ دار نے بوقت مناجات یہ درد بھرے اور پُر تاثیر کلمات بعجز و التجا اپنی زبان سے ادا کئے تھے۔ خداوندا! اُمیدِ موہوم کے سلسلۂ دراز نے مجھے فریبِ نفس میں مبتلا کر دیا۔ دنیائے دوں کی جھوٹی محبت نے مجھے ورطۂ ہلاکت میں پھنسا دیا۔ شیطان لعین کی وسوسہ اندازیوں نے راہِ راست سے بھٹکا دیا۔ نفس امارہ نے قبول حق سے مجھے منع کیا اور باز رکھا اور رفقاء بد نے ہمیشہ برائیوں کی طرف مجھے مائل کیا۔ لہٰذا اے میرے فریاد رس اور محتاجوں کے ملجا و ماویٰ میری فریاد رسی کر۔ اگر تو میرے حال زار پر رحم و کرم نہ کرے، تو پھر اور کون تیرے سوا ہے، جو کہ لطف و کرم سے مجھے سرفراز کرے (آمین)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری اُمت پر ایک ایسا خراب زمانہ بھی آنے گا جب کہ میری اُمت کے لوگ پانچ ایسی چیزوں سے والہانہ شیفتگی کا اظہار کریں گے۔ جن سے درحقیقت نفرت کرنا چاہیئے۔ اور پانچ ایسی چیزوں کو دل سے فراموش کر دیں گے جن کو ہمیشہ یاد رکھنا اور ہر ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ ۱: دنیائے فانی سے دلی محبت کا اظہار کریں گے اور آخرت کو بھول جائیں گے۔ ۲: حیات مستعار پر جان دیں گے، اور موت کا خیال دل سے نکال دیں گے۔ ۳: ایوانوں اور محلات پر مرمٹیں گے اور قبروں کی وحشت ناکیوں کو فراموش کر دیں گے۔ ۴: مال و دولت پر فریفتہ ہو جائیں گے اور حساب و محاسبۂ قیامت کو بھول جائیں گے۔ ۵: مخلوقات سے دل لگائیں گے اور اپنے خالق و مالک کو فراموش کر دیں گے۔

یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ علم، عمل کی دلیل ہے۔ اور سمجھ علم کے لئے بمنزلہ برتن کے ہے عقل و دانش بھلائی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ خواہش نفس گناہوں کی سواری ہے۔ مال مغروروں کی چادر ہے۔ اور دنیا آخرت کا بازار ہے کہ دنیا سے آخرت کی خاطر بھلائی بھی خریدی جا سکتی ہے اور برائی کا بھی مول تول کیا جا سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ دنیا سے دل وہی آدمی اپنا مستقل ٹھکانہ بنائے گا جو چاہتا ہے کہ اس کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ بنے اور دنیا وہی شخص اپنی دولت سمجھے گا جس کا مقدر ہی یہ ہو کہ اسے کبھی کوئی دولت ملے ہی نہیں۔ دنیا کے سامانِ تعیش کی ذخیرہ اندوزی وہی کرے گا جس کی عقل و دانش کا دیوالہ نکل گیا ہو۔ اور فہم و خرد سے عاری شخص ہی دنیا کی فانی لذتوں میں پھنس کر آخرت کی ابدی نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم بنائے گا۔ دنیا کی عارضی شادمانی اور چند روزہ بہار کے پیچھے وہی بدبخت دوڑتا رہتا ہے کہ جسے علم و دانش سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ اور دنیا کی ثروت و جاہ میں رشک و رقابت اور چشمک و حسد کے جذبات کا مظاہرہ وہی کرے گا جو عقل و دور اندیشی سے تہی دامن ہو اور حصولِ دنیا کی جدوجہد کی دیوانہ وار تگ و دو میں بڑھ چڑھ کر وہی حصہ لے گا جس کے دل میں آخرت کا ایک شمہ بھی نہ ہو۔ اور متاعِ فانی پر اس طرح منڈلاتا ہو جیسے کرگس مردار پر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر عقل مند کے لئے ضروری ہے کہ سات چیزوں کو سات دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور انہیں اپنے لئے پسند کرے۔ فقر و فاقہ کو مال و دولت پر ترجیح دے۔

کیونکہ فتنۂ دولت، افلاس کے مصائب سے بہت بڑا ہے۔ اور جھوٹی شہرت و ناموری سے وہ ذلت اور گمنامی ہی بہتر ہے جو اللہ کے لئے اختیار کی گئی ہو۔ کہ وہ غرور پر خاکساری اور نیازمندی کو ترجیح دے کیونکہ تکبر سرنگوں کرنے والا ہے اور عاجزی سے سرفرازی کی معراج حاصل ہوتی ہے۔ اور بھوک کو آسودگی اور سیرابی پر ترجیح دے۔ یعنی خود پیٹ بھر کھا کر دوسروں کو بھوکا رکھنے سے بہتر ہے کہ خود تو رہ جائے بھوکا، اور اپنے حصہ کی غذا کھلا دے بھوکے آدمی کو، کیونکہ یہی ایثار کا مقام بلند ہے۔ اور آخرت کے رنج و غم کو دنیا کی سرخوشی پر فوقیت دے کہ یہی سرخروئی کی دلیل ہے۔ اور حق کے سامنے اظہارِ شان و شوکت کے بجائے پستی و کمتری کا نذرانۂ نیاز پیش کرے۔ اور موت کو ترجیح دے زندگی پر، کیونکہ زندگی میں بہرحال گناہوں اور مصیبتوں کا خطرہ دامن گیر رہتا ہے، اور موت اللہ سے ملانے والی ہوتی ہے اور حیاتِ جاوداں کا سبب بنتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آٹھ چیزیں ایسی ہیں جو دوسری آٹھ چیزوں کے لئے باعثِ آرائش و زینت ہیں۔ بے نیازی اور پاکبازی فقر و غربت کے لئے وجہ زینت ہے۔ شکر و سپاسِ نعمت، احسان کے لئے باعثِ آرائش ہے۔ بلاؤں اور مصیبتوں کے لئے صبر و تحمل سبب زینت ہے۔ بردباری علم و فن کے گیسو سنوار دیتی ہے۔ عجز و نیاز طالب علم کو افتخار میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔ خوفِ الٰہی کا سنگار یہ ہے کہ بوقت عبادت سوز و گداز اور گریہ و بکا کی کیفیت طاری رہے۔ احسان و نیکی بڑھانے والی چیز یہ ہے کہ احسان کرنے کے بعد کبھی اسے جتایا نہ جائے۔ کیونکہ احسان جتانے سے سارا اجر

ضائع ہو جاتا ہے۔ اور نماز کے خد و خال چمکانے والی شے، خشوع و خضوع کی متاعِ گراں مایہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص فضول گفتگو اور بکواس سے اپنی زبان محفوظ رکھتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ حکمت کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔ جو شخص اپنی آنکھوں کو آوارہ نگاہی سے بچاتا ہے، اس کے دل دردمند کو نیازمندی کی امانت ودیعت کی جاتی ہے۔ جو شخص جانوروں کی طرح ہر وقت حصولِ حرام میں چرتا چگتا نہیں ہے اور غذا کی زیادتی سے اپنے پیٹ کو محفوظ رکھتا ہے اُسے عبادت و اطاعت کی لذت و چاشنی حاصل ہو گی۔ جو شخص بے سبب تمسخر کرنے پر نہیں جاتا، اور ہر وقت کی بے جا ہنسی سے باز رہتا ہے، اُسے رعب و جلال کا سرمایہ مل جاتا ہے۔ اور جو شخص تمسخر اور دل لگی سے بچا رہتا ہے، اس کے دل میں ایمان کی تابانیاں جلوہ گر ہو جاتی ہیں۔ دنیائے فرومایہ کی محبت سے جس نے اپنے دامنِ طلب کو محفوظ رکھا، اس کے دلِ حق شناس میں آخرت کی محبت کے فوارے اُبلنے لگتے ہیں۔ جو شخص غیروں کے عیوب کی ٹوہ میں لگا نہیں رہتا، اُسے یہ توفیق ارزانی ہوتی ہے کہ وہ خود اپنے عیوب پر ہمیشہ نظر رکھے۔ اگر کوئی عیب اُسے نظر آ جائے تو فوراً دور کرے، اور اس طرح اپنے آپ کو تمام عیوب سے پاک کر لے اللہ پر ایمان لانے کے بعد ذات بحث کی کیفیت کی سراغ سے باز رہنا اس امر کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے نفاق کے روگ سے ہمیشہ محفوظ و مامون رکھے، اور وہ متشابہات میں الجھنے کے بجائے ہمیشہ محکمات پر عمل پیرا رہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ عارفِ الٰہی کی آٹھ علامات اور نشانیاں ہیں۔ جب وہ کسی میں پائی جائیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ عارف باللہ یعنی

خدا کو پہچاننے والا اور اس کا دوست ہے۔ اس کے سر میں اللہ کی رحمت کا سودا بھی ہو، اور دل میں عذاب کا کھٹکا بھی۔ اس کی زبان فیض ترجمان خدا کی حمد و ثنا میں ہر وقت زمزمہ سنج ہو۔ اس کی آنکھوں میں شرم و حیا کے جلوے بھی ہوں اور گریہ و بکا کے سوتے بھی۔ اس کے ارادوں میں ترک و طلب کے دونوں پہلو موجود ہوں، یعنی وہ دُنیا کو چھوڑ بھی دے، اور اللہ کی رضامندی کی طلب میں لگا بھی رہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسی نماز کا کوئی حاصل ہی نہیں جس میں خشوع و خضوع کی جلوہ فرمائی نہ ہو۔ ایسے روزے کا انجام بخیر نہیں جس میں لہو ولعب سے اجتناب نہ ہو۔ قرآن کریم کو سمجھے بغیر پڑھنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جس علم کے ساتھ عمل اور پرہیزگاری نہ ہو، وہ علم سودمند ہونے کے بجائے وبال جان بن جاتا ہے۔ لہٰذا وہی علم مفید و نتیجہ خیز ہے جو عمل صالح کی جھلکیاں بھی اپنے دامن میں محفوظ رکھتا ہو۔ اس مال میں بھلائی نہیں جس میں سخاوت و بخشش نہ ہو۔ اس بھائی چارگی میں کوئی خوبی نہیں جس میں برسر حق ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی مدد نہیں کی جاتی۔ وہ نعمت خیر و برکت سے تہی داماں ہے جو ہمیشہ باقی نہیں رہتی، بلکہ سایہ کی طرح ڈھل جانے والی ہے۔ اس دُعا کا کوئی نتیجہ نہیں جس میں اخلاص کی کوئی گرمی نہ ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص پانچوں نمازوں کی نگہداشت کرتا ہے۔ وقت اور جماعت کی پابندی کرتے ہوئے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پنجگانہ برابر ادا کرتا رہتا ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ نو ۹ سعادتوں سے سرفراز فرما

کرتا ہے۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ خدا اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور ایک مومن کے لئے اس سے بڑی معراج کیا ہو سکتی ہے کہ خود اللہ اس کا ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے جسم میں صفائی اور روح میں پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بدن صحیح و سالم اور توانا و تندرست ہو جاتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ فرشتے ہمیشہ اس کی حفاظت و پاسبانی میں مصروف رہتے ہیں تاکہ اسے کسی نقصان رساں قوت کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اس کے گھر میں ہر وقت رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اور وہ چین و سکون اور اطمینان و راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اس کے رخ روشن پر خاصان خدا اور مقربان الٰہی کی علامات سعادت جھلکتی ہیں۔ اور یقین و ایمان کا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔ چھٹی بات یہ ہے کہ اس کے دل میں متورع سوز و گداز اور رقت و شفقت کا سرمایہ ودیعت کر دیتا ہے۔ کہ جہاں کسی دکھیارے پر اس کی نظر پڑی اور اس کا دل پسیج گیا۔ ساتویں بات یہ ہے کہ قیامت کے دن پل صراط پر کوندنے والی بجلی کی طرح چشم زدن میں گذر جاتا ہے اور اسے وہاں کسی قسم کی مزاحمت و کلفت لاحق نہیں ہوتی۔ آٹھویں بات یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اسے نار جہنم سے بچا لیتا ہے۔ اور نویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے جوار رحمت اور آغوش شفقت میں ٹھکانا عطا فرما دیتا ہے اور اسے اپنے بندگان خاص میں شامل کر لیتا ہے جن کو نہ کسی چیز کے کھو جانے کا غم ہوگا اور نہ گم ہو جانے کا اندیشہ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کو تین باتوں کی وجہ سے

گریہ وزاری طاری ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر وہ روتا ہے۔ جس سے اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور اس کا انجام سزا سے چھٹکارا ہے۔ یا اللہ کی ناراضگی کا خطرہ اُسے رُلا دیتا ہے جس کی بدولت اُس کے دامن کردار سے تمام عیوب دُھل جاتے ہیں اور اُس کا ثمرہ یہ ہے۔ کہ اُسے جائز بہشت اور درجات عظیم نصیب ہوجاتے ہیں۔ یا خدا کی جدائی کے اندیشے سے وہ محو گریہ وفغاں ہوجاتا ہے۔ جس کے باعث اُسے خدا کی رضامندی اور اس کی محبت و دوستی حاصل ہوجاتی ہے۔ اور اس کا حاصل اُسے اس شکل میں ملتا ہے کہ اپنے سامنے و مسرتوں اور بشارتوں کا ایک سدا بہار گلشن کھلا ہوا دیکھتا ہے اور جب دربارِ خداوندی کی بارگاہِ قدس میں شرفِ باریابی حاصل کرتا ہے تو وہ دیدارِ الٰہی سے شادکام ہوتا ہے۔ خوشنودیٔ حق کی متاعِ گراں مایہ سے فیض یاب ہوتا ہے۔ ملائکہ مقربین کی ملاقات سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اور فضائل و درجات کے معراجِ کمال سے سرفراز ہوجاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کرنے کا اہتمام کر لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس میں دس فوائد پنہاں ہیں۔ دہن و دندان کا تعفن دُور ہوجاتا ہے اور منہ بالکل پاک و صاف ہوجاتا ہے۔ پروردگارِ عالم کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ ابلیس لعین کو زک پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے مقرب فرشتے مسواک کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔ مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ بلغم دور ہوتا ہے۔ منہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے اور بدبو دُور ہوجاتی ہے۔ صفراوی مادہ ختم ہوجاتا ہے۔ نگاہیں روشن ہوجاتی ہیں۔ اور اتباعِ سُنّت کی سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

اس پر مستزاد ہیں۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز، مسواک کے بغیر پڑھی جانے والی نماز سے ستر گنا بڑھ کر ہے۔ اس لئے جب بھی نماز پڑھنی ہو، وضو کرتے وقت مسواک کرنی چاہیئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس خوش نصیب کو حسب ذیل دس اُمور اللہ کی طرف سے عطا کئے گئے ہوں تو وہ نہ صرف یہ کہ آلام روزگار اور حوادثِ ایام سے محفوظ رہے گا بلکہ وہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے درجاتِ عالیہ اور زاہدانِ شب زندہ دار کے مراتبِ خصوصی حاصل کرنے کا۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات میں راست بازی پر قائم رہنے کے ساتھ قناعت شعار اور بیدار دل کی دولت جاویدسے بھی محروم نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصائب ومشکلات میں ہمت نہ ہارے اور صبرِ کامل کے ساتھ طوفانِ حوادث کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے دامنِ شکر وسپاس بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ تیسری بات وہ متاعِ فقر وغیرت ہے جس کے ساتھ زہد وتقویٰ کا گنجِ گراں مایہ بھی ہو۔ چوتھی بات فکر وتدبر کی عادتِ مستمرہ، جس کے ساتھ شکم سیری کی لت نہ ہو۔ پانچویں بات ارتکابِ معاصی پر اظہارِ غم وندامت کے ساتھ خوفِ خدا اور خشیت الٰہی کا جذبہ فراواں بھی ہو۔ چھٹی بات جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم کے ساتھ انکسار و فروتنی کی صفت حمیدہ بھی طبیعت میں ودلیعت کی گئی ہو۔ ساتویں بات رفق ومرحمت کے ساتھ رحم وشفقت کے جذبات پیدا کئے گئے ہوں۔ آٹھویں بات یہ ہے کہ شرم وحیا کے اوصاف کے ساتھ

خدا اور بندوں کی محبت سے کبھی دل درد مند تہی داماں نہ ہو۔ نویں بات وہ علم نافع جس کے ساتھ عملِ صالح اور تحمل و بردباری کی متاعِ گراں بہا ہو۔ دسویں بات وہ پائیدار ایمان و ایقان جس کے ساتھ سرمایۂ عقل و دانش بھی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ دس چیزیں ایسی ہیں جو دس چیزوں کے بغیر کبھی درست نہیں رہ سکتیں۔ عقل زہد و تقوےٰ کے بغیر بیکار ہے۔ بزرگی علم و ہنر کے بغیر ہیچ ہے۔ اندیشہ و عمل کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ عدل و انصاف کے بغیر حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ ادب و اخلاق کے بغیر حسب و نسب کا ادّعا باطل ہے۔ امن و امان کے بغیر مسرت و شادمانی کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جود و سخا کے بغیر تونگری کو قائم رکھنا مشکل ہے۔ قناعت و بے نیازی کے بغیر فقر و فاقہ عذاب الیم سے کم نہیں۔ عجز و نیازمندی کے بغیر رفعت و سربلندی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور توفیق الٰہی جب تک شاملِ حال نہ ہو سعادت جہاد و شہادت کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ دس چیزیں بری طرح رائیگاں جاتی ہیں۔ وہ علم جس سے کوئی مسئلہ نہ دریافت کیا جائے۔ وہ علم جس کے جوہر میں عمل کی دولت نہ ہو۔ وہ نصیحت و مشورہ اور رائے نیک جسے شرف قبولیت سے نوازا نہ جائے۔ وہ مسجد جس میں نماز ادا نہ کی جائے۔ وہ قرآن مجید جس کی تلاوت نہ کی جائے اور اس کا نظام دنیا میں برپا نہ کیا جائے۔ وہ مال و دولت جسے راہ حق میں لٹایا نہ جائے۔ وہ تیز رفتار گھوڑا جس پر سواری نہ کی جائے۔ اور وہ حکمت جو کسی دنیا پرست کے سینے میں ہو

اور وہ عمرِ دراز جس میں زادِ سفر مہیا نہ کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ علمِ دین بہترین میراث ہے۔ ادب و تربیت کا انہماک بہترین مشغلہ ہے۔ زہد و تقویٰ بہترین توشہ ہے جو سفرِ آخرت میں کام آتا ہے۔ اللہ کی کامل اور خالص بندگی متاعِ گراں مایہ ہے۔ عملِ صالح ایمان کی منزلِ مقصود کی طرف بہترین راہ نمائی کرنے والا ہے۔ اخلاقِ فاضلہ بہترین ساتھی ہے۔ تحمل و بُردباری بہترین معاون و مددگار ہے۔ قناعت سے بہتر کوئی تونگری نہیں ہے۔ اور توفیقِ الٰہی سے عمدہ کوئی یاور و مونس نہیں۔ اہلِ بصیرت کے لئے موت سے زیادہ کوئی بہتر شے نہیں ہے۔ کیونکہ ہر خبرِ مرگ قافلۂ عمر کے لئے بانگِ رحیل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ میری اُمت میں دس[10] قسم کے لوگ ایسے ہیں جو اگرچہ بیانگِ دہل ایمان و اسلام کا زبانی دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بخدا اُن کی زندگی کفر آلود ہو گئی ہے۔ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا، جادوگر جو اپنے جادو سے اللہ کے بندوں کو ایذا پہنچائے۔ وہ بے غیرت و بے حمیت جو اپنی بیوی کو غیر مردوں سے آزادانہ میل جول رکھنے سے نہ روکے اور ٹھنڈے پیٹوں اسے گوارا کرے۔ وہ شخص جو مال و دولت کی زکوٰۃ نہ نکالے۔ میگسار و بادہ نوش۔ فریضۂ حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود اس سے پہلو تہی کرنے والا۔ فتنہ پرور و فساد انگیز فرد یا گروہ۔ سامانِ جنگ اور اسلحۂ حرب اُن کافروں کے ہاتھ فروخت کرنے والا جو مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں اور جو مسلمانوں کے درپے آزار رہتے ہیں

عورت کے غیر فطری مقامات پر مباشرت کرنے والا، اور ایسی محرم عورتوں سے نکاح کرنے والا جن سے نکاح بالکل حرام ہے۔ اگر یہ سارے کام کوئی حلال جان کر کرتا ہے، اور ذرا بھی انقباض ان کاموں سے اُسے محسوس نہ ہوتا ہو تو وہ یقیناً کافر ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین و آسمان میں جو بھی بندۂ مومن ہے وہ خدا کا مقرب اور محبوب الٰہی بن سکتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی مخلص مسلمان کی طرح بسر کرے۔ جس کی ایک لازمی صفت یہ بھی ہے کہ اس کی دست درازی اور زبان درازی سے بندگانِ خدا محفوظ ہوں۔ اور کسی کو وہ ذرا بھی دُکھ نہ پہنچائے۔ اور یہ کہ اُس وقت وہ خدا کا فرماں بردار بنا رہ سکتا ہے جب کہ وہ زیورِ علمِ دین سے آراستہ ہو، اور حصولِ علم اُسے کوئی فائدہ نہ دے گا جب کہ اُس کے مطابق عمل صالح بھی نہ کرے۔ اور اُسے توفیقِ عمل ملے گی اُس وقت جب کہ اُس کا دل زہد و تقویٰ کے نور سے روشن ہو اور تقویٰ کی دولت اُس وقت حاصل ہوگی جب کہ وہ محتاط زندگی بسر کرے اور حیاتِ مستعار کی وادیٔ پُرخار میں پھونک پھونک کر قدم رکھے۔ اور اپنے دامنِ کردار کو خارہائے معصیت سے کبھی اُلجھنے نہ دے۔ اور حزم و احتیاط کی زندگی اس وقت گذار سکے گا جب کہ وہ خاکسار بن رہے، اور خاکسار وہی بن سکتا ہے جسے اپنے نفس کا عرفان حاصل ہو چکا ہو، اور جو اپنے زندگی کے مقصدِ حقیقی کو پورا کر رہا ہو۔ اور عرفانِ نفس اسی کو حاصل ہوگا جو عقل و دانش کے جوہر سے بہرہ ور ہو، اور علم و فضل کے گوہر آبدار سے آراستہ و پیراستہ ہو۔

منقول ہے کہ یحییٰ بن معاذ رازی نے ایک عالم کو دنیا کی بہارِ چند روزہ پر فریفتہ دیکھ کر فرمایا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ علم و فضل کا سرمایہ اور کتاب و سُنّت کی روشنی اپنے پاس رکھنے کے باوجود تمہارا یہ حال ہے۔ کہ تمہارے ایوان و قصور میں نخوت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ تمہارے مکانات کسروی انداز کے ہیں۔ تمہارے ٹھکانے اور مقامات سے قارونیت ہویدا ہے۔ تمہاری عالی شان کوٹھیوں کی ڈیوڑھیاں اور بنگلوں کے دروازے جالوتی انداز کے ہیں۔ تمہارے ملبوسات اور تمہاری پوشاک طاغوتی طرز کی ہے۔ تم نے اپنے مذاہب اور مسالک کو شیطان کا آلہ کار بنا لیا ہے۔ تمہارے اسباب زینت اور سامان تعیش سے سرکشی کا ظہور ہو رہا ہے۔ تمہارے باطل اقتدار اور جھوٹے پندار میں فرعونی طمطراق پایا جاتا ہے۔ تمہارے باہمی معاملات کا تصفیہ کرنے والے وہ خدا ناشناس افراد ہیں جن کے پیش نظر منافع دنیوی کے سوا اور کوئی شے ہے ہی نہیں، اور جو دنیا پرستی میں اس قدر پختہ ہو گئے ہیں کہ انہیں کبھی آخرت کا خیال آتا ہی نہیں اور جو رشوت سے کر بیکسوں کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لیتے ہیں۔ تمہاری زندگی گذرتی ہے تو صرف فریب و دغا میں۔ اور تمہاری موت واقع ہوتی ہے تو جاہلیت کی مذموم حالت میں۔ کہاں اے جُبّہ پوشو، منبر پر کرنے والو! علمائے دین مبین! مفتیانِ شرع متین! اور دین و مذہب کا ڈھنگ رچانے والو! بتاؤ تمہارے اندر نبی کے اطوار ہیں کہاں، اور کس قدر معصیتوں کو اپنے اندر پاتے ہوئے تمہاری زندگی سیرت نبوی کے سانچے میں ڈھلتے تو کیسے ڈھلے۔ لہٰذا تم دین حق کے علمبردار ہو اور اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہو

اپنا اور ساری دنیا کا بھلا چاہتے ہو، اور تمہیں رضائے الٰہی مطلوب ہے تو
اپنی زندگی کو تنفر و نفاق سے پاک کر لو اور یہ دورنگی چھوڑ کر بالکل یک رنگ
ہو جاؤ۔ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانو، اور جن باتوں کا دوسروں کو حکم دیتے ہو،
اُن پر خود بھی عمل کرو۔ اور بلحاظ حقیقت انبیاء کے وارث و جانشین
بن جاؤ، پھر تمہاری فضیلت و برتری کے کیا کہنے! تمہارے درجاتِ عالیہ
اور مراتبِ عالیہ کی کوئی حد و غایت ہی نہ ہوگی۔ تمہاری قدر و منزلت کا کوئی
اندازہ ہی نہیں کیا جا سکے گا۔ تمہارے اعزاز و اکرام میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ جبّار
تمہاری شان کو بڑھائے گا۔ تو جب وہ تمہارے وقار کو دوبالا کرے گا اور تم ملائکہ
سے بھی گوئے سبقت لے جاؤ گے۔ جامع تو ہو گے شریعت کا اور خصائل و شمائل
ہوں گے فرشتوں کے۔

کسی دانش ور کا قول ہے کہ دس امور ایسے ہیں جنہیں حق تعالیٰ دس
آدمیوں سے بہت ناپسند فرماتے ہیں۔ مال داروں اور دولت مندوں سے تنگ دلی
و کنجوسی۔ ناداروں اور محتاجوں سے فخر و غرور۔ ارباب علم و فضل سے حرص و لالچ۔
عورتوں سے شرم و حیا کا فقدان یا کمی۔ بوڑھوں سے حبِّ دنیا۔ نوجوانوں
سے دل لگی و سستی۔ ارباب اقتدار سے ظلم و جور و ستم۔ مجاہدینِ راہِ حق اور
غازیانِ اسلام سے بزدلی و کم ہمتی۔ زاہدانِ شب زندہ دار سے خود پسندی
اور خود نمائی۔ اور عبادت گزارانِ حق آشنا سے نمود و ریا۔ اور علمبردارانِ
توحید و سنت سے شرک و بدعت کا ارتکاب۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن سے دل دس قسم کی

راحتوں اور عشرتوں سے بہرہ ور ہوگا۔ جن میں سے پانچ تو اُسے دُنیا ہی میں حاصل ہوں گی، اور پانچ آخرت میں ملیں گی۔ دنیا میں جن آسائشوں سے وُہ شادکام ہوگا، وہ یہ ہیں۔ علمِ دین کی دولتِ جاوید اُسے حاصل ہوگی۔ بندگیٔ رب کی توفیق ارزانی ہوگی۔ حلال روزی ملے گی۔ شدائد و مصائب پر صبر کرنے کی توفیق حاصل ہوگی۔ اور نعمتوں کی شکر گزاری کا جذبۂ فراواں عطا ہوگا۔ اور جن راحتوں سے وُہ آخرت میں فائز المرام ہوگا وہ یہ ہیں کہ جب اُس کی مدتِ حیات ختم ہوگی اور وہ موت کے دروازے پر ہوگا، اُس وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام رحمت و مہربانی اور امن و سلامتی کا مژدۂ جانفزا اس کے لئے لائیں گے۔ قبر میں جب سوال وجواب ہوگا، اُس وقت منکر نکیر اُسے ڈرائیں گے نہیں، بلکہ مسرت و خندہ پیشانی کے ساتھ اُس سے دریافتِ احوال کریں گے، اور محشر کی ہولناکیوں اور اُس دن کی گھبراہٹ سے وہ بالکل مامون و محفوظ رہے گا۔ اُس کی ساری بُرائیاں مٹادی جائیں گی اور نیکیاں قبول کرلی جائیں گی وہ پل صراط پر سے کوندتی ہوئی بجلی کی سی سرعت کے ساتھ بلا خوف و خطر گذر جائے گا اور انجام کار امن و سلامتی کے جلو میں نہایت کرّ و فر کے ساتھ فردوسِ بریں میں فروکش ہوگا، جہاں اس کے اعزاز و اکرام میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

حضرت لقمان حکیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند کو نصیحت کرتے ہوئے ایک مرتبہ یوں گہر افشانی کی۔ دیکھو بیٹا! حکمت و دانائی یہ ہے کہ تُم دس باتوں پر سختی اور پابندی سے عمل کرو۔ اپنے دلِ مُردہ کو ذکرِ خدا سے زندہ و تابندہ رکھو۔ محتاجوں اور مسکینوں کے ساتھ شفقت آمیز سُلوک کرو۔ اُن سے دوستانہ تعلق رکھو

اور ان سے سب تعلق کر بیٹھا کرو۔ امیروں اور بادشاہوں کے درباروں سے دور
رہو۔ پستی میں گرنے والوں کے بازو تھام لو۔ اور انہیں سہارا دے کر کھڑا کر دو۔
اسیرانِ بد اور گرفتارانِ مصیبت کو بندِ آلام و حوادث سے رہائی دلاؤ اور غلاموں
کو خرید کر آزاد کر دو۔ غریب الوطن اور مسافرِ بے کس کو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔ اور
زادِ سفر دے کر اُسے منزلِ مقصود پر پہنچا دو۔ ناداروں کی ضروریات پوری کرو،
ان کی تربیت اس طرح کرو کہ وہ ماسوا سے بے نیاز ہو جائیں۔ اہلِ شرافت کے
ساتھ انتہائی تعظیم سے پیش آؤ۔ اور اربابِ سیادت کا حد درجہ احترام کرو۔
ان ہدایات کی تعمیل تمہارے لئے سیم و زر کے گنجِ گراں مایہ سے کہیں زیادہ
بہتر ہے۔ خوفِ دنیوی اور دہشتِ اُخروی سے تمہیں محفوظ رکھنے اور پناہ دینے
والی ہے اور جہادِ زندگانی میں برد آزما ہونے کے لئے سامانِ جنگ ہے۔ اور
یہ وہ متاعِ بے بہا اور بیش قیمت گراں مایہ ہے جسے دنیا میں لگا کر تم منافعِ
کثیر اور فوائدِ عظیم حاصل کر سکتے ہو۔ اور یہ اس دن تمہارے لئے ذریعۂ نجات ہوگا
جس دن تم پر دہشت و ہیبت چھائی ہوگی۔ موت اور آخرت کے دشوار گذار
مراحل میں وہ تمہاری رہنمائی کرنے والی ہے۔ اور اس دن وہ تمہارے لئے
پردہ پوش بنے گی جب کہ کوئی کپڑا پردہ نہیں بن سکے گا۔ یعنی قیامت کے
دن تمہاری برائیوں اور تمام عیوب کو ڈھانپ لے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ زمین ہر آدمی
سے روزانہ دس باتیں کہا کرتی ہے۔ اور زبانِ حال سے کہا کرتی ہے کہ اے فرزندِ
آدم تو میری پشت پر بڑی تگ و دو کر رہا ہے، دنیا سمیٹنے کی غرض سے بہت

دَوڑ دُھوپ کر رہا ہے۔ مگر افسوس تجھے اس کا احساس بالکل نہیں۔ کہ ایک دن تجھے میرے جوفِ شکم میں آنا پڑے گا۔ میری پُشت پر تُو مسلسل گُناہ کیے جا رہا ہے لیکن تجھے اس کی فکر نہیں ہے کہ تُو میرے اُوپر خدا سے غافل ہو کر رنگوں اور قہقہوں میں اپنی زندگی کے لمحاتِ گراں مایہ صرف کر رہا ہے۔ لیکن جب میرے اندر آئے گا تو پاداشِ عمل کو دیکھ کر خُوب روئے گا چلّائے گا۔ اور نالہ و شیون کے بسترِ خارزار پر تڑپتا رہے گا۔ تُو میرے اُوپر اللہ کے احکام سے بے پرواہ ہو کر عیش و طرب اور رنگ رلیوں میں مصروف ہے لیکن تجھے معلوم ہو گا۔ کہ جب تُو میرے اندر آئے گا تو تجھ پر کیا بنے گی اور اُس وقت تُو پیکرِ اندوہ و غم اور تصویرِ حُزن و یاس بن جائے گا۔ تُو میرے اُوپر سیم و زر کے انبار اور مال و دولت کے ڈھیر اکٹھّے کرتا جا رہا ہے لیکن جب تُو میرے اندر آئے گا اور اپنے انجامِ بد دیکھے گا تو کفِ افسوس و دستِ حسرت و یاس ملے گا۔ اور بصد شرم و ندامت پچھتائے گا۔ تُو میری پُشت پر مالِ حرام جمع کر رہا ہے۔ اور غذائے حرام سے اپنے تنورِ شکم کو ایندھن بہم پہنچا رہا ہے۔ لیکن جب تُو میرے شکم میں پہنچے گا تو میرے اندر بھرے ہوئے کیڑے تجھے اپنے شکم کی غذا بنا لیں گے۔ تُو میرے اُوپر اِترا رہا ہے۔ اکڑ رہا ہے اور ناز و تبختر سے چلتا پھرتا ہے۔ لیکن جب میرے اندر آئے گا تو ذلّت و نامرادی کے سوائے تجھے کچھ نہ ملے گا۔ اور ناکامی و سیہ روئی کے شکنجہ میں تُو کسا جائے گا۔ تُو میرے اُوپر اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے مسرّت و شادمانی میں زندگی گزار رہا ہے لیکن میرے اندر پہنچ آنے کے بعد دُکھ درد اور رنج و غم کا دائمی شکار بنا رہے گا۔ تُو میرے اُوپر دن میں

خورشید درخشاں کی روشنی میں چمکتا پھرتا ہے اور رات میں چاند تاروں کی ضیا
اور بجلی کے قمقموں کی جگمگاہٹ میں رہتا سہتا ہے مگر جب میرے اندر پہنچے گا
تو ظلمتوں اور تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہے گا۔ تو میرے اوپر مجمعوں، ہجوم اور
بھیڑ میں بسیرا کرتا ہے لیکن جب میرے اندر آئے گا تو تنہائی اور درماندگی میں تجھے
رہنا پڑے گا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہر وقت قہقہہ لگاتا ہے
اور بلا ضرورت ہنستا رہتا ہے۔ اسے دس قسم کی سزاؤں کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ پہلی
سزا یہ کہ اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے یعنی دل کی روحانیت ختم ہو جائے گی۔ اس کے
چہرے پر ذرا بھی رونق باقی نہیں رہے گی۔ بلکہ اس پر تاریکی، پژمردگی اور اداسی چھائی
ہوگی۔ چونکہ قہقہہ وقار و تمکنت اور متانت و سنجیدگی کے منافی ہے اس لئے شیطان
قہقہہ لگانے والے کو دوست رکھتا ہے اور اسے ہنستے دیکھ کر بغلیں بجاتا ہے۔
قہقہہ لگانے والا اللہ کے غیض و غضب کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ قیامت کے دن
اس کے نامۂ فرد [illegible] جاتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں
اس سے ناراض ہو کر روگردانی کر لیتے ہیں اور آپ کی نگاہِ التفات سے وہ محروم ہو
جاتا ہے۔ فرشتے اس پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کے
رہنے والے اس سے نفرت و بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس کا حافظہ اس قدر
خراب ہو جاتا ہے کہ کوئی بات بھی اسے یاد نہیں رہتی۔ بلکہ وہ سب کچھ بھول
جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن حشر رؤس الاشہاد سب کے سامنے حد درجہ
ذلیل و خوار اور شرمندہ و رسوا ہو جاتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دن میں بصرہ کے گلی کوچوں میں گھوم رہا تھا اور اُس کے بازاروں میں چکر لگا رہا تھا۔ میرے ہمراہ ایک عابد و صالح نوجوان بھی تھا۔ ہم چل رہے تھے کہ راستے میں ہمیں ایک عجیب و غریب حکیم حاذق نظر آیا جو ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بہت سے مرد عورتیں اور بچے موجود تھے۔ جن کے ہاتھوں میں آبگینے اور شیشے تھے۔ اور ان سب میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ان لوگوں میں سے ہر ایک اپنی بیماری کی دوا طلب کر رہا تھا۔ میرے ساتھ جو صالح نوجوان تھا، اُس نے جب یہ منظر دیکھا تو آگے بڑھ کر طبیب سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کیا ایسی بھی کوئی دوا ہے جو گناہوں اور امراضِ رُوحانی کو دُور کر دے اور جس سے دل کے تمام روگ دُور ہو جائیں۔ اُس نے اثبات میں جواب دیا اور نوجوان سے اس طرح دوا کی تفصیل بیان کرنے لگا۔ میں تمہیں دس چیزیں بتاتا ہوں۔ تم انہیں اگر استعمال کرو گے تو تمہیں اپنا مطلوبہ فائدہ حاصل ہوگا۔ تم غیرت و فقر کے درخت کی جڑیں لو۔ انہیں عجز و انکسار کی بوٹیوں کے ساتھ ملا لو۔ اس میں انابت و توبہ کے بیج شامل کر دو اس نسخے کو تسلیم و رضا کے کھرل میں ڈال کر قناعت و سیرچشمی کے ہاون دستے سے پیس لو۔ اچھی طرح پس جانے کے بعد اُسے تقوے اور پرہیزگاری کی دیگ میں چڑھا دو۔ اُوپر سے ذرا سا شرم و حیا کا پانی انڈیل دو۔ پھر عشقِ الٰہی کی آگ میں اسے خوب جوش دے دو۔ جب یہ دوا تیار ہو جائے۔ تو اسے شکر و سپاس کے پیالے میں ڈال کر اُمید و بیم کے پنکھے سے ذرا سی ہوا دے لو۔ اس کے بعد اللہ کی حمد و ثنا کا چمچہ لے کر دوا پی لو۔ اگر تم اس مجرب دوا کو بار بار استعم

کہ جُود و سخا کے ساتھ اگر سیر چشمی، کشادہ دلی اور وسیع الظرفی ہو تو دولت کبھی
ختم نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ لیکن اگر کم نظری اور تنگ دلی کی
نحوست کسی پر چھا گئی ہو، تو پھر چاہے اس کی تجوریوں میں سونا ہی بھرا ہو لیکن
وہ احتیاج و فقیری کی لعنت میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہے گا اور آتشِ حرص و
ہوس سے اس کا سینہ پھنکتا ہی رہے گا۔ پانچویں عالم نے عرض گذرانی کہ
زیادہ بُرائی کے ترک کرنے سے تھوڑی بدی کا حصول بہتر ہے اور تھوڑی بدی
اختیار کرنے سے ساری بُرائی چھوڑ دینا افضل ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ بڑی بڑی گائیں چھوٹی چھوٹی
گایوں کو دوہ رہی ہیں، اور منبروں پر بُت دیکھے جو اپنے منہ سے آگ کے شعلے
نکال رہے ہیں، اور خشک نہر پر سبز باغ دیکھے، اور دیکھا کہ بیمار تندرستوں
کی عیادت کرتے ہیں، اور ایک دو سر کا گھوڑا دیکھا کہ جو کھاتا ہے اور لید نہیں
کرتا، اور آسمان اور زمین کے درمیان ایک کپڑا لٹکا ہے جس کے سرے میں
سب اٹک گئے، اور دو پرندے دیکھے جو اپنے گھونسلوں سے نکل بھاگے۔
حضرت علیؓ نے فرمایا۔ یہ جو تُو نے دیکھا ہے کہ بڑی گائیں چھوٹی کو دوہتی ہیں
یہ اُمراء ہیں جو لوگوں کا مال کھاتے ہیں، اور جو بُت منبر پر تھے یہ وہ لوگ ہیں
جو منبر پر بیٹھتے ہیں اور اس کے اہل نہیں ہوتے، اور خشک نہر پر کے سرسبز
باغ وہ علماء ہیں جن کا ظاہر علم سے آراستہ اور باطن ترکِ عمل سے خشک ہو
رہا ہے، اور جو مریض تندرستوں کی عیادت کرتے ہیں یہ وہ فقیر ہیں، جو

تونگروں کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اور دوسرا گھوڑا وہ تونگر ہے جو
کماتا ہے اور شکر ادا نہیں کرتا۔ اور آسمان و زمین کے درمیان لٹکا ہوا کپڑا اسلام
ہے۔ اور دو پرندے وفا اور امانت ہیں جو نکل کر پھر واپس نہیں آتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت
نقل فرماتے ہیں کہ عبادت نماز، دینِ حق کے قصرِ جمیل کا وہ ستون عظیم ہے جس
میں وافر برکات پائی جاتی ہیں۔ نماز مردِ مومن کے اوقاتِ اقدس کو تابناک اور
نورانی بنا دیتی ہے۔ دلِ بیدار کو یقین و ایمان کی روشنی سے منور کر دیتی ہے
جسم کو سکون و اطمینان اور راحت و آرام سے مالا مال کر دیتی ہے۔ گوشۂ قبر
میں انیسِ خلوت بن جاتی ہے۔ باعثِ نزولِ رحمتِ الٰہی ثابت ہوتی ہے
آسمانوں کے بند دروازوں کو کھولنے والی کلید ہے یعنی نماز وہ کلیدِ یقین ہے
جس کے ذریعہ آسمانوں میں پائی جانے والی بہشت بریں کے پٹ کھل جاتے ہیں
میزانِ عمل کے پلڑے کو گراں بار کرنے والی ہے حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے
فردوسِ بریں کی طے شدہ قیمت ہے جس کے ذریعہ جنتِ نعیم کے باغات اور
اس کی نعمتیں خریدی جاتی ہیں۔ آتشِ جہنم کے سامنے پردہ ہے یعنی نماز اس آدمی کو
دوزخ کے شعلوں سے بچا لیتی ہے جو پابندی سے نماز ادا کرتا ہے۔ جب نماز
کی رفعت و شان کا یہ حال ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس کا تحفظ ہو اور اس کی
نگہداشت برابر ہو۔ اور دینِ حق کے ستونِ مستحکم و سنگِ بنیاد کو جو شخص برقرار
رکھے گا، اس نے گویا دین کی عمارت کو باقی رکھا۔ اور جس نے اس ستون کو گرا
دیا، سمجھنا چاہیئے کہ اس نے دین کے بنیادی ایوان ہی کو ڈھا دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل فرماتی ہیں کہ روزِ محشر محاسبۂ اعمال کے بعد جب اہلِ جنت کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی فردوسِ گم گشتہ کو حاصل کر لیں اور وہ خلدِ بریں میں داخل ہونے ہی والے ہوں گے کہ اتنے میں اللہ تعالےٰ کی جانب سے ایک مقرب فرشتہ ہدیۂ شوق اور خلعتِ فاخرہ لئے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرے گا۔ فردوسِ بریں کے مکینو! اور خلدِ نعیم کے وارثو! ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں پروردگارِ عظیم اور ربِّ عرشِ کریم کی طرف سے تمہارے لئے خلعتِ فاخرہ اور ہدیۂ ثمینہ لے کر آیا ہوں۔ انہیں لے کر جنت کو چلے جاؤ۔ یہ سن کر وہ سب شاد و خرم ہو جائیں گے۔ خلعتِ فاخرہ کو زیبِ تن کر لیں گے اور جب ہدیۂ شوق کی بابت فرشتہ سے دریافت کریں گے تو وہ دس سر بمہر نوازشات اور تختیاں ان کے حوالے کرے گا۔ جن میں سے پہلی تختی پر اللہ کا یہ پیغام درج ہوگا۔ میرے پیارے بندو تم پر رحمت و سلامتی ہو۔ تم سدا خوش و خرم رہو۔ خلدِ بریں میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ وہیں رہو۔ دوسری تختی میں یہ خوشخبری ہوگی۔ تمہیں خوش ہو جانا چاہیئے کہ تمہارے آلام و افکار، کلفت و حزن و ملال، مصائب و تکالیف، دکھ، درد اور غم و اندوہ کا آج خاتمہ ہو گیا ہے۔ تیسری تختی پر یہ مژدۂ جانبخش ہوگا۔ کہ آج جس بہشت میں داخل ہو رہے ہو، وہ وہی ہے جسے تمہارے افکارِ عمل اور اعمالِ حسنہ کی بدولت تمہاری میراث بنا دیا گیا ہے اور اس قدر اہتمام سے تمہارے لئے انواع و اقسام کی نعمتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ چوتھی تختی میں یہ بشارت ہوگی۔ ہم تمہیں عمدہ پوشاک اور اعلیٰ زیورات پہنائیں گے۔ پانچویں تختی

اُس اللہ کو زیبا ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور سرزمین بہشت کا ہمیں وارث و جانشین بنایا۔ ہم جنّت میں جہاں چاہیں وہاں رہ سکتے ہیں۔ دین حق کی خدمت کرنے والوں کا یہ بدلہ کیا ہی اچھا ہے۔ اور اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کی یہ جزا کس قدر مبارک ہے ——— اور اسی طرح جب فسّاق اور فجّار اور مستحقِ عذاب گنہگار دوزخ میں جا رہے ہوں گے، اس وقت ان کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ دس سربمہر تختیاں لئے ہوئے ہوگا اور اُن میں لکھی ہوئی وعیدیں انہیں پڑھ کر سُنائے گا۔ اور وہ نہایت غم و حسرت کے ساتھ سُنیں گے۔ پہلی تختی میں لکھا ہوگا۔ کم بختو! دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ جس میں نہ تم کبھی مروگے اور نہ ہی زندہ رہوگے۔ یعنی عذابِ الیم اور کرب و اذیت کا یہ عالم ہوگا کہ تمہارا شمار نہ زندوں میں ہوگا نہ مُردوں میں۔ اور کبھی تم جہنم سے نکلنے بھی نہیں پاؤگے۔ دوسری تختی میں مرقوم ہوگا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب اور گرفتِ بلا میں تمہیں رہنا پڑے گا۔ حُزن و غم سے تمہیں چھٹکارا حاصل ہوگا اور نہ تمہیں راحت نصیب ہوگی۔ تیسری تختی میں یہ دھمکی ہوگی۔ تم میری رحمت سے ہمیشہ کے لئے مایوس و نا اُمید ہو جاؤ۔ چوتھی تختی میں یہ وعید ہوگی۔ رنج و غم، دُکھ درد، آہ و کراہ، سوزش و تپش، کرب و بلا اور انبارِ حزن و ملال کی ایک دنیا اپنے ساتھ لئے ہوئے جہنم رسید ہو جاؤ۔ پانچویں تختی میں مرقوم ہوگا۔ تمہاری پوشاک آگ ہوگی۔ تمہیں خاردار سینڈ کی غذا دی۔ تمہیں پینے کو گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔ انگاروں کے بستر پر تمہیں لٹنا ہوگا اور تمہارا اوڑھنا بھی لپکتے ہوئے شعلوں کا ہوگا۔ چھٹی تختی میں مرقوم ہوگا۔ زندگی بھر جو تم میری نافرمانی کرتے رہے اور گناہوں کے شرارے اپنے دامن میں بھرتے رہے۔

اُس کی یہ سزا تمہیں دی جا رہی ہے۔ ساتویں تختی میں درج ہوگا۔ ساری عمر تم جان بُوجھ کر گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتے رہے۔ نہ اپنی بدکرداریوں پر تمہیں کبھی پشیمانی ہوئی اور نہ کبھی توبہ کا خیال تمہارے دل میں پیدا ہوا۔ جس کا انجام یہ ہے کہ تم سزاوارِ لعنت ہو گئے۔ نویں تختی میں یہ وعید ہوگی۔ آتشِ دوزخ میں تمہارے یارانِ عزیز اور رفیقان ہمدم شیاطینِ جن و انس ہی ہوں گے جو نہایت ہی بدترین ساتھی ہیں۔ دسویں تختی میں یہ مرقوم ہوگا۔ بدبختو! میں نے تمہیں دنیا میں بھیجا تھا اپنی بندگی کے لئے لیکن تم بندگی کرتے رہے اپنے نفس کی۔ اور چلتے رہے اپنے دشمن ازلی شیطان لعین کے نقشِ قدم پر۔ اور آخرت کی ابدی راحتوں کو چھوڑ کر دنیا کی بے رونقی پر ریجھ گئے۔ جس کا خمیازہ یہ آتشِ جہنم ہے بھگتو اور خوب بھگتو!

کسی دانشور نے کہا ہے۔ میں نے دس باتوں کی جستجو دس مقامات پر کی لیکن وہ مجھے ملیں دس دوسری جگہوں پر۔ رفعت و سربلندی کو میں نے ڈھونڈا تھا فخر و غرور میں لیکن میں نے اس کا سُراغ پایا خاکساری، فروتنی اور عجز و نیاز مندی میں۔ لذتِ بندگی تلاش کی نمازوں میں، لیکن یہ متاعِ گراں مجھے نماز سے کہیں زیادہ تقوے اور پرہیزگاری میں ملی۔ حرص و ہوس میں راحت کا کھوج لگایا تو وہ ملی گوشۂ قناعت میں۔ دل کی روشنی کو روزِ روشن کی ظاہری نمازوں میں ڈھونڈا، مگر وہ پائی گئی خلوتِ شب کی خفیہ نمازِ تہجد میں۔ قیامت کا نُور جود و سخا میں حاصل کرنا چاہا مگر وہ مجھے دستیاب ہوا روزے کی تشنگی میں۔ پُلِ صراط پر سے گذرنے کا سامان میں نے ڈھونڈا

کی قربانیوں میں تلاش کیا لیکن قربانیوں سے بڑھ کر مجھے صدقات و خیرات میں نظر آیا۔ اس لئے کہ قربانی تو سال میں ایک ہی مرتبہ ادا کی جاتی ہے، اور صدقاتِ نافلہ ہمیشہ دیئے جا سکتے ہیں۔ آتشِ دوزخ سے چھٹکارا اختیارِ مباحات میں ڈھونڈا، تو نظر آیا ترکِ شہوات و منہیات میں۔ اللہ کی محبت مشاغلِ دنیا میں تلاش کی مگر وہ مجھے ملی اللہ کی یاد میں۔ عافیت و سلامتی کو انجمنوں اور محفلوں میں ڈھونڈا، تو اس کا سراغ ملا گوشۂ تنہائی میں۔ دل کی بصیرت و روشنی کو مواعظ و تقریر اور تلاوتِ قرآن کریم میں تلاش کیا، لیکن وہ آیاتِ قرآنی میں غور و تدبر اور گریہ و زاری کی بدولت کہیں زیادہ حاصل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آپ نے ابلیس لعین سے دریافت فرمایا، کہ میری اُمت میں تیرے دوست کتنے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کی اُمت میں دس قسم کے لوگ ایسے ہیں جو مجھے چاہتے ہیں اور میں بھی انہیں دوست رکھتا ہوں، اور وہ یہ ہیں۔ حاکمِ ستم پیشہ جس کی حکومت جور و استبداد کی بنیادوں پر قائم ہو۔ یہ وہ پندار و غرور کے خمار میں مست دشمنِ رعیت و دوسرے بے لگام دولت مند جسے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہیں کہ مال کہاں سے آتا ہے۔ حلال ذرائع سے یا حرام ذریعوں سے۔ اُسے تو بس ہر جگہ دولت جمع کرنے کی دُھن ہے۔ خواہ اس کے لئے بیکسوں اور غریبوں کا خون چوسنا پڑے۔ کہیں ڈاکہ ڈالنا پڑے، کسی کو دھوکہ دینا پڑے، کسی کا گلا کاٹنا پڑے

کسی کی آبروریزی کرنی پڑے۔ مال کمانے کے بعد پھر اسے یہ بھی فکر نہیں ہوتی کہ اس کی دولت کے مصارف کیا ہیں۔ جائز ہیں یا ناجائز۔ اور کہاں کہاں وہ خرچ ہوتی ہے۔ برمحل یا بے محل۔ بس اندھا دھند لٹانے سے کام ہوتا ہے۔ وہ دنیا دار عالم جو امیروں اور دولت مندوں کو اُن کے جور و ستم کے جھوٹے دلائل گھڑ کے اور غلط بنیادیں فراہم کر کے دیتا ہے۔ اور اُن کی ہر بُرائی کو سندِ جواز عطا کرتا ہے۔ وہ سوداگر جس کی تجارت خیانت دھوکہ جھوٹ اور فریب و مکاری کے ذریعہ چلتی ہے۔ وہ غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرنے والا جو اُس وقت تک غلہ بازار میں نہیں لاتا جب تک قیمتیں چڑھ نہ جائیں۔ درآنحالیکہ بندگانِ خدا ایک ایک دانے کے لئے ترستے رہتے ہیں۔ اور قحط کی سی کیفیت رونما ہو گئی ہوتی ہے۔ وہ زناکار جو شب و روز عیاشی اور بدمعاشی میں مبتلا رہتا ہے اور عصمتوں کا خون کرتا ہے۔ اور وہ سود خوار جس کا معرضِ وجود کسی معاشرہ کے لئے گرگِ خونخوار اور جونک سے کم نہیں ہے۔ اور وہ بخیل تنگ دل جو حلال و حرام ہر طرح مال جمع کرتا رہتا ہے اور کسی بے کس و محتاج کو ایک پائی بھی نہیں دیتا۔ اور وہ مے خوار جسے شراب کی لت پڑ گئی ہے اور وہ دخترِ رز کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو کے رہ گیا ہے ——— پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس سے دریافت فرمایا کہ میری اُمت میں جن سے تیرا یارانہ ہے۔ اُن کا حال تو معلوم ہو گیا۔ ذرا یہ بھی تو بتا دے کہ میری اُمت میں تیرے دشمن کتنے ہیں جن سے تجھے نفرت و عداوت ہے۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ یہ بھی آپ کو بتائے دیتا

ہوں۔ آپ کی اُمت میں بیشتر کردار ایسے ہیں جن سے میری کبھی بنتی ہی نہیں۔ میں سب سے زیادہ خطرناک دشمن خود آپ کو سمجھتا ہوں۔ آپ کی ذاتِ گرامی سے میں ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتا ہوں۔ آپ کی ایک جنبشِ ابرو مجھے لرزہ براندام کر دیتی ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ آپ کا وجودِ اقدس رحمتِ مجسّم اور مرکزِ خیر و صلاح ہے۔ میرا دوسرا دشمن وہ عالمِ دین ہے جو اپنے مقتضیاتِ علم پر عمل بھی کرتا ہے۔ اس کا علم عمل کا آئینہ دار ہوتا ہے تو عمل، علم کے سانچے میں ڈھلا ہوتا ہے۔ اُس کے علم و عمل اور دل و زبان میں کوئی تضاد و تناقض نہیں پایا جاتا۔ میں جہاں بھی اُسے دیکھ پاتا ہوں بید کی طرح خمیدہ ہو جاتا ہوں اور بسا اوقات اُس کا راستہ بھی کترا جاتا ہوں۔ وہ جدھر سے گذرتا ہے میں اُدھر سے نہیں گذرتا۔ بلکہ سمت مخالف سے چل جاتا ہوں۔ اور عالم باعمل کو دیکھ کر میرے حواس باختہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کا وارث و جانشین اور آپ کے نقشِ قدم کا پیرو مخلص ہوتا ہے اور معرکۂ خیر و شر میں مجاہدانہ تیور لئے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ آپ جس انقلابِ عظیم کے داعی ہیں وہ بھی اس انقلابی تحریک کا حامل اور سرگرم مجاہد ہوتا ہے میں اگر اس سے ٹکراؤں تو بجز اس کے کہ میری تحریکِ شرّ و فساد فیل ہو جائے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ میرا تیسرا مخالف حافظِ قرآن ہے کیونکہ وہ اس کتابِ ہدایت کو اپنے سینے میں محفوظ رکھتا ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور جسے اللہ نے آپ کی اُمت کے لئے ایک مستقل نظامِ حیات اور دستورِ زندگی بنا دیا ہے۔ قرآن کریم کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے کی بنا پر چونکہ

حافظِ قرآن کو آپ کے ساتھ ایک گہرا ربط معنوی پیدا ہو جاتا ہے، اور مجھے آپ کے کردار کی جھلک اس میں بھی نظر آتی ہے۔ اس لئے میں اسے دور ہی سے سلام کر دیتا ہوں۔ اور خالصتاً لوجہ اللہ اُجرت و معاوضہ لئے بغیر پنج وقتہ اذان دینے والا بھی میرا مخالف ہے۔ اُس کی اذان سنتا ہوں تو مجھ پر ہول طاری ہو جاتا ہے۔ اذان شروع ہوتے ہی میری سراسیمگی کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ میں ہوش باختہ ہو کر رفتاں و خیزاں میلوں دور بھاگ جاتا ہوں، اور اذان ختم ہونے تک واپس نہیں پلٹتا۔ ایسا مؤذن آپ کے بلالؓ کا مشابہ ہوتا ہے جس کی اذان شوق میری مملکت میں تہلکہ برپا کر دیتی ہے۔ اب آپ پر یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ میرا چوتھا دشمن سوز و گداز اور خلوص و ایمان کا حامل مؤذن ہے۔ میرا پانچواں حریف وہ دردمند اور جذبۂ غمخواری رکھنے والا ہے جو محتاجوں کی مدد کرتا ہے، مسکینوں پر ترس کھاتا ہے۔ یتیموں کی دستگیری کرتا ہے اور بے کسوں کا محسن و ہمدرد بنا رہتا ہے۔ میرا چھٹا دشمن حق کی خاطر عجز و انکساری اور نیازمندی و فروتنی کا مظاہرہ کرنے والا مردِ مومن ہے۔ میرا ساتواں دشمن وہ صالح نوجوان ہے جس کا عہدِ شباب اللہ کی عبادت اور بندگی میں بیت گیا۔ میرا آٹھواں دشمن غذائے حلال پر اصرار کرنے والا ہے جو حرام کا ایک لقمہ بھی اپنے گھر میں کبھی جانے نہیں دیتا۔ میرا نواں دشمن وہ شخص ہے جو اپنے پہلو میں درد و مروت اور شفقت و رحمت سے بھرا ہوا دل رکھتا ہے ان دو دوستوں سے بھی میری دشمنی ہے اور میں انہیں اپنا دسواں دشمن سمجھتا ہوں، جن کی دوستی اور محبت صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ اور میں کسی

نفسانی غرض کو دخل نہیں ہوتا۔ میرا گیارھواں حریف وہ نمازی ہے جو شدت کے ساتھ اول وقت پر جماعت سے نماز ادا کرتا ہے۔ میرا بارھواں دشمن وہ ہے جو سکوتِ شب کی تنہائیوں میں ایسے موقع پر اپنی پیاری نیند چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے۔ جب کہ سارا عالم محوِ خواب و استراحت ہوتا ہے اور ہر طرف ایک سنّاٹا چھایا ہوا ہوتا ہے۔ میرا تیرھواں دشمن وہ تقوےٰ شعار ہے جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء سے اپنے نفس کو بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے۔ میرا چودھواں حریف وہ ہمدردِ بنی نوعِ انسان ہے جو تمام کی خیر خواہی اور ہمدردی میں لگا رہتا ہے اور اپنے سب بھائیوں کے حق میں دعائے خیر کرتا رہتا ہے۔ اور کسی مسلمان بھائی کے متعلق اپنے دل میں کوئی رنجش نہیں رکھتا۔ میرا پندرھواں دشمن وہ مستقل مزاج اور پابندِ اصول مومن ہے جو کبھی اپنے اصول کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ چاہے اس کی وجہ سے نقصانِ عظیم ہی اُسے کیوں نہ پہنچے۔ اور جب وہ کوئی کام شروع کرتا ہے تو اسے برابر نباہتا بھی ہے۔ یہ نہیں کہ جوش میں آکر چند روز کرتا رہا پھر چھوڑ بیٹھا اور ہمیشہ پاک و صاف اور باوضو رہتا ہے۔ میرا سولھواں حریف وہ سخی ہے جس کی داد و دہش اور صدقہ و خیرات سے تمام بندگانِ خدا مُستفید ہوتے ہیں۔ میرا سترھواں دشمن وہ خوش خلق اور ملنسار مومن ہے جو سب سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرتا ہے۔ میرا اٹھارھواں حریف وہ متوکل علی اللہ ہے جو ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ نے جن باتوں کا اُس سے وعدہ کیا ہے اور جن امور کی ضمانت دی ہے انہیں حق سمجھتا ہے اور سعی و عمل کے بعد بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر کرتا ہے۔ جب اللہ نے

رزق کی ضمانت لی ہے تو وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کا حصہ ہر حالت مل کر رہے گا۔ میرا انیسواں دشمن وہ ہمدرد و غم خوار مومن ہے جو اپنے پرائے کا غم کھاتا ہے۔ بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتا ہے۔ دکھے ہوئے دلوں پر مرہم لگاتا ہے اور بے کس و مظلوم کی چارہ جوئی اور یاوری کرتا ہے۔ میرا بیسواں اور آخری دشمن وہ حقیقت شناس مومن ہے جو حیات دنیوی کی بے قدری سے آگاہ ہوتا ہے دنیا کے دنوں کو سرائے فانی تصور کرتا ہے۔ سفر آخرت اور موت کے لئے آمادہ رہتا ہے۔ خوشی سے موت کا خیر مقدم کرتا ہے، اور اللہ کی ملاقات سے شادکام اور فائز المرام ہوتا ہے۔

حضرت وہب بن منبہؓ نے فرمایا ہے کہ توریت میں بعض نہایت ہی عمدہ ہدایات درج ہیں۔ اور وہ یہ ہیں جو عاقبت اندیش حیاتِ دنیوی کے مختصر وقفہ میں سفر آخرت کا زادِ عمل جمع کر لیتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ کے پیار و محبت اور انعام و اکرام کا حق دار بن جاتا ہے۔ جو شخص غیظ و غضب اور بے جا خفگی چھوڑ دیتا ہے وہ ہمیشہ اللہ کے جوار رحمت اور آغوشِ شفقت میں مسرت مدام اور عشرت بکنار رہتا ہے۔ دنیائے فانی کے عیش و راحت کا خیال جس کے دل سے نکل جاتا ہے وہ ہنگامۂ محشر کی دار و گیر اور عذاب سے مامون و محفوظ رہتا ہے۔ بغض و حسد کی کدورت اور کینہ و کپٹ کے زنگ سے جس کا آئینۂ دل پاک و صاف ہوتا ہے، حشر کے دن سب کے سامنے اللہ کی جانب سے اس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے اور ہر طرح اس کی عزت افزائی اور تعریف و توصیف ہوتی ہے۔ جو شخص جاہ و منصب اور ذاتی اقتدار

کی چاٹ جسے نہیں ہوتی، وہ قیامت کے دن شہنشاہ کائنات کا مقرّبِ
خاص بن جاتا ہے۔ جو شخص فضول باتوں سے اپنی زبان کو بچاتا ہے، اور
فضول کاموں کے نزدیک پھٹکتا نہیں، وہ اللہ کے نیک بندوں میں شمار کیا
جاتا ہے، اور آخرت میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جو مردِ سعید
دُنیا میں لڑائی جھگڑے سے دُور رہتا ہے وہ روزِ جزا، کامیاب و کامران
اور فائز المرام ہو کے جنّت میں داخل ہوگا۔ جو فیاض، بخل و کنجوسی اور
تنگ ظرفی کے رذائل سے اپنے دامنِ جود و سخا کو محفوظ رکھتا ہے، اُس کا
ذکرِ خیر داورِ محشر کے سامنے علانیہ ہوگا۔ دُنیائے فانی کے عارضی رنج و راحت
کی پرواہ کئے بغیر دینِ حق کی خدمت اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں جو شخص
مصروفِ عمل رہتا ہے، وہ آخرت میں ایسی راحتوں اور مسرّتوں سے بہرہ مند
ہوگا جنہیں اُس کی آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں، اُس کے کانوں نے سُنا تک
نہیں، اور جن کا تصوّر بھی وہ دُنیا کی زندگی میں نہیں کر سکتا اور بہشت کی نعمتوں کو
پا کر وہ شاد و بامراد ہو جائے گا۔ دنیا میں جو مومن حرام کاموں اور شبہتوں سے
محفوظ رہے گا وہ آخرت میں انبیاء اور پیغمبروں کے ساتھ رہے گا۔ جو
شخص اپنی نگاہوں کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی دید سے داغدار نہ کرے گا،
جنّت میں اللہ تعالےٰ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے گا اور ایسی نعمتیں
اُسے حاصل ہوں گی جن کی بدولت اس کی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور نصیب
ہوگا۔ جو مومن دنیا کی دھن دولت میں اپنے دل کو نہ اٹکائے اور سیم و زر
کے انبار کو بھی پائے استحقار سے ٹھکرا کر راہِ حق کے فقر و فاقہ کو ہنسی خوشی

گوارا کرلے، اس کا شمار آخرت میں انبیاء اور اولیاء میں ہوگا جن کی ہم نشینی سے اُسے بے پایاں مسرت وشادمانی حاصل ہوگی۔ جو شخص دنیا میں اللہ کے محتاج بندوں کے کام آئے گا، اُن کی ضرورت پوری کرے گا اللہ اس کی مرادیں بر لائے گا۔ اگر کسی کو کنج لحد اور گوشۂ قبر میں مونس و غمخوار کی ضرورت ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ ظلمتِ شب کی خلوتوں میں بستر عیش اور خواب راحت کا لطف چھوڑ کر اٹھ بیٹھے اور نماز تہجد ادا کرے۔ جس کو رحمان و کریم کے عرش عظیم کا سایۂ رحمت، محشر کی تپش و حرارت کے موقع پر مطلوب ہو، وہ اپنے دامن حزم و احتیاط کو ہمیشہ معصیت سے بچائے رکھے۔ جس کی یہ مرضی ہو کہ روزِ حساب اُس سے باز پرس نہ ہو، یا آسان حساب کیا جائے تو اُس کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس اپنے رب کے بندوں اور پوری نوعِ انسانی کے ساتھ ہر معاملہ میں خیر خواہی کرتا رہے۔ جس کی تمنا ہو کہ فرشتے اس کی زیارت وملاقات اور اس کی پابوسی کو حاضر ہوں وہ نیکی کے سدابہار پھولوں سے اپنے دامانِ حیات کا آنچل سجائے رکھے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بہشتِ بریں کے مرکزِ اعلیٰ میں فروکش رہے، اُسے چاہیئے کہ وہ شب و روز ذکرِ خداوندی میں ہمیشہ رطب اللسان رہے اور زندگی کا کوئی لمحہ اُس پر ایسا نہ گذرنے پائے جس میں وہ خدا سے غافل ہو۔ اگر کوئی خوش نصیب بغیر حساب کتاب اور بلا جائزہ اعمال فردوس بریں میں داخل ہونا چاہے، وہ گناہوں سے خالص توبہ کرلے اور توبہ کر چکنے کے بعد پھر کبھی برائیوں اور گناہوں کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ جسے دولتِ باطن،

غنائے قلب اور دل کی بے نیازی مطلوب ہو، اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ کی
تقسیم پر راضی ہو جائے۔ اللہ نے اسے جو کچھ بخشا ہے اُس پر قناعت کر
لے، اور دوسروں کے سروسامان دیکھ کر اُس کا دل للچائے نہیں۔ اللہ کے نزدیک
عالم و فاضل اور فقیہ و دانشور وہی سمجھا جاتا ہے جو علم کے ساتھ عمل بھی کرے
جس کے دل میں خدا کی خشیت ہو۔ جو خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی بندگی
کرتا ہو، اور جس کی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔ کوئی شخص اس وقت
تک حکیم باخبر نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام علومِ دین میں مہارتِ تامہ
نہ رکھتا ہو۔ لوگوں کی ایذا رسانی سے کوئی محفوظ و سلامت رہنا چاہتا ہے تو
وہ سب کو بھلائی کے ساتھ یاد کرے اور کسی کا ذکر بُرائی کے ساتھ ہرگز نہ کرے
اور اس امرِ واقعہ سے عبرت اندوز ہو جائے کہ اس کی تخلیق کس قدر حقیر شے
ہوئی ہے لیکن اس کا مقصدِ تخلیق کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس کا حصول اس
کے لئے نہایت ضروری ہے۔ دنیا و آخرت میں کوئی اپنے سر پر تاجِ مجد و
شرف رکھنا چاہتا ہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ وہ آخرت کو ہمیشہ دُنیا پر ترجیح
دیا کرے اور کبھی دُنیا کے لئے دین و آخرت کو چھوڑنے کا نقصانِ عظیم گوارا نہ
کرے۔ جو شخص بہشت بریں اور اس کی نعمتوں کو حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ اپنی
عمرِ عزیز کے لمحوں کو دُنیا کی بُرائیوں میں ضائع نہ کرے اور حصولِ جنت کے
لئے جود و سخا اور صدقہ و خیرات کی ضرورت ہے اس لئے کہ سخی بہشت بریں
سے قریب ہے اور دوزخ سے دُور ہے۔ جو شخص اپنے دل کو ایمان کی تجلی
سے معمور کرنا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ کائنات کی بوقلمونیوں اور آفاق و

نفس کی کارروائیوں کے بارے میں غور و تدبر کرتا رہے جس کو مصائب و
مشکلات پر صبر کرنے والے جسم کی ضرورت ہو، ہر وقت خدا کو یاد کرنے والی
زبان کی حاجت ہو اور اللہ سے ڈرنے والا قلب اگر مطلوب ہو، اُسے چاہیے
کہ وہ اپنے تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے ہمیشہ بارگاہِ
مجیب الدعوات میں دعائے خیر و مغفرت کرتا رہے اور ساری نوعِ انسانی
کی ہدایت کے لئے دربارِ الٰہی میں صدقِ دل اور خلوص و نیازمندی کے ساتھ
مصروفِ دعا رہے۔

استغفار

جب تو دیکھے اپنے اوپر بلا اور تکلیف، تو پکڑ یہ نعمت رب کی
بعد اپنے رب سے استغفار کر کیونکہ گناہوں کے سبب یہ بلائیں آتی ہیں۔

میں نے اپنے شیخ کو دیکھا کہ آخر شب میں ہر دو رکعت تہجد کے بعد
سجدہ میں بہت رویا کرتے تھے اور مناجات اللہ تعالیٰ سے دیر تک گویا
عرضِ راز و نیاز کیا کرتے تھے۔

عاشقوں کی سجدہ گاہ جب اُن کے آنسوؤں سے تر ہوتی ہے، تو
آسمان کو باوجود اپنی رفعت و بلندی کے اس حصہ زمین پر رشک آتا ہے۔

جو سالک حق تعالیٰ کے راستے کو قطع کرنا چاہتا ہو اُسے لازم ہے
کہ وہ ہر گناہ سے صدقِ دل سے توبہ کرے۔ جب حق تعالیٰ کے راستے
میں گناہ رکاوٹ ہیں تو سالک پر ہر گناہ سے توبہ کرنی لازم ہے ورنہ اس راستے
میں ترقی کے بجائے تنزل شروع ہو جاوے گا۔

اے خدا کے بندے اگرچہ تو گناہوں میں غرق ہو لیکن خبردار حق تعالیٰ

کی بخشش سے نا اُمید مت ہونا۔ جب تو اُس سُلطانِ حقیقی غفار الذنوب سے معافی طلب کرے گا اور صدقِ دل سے توبہ کرے گا، تو اپنی توبہ کو تمام گناہوں کا مٹانے والا پائے گا۔

جو شخص توبہ کرتا ہے تو ربِ غفور الرحیم اُس کے تمام قصور معاف کر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ہم سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جب تم توبہ کرو گے تو نیک اور پارسا ہو جاؤ گے۔

قبولیتِ توبہ کے لئے یہ راز بھی جان لو کہ اس وقت رونا یا رونے والوں کی نقل کرنا بہت کام آتا ہے۔

گناہ کر کو ندامت دُور کرتا ہے اور توبہ کر کو پھر ندامت قریب کر دیتی ہے۔ توبہ کے وقت جب گریہ وزاری کرو، تو یہ ارادہ اور عہد بھی کرنا ضروری ہے کہ اب آئندہ یہ گناہ نہ کریں گے

اگر زبان سے تو توبہ ہو، اور دل میں گناہ کرنے کا ارادہ بھی ہو تو یہ توبہ نہیں ہے۔ توبہ کے لئے عزم علی التقویٰ بھی ضروری ہے کہ اب آئندہ گناہ نہ کریں گے۔ وقتِ توبہ خوفِ جگر کے ساتھ رونے سے خوشنودی رحمت سے ہٹے گا ہے۔

ندامت کے سبب جو آنسو گنہگاروں کے سجدوں میں گرتے ہیں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ وہ آنسو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کئے جاتے ہیں۔

غضب اور غصّہ

اگر تجھے کسی خطاکار پر غصہ آگیا تو فوراً حق تعالےٰ کے قہر اور غصّہ کو یاد کر۔ اگر تُو نے آج حق تعالےٰ کے بندوں کی خطاؤں کو معاف کیا تو میدانِ محشر میں دونوں جہان کے مالک سے تو بھی معاف پائے گا۔

یاد کرو اپنے گناہوں کو کیونکہ گناہوں کی یاد غصّہ کو فرو کرنے والی ہے۔ خدا کے نیک بندوں کو یہ غصہ زیب نہیں دیتا۔

کاظمین الغیظ کی آیت تلاوت کرو کہ حق تعالےٰ نے نیک بندوں کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ لوگ غصّہ کو پی جاتے ہیں (غصّہ ان کو نہیں پی سکتا)۔ پس مخلوق کی خطاؤں کو معاف کر دیا کرو۔

اپنے اُوپر تکالیف برداشت کرنا اور دوسروں پر مہربانی کرنا پیغمبروں کی سُنّت ہے۔ اگر روزِ محشر تُو خدا سے عفو چاہتا ہے تو خدا کی مخلوق کے ساتھ تو اُن کی خطاؤں کو معاف کرنے کی عادت ڈال لے۔

جب یہ خطا کار اپنے قصور کی معافی اور رحم کو محبوب سمجھتا ہے تو پھر جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا چاہئے، نہ کہ دوسروں کے لئے غضب اور غصّہ کو روا رکھیں۔

جب کسی مخلوق پر تجھے غصّہ جوش کرے تو اپنے غضب کی تلوار کو اُن کے حلق سے دُور کرلے۔ یعنی جس پر غُصّہ جوش کر رہا ہے اُس سے دوسری جگہ چلے جاؤ یا اُس کو اپنے سے دُور کردو۔ اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ یعنی جس حالت میں ہو اُس کو تبدیل کردو۔ اگر تم غضب کو

ٹھنڈا کرنا چاہتے ہو تو حالتِ غضب میں اپنے چہرہ اور سر پر سرد
پانی ڈالو۔ تاکہ تم اپنے قہر کی آگ کو بجھا سکو۔

اپنے قہر کو حق تعالیٰ شانہ کے قہر کی یاد سے مغلوب کر دو۔
تاکہ میدانِ محشر میں حق تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو جاؤ۔

کسی شیخ کامل کے پاس حاضر ہو کر اپنی اس بیماری کو بیان کرو۔
تاکہ اس کے فیض سے ان ہدایات پر عمل کرنے کی ہمت حاصل ہو۔

شہوتِ نفسانی

تیرے نفس کی خواہش تجھے بلا میں مبتلا کرتی ہے اور اسی سبب
سے تو گناہوں کے کنویں میں گرتا ہے۔ ہر گناہ کی علت یہی شہوت
ہوتی ہے۔ اور ہر نفس کی سرکشی کا سبب یہی شہوت ہے۔

اگر شہوت کی آگ کو تو نے اس طرح بھڑکنے دیا تو انجام کار تو دین
سے خالی ہاتھ ہو جاوے گا۔

تقویٰ کیا ہے؟ شہوت کو ترک کر دینا۔ یہی شہوت جو ہمارے
اندر ترک ہی کرنے کے لئے دی گئی ہے تاکہ ہم متقی بن جائیں۔

یہ انسان نورِ تقویٰ کب پاتا، اگر اپنے دل میں شہوت کا مادہ
نہ پاتا۔ یعنی جب خواہش ہی گناہ کی نہ ہوتی، تو ترکِ خواہشِ گناہ کیسے
کرتا، اور یہ مجاہدہ اور مجاہدہ کا انعام کیسے حاصل کرتا۔ اسی حکمت کے
سبب سے انسان میں شہوت رکھی گئی ہے۔ تاکہ محنت اور مجاہدہ،
ترکِ شہوت سے اٹھا کر قربِ حق کا انعام پاوے۔ وہ قربِ حق کی

نعمت کی قدر اسی محنت اور مجاہدے کے بعد ہی ہوا کرتی ہے اور نفس
و مومن کا فرق بھی اسی امتحان و مجاہدے سے ہوا کرتا ہے۔

بُری خواہشات کو ترک کرنے سے جگر پُرخون اور دل صدمے سے
چور چور ہو جاتا ہے۔ لیکن یہی تو ہماری بات ہے عشقِ حق کو تیز تر کرتا
ہے۔ ترکِ شہوت دل کو توڑ دیتا ہے۔ لیکن یہی ٹوٹے ہوئے دل
خدا سے قریب تر ہوتے ہیں۔ اور اسی مجاہدہ کا ثمر بندہ کو اللہ سے
جوڑ دیتا ہے۔ ترکِ خواہشات سے نفس سمجھتا ہے کہ میرا سامانِ عیش
چھن گیا لیکن یہی بے سامانی اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آغوش میں
رکھ دیتی ہے۔ ترکِ شہوت اگر تو دنیا میں کرے گا، تو اسی جہان میں تو
خدا کو پا لے گا۔

جو شخص تارکِ شہوت ہوتا ہے وہ اپنے کو ہر آفت سے نجات
اور خلاصی دلاتا ہے۔ اور جو دنیا میں شہوت پرستی کرتا ہے پس اس کی
زندگی دنیا ہی میں دوزخ والی ہو جاتی ہے۔

نارِ شہوت نارِ دوزخ سے تعلق رکھتی ہے جس طرح درخت کے
تنے سے شاخوں کا تعلق ہوتا ہے۔

ترکِ خواہش آسان نہیں ہے۔ ورنہ اے خدا کے بندے، ہر
شخص جو شہوت پرست ہے، تارک ہو کر ولی ہو جاتا۔

پس سنت اللہ یہی ہے یعنی خدا تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ
اللہ والوں کی صحبت ہی میں جا کر نعمت یعنی تقویٰ کی دولت ملتی ہے۔ پس

کسی شیخِ کامل کو اپنا رہبر و معالج بنا لو۔ اور اُس سے فیض حاصل کرو۔

بدنگاہی سے اجتناب

اچانک نظر معاف ہے مگر ایک نظر اچانک کے بعد پھر دوسری بار دیکھنا حرام ہے۔ جو سالک بدنگاہی کرتا ہے وہ سالک نہیں، محض عیش بازی کرنے والا ہے۔

جو شخص کسی لڑکے یا اجنبی عورت کو بدنگاہی سے دیکھتا ہے وہ نور سے نکل کر تاریکی کے کنوئیں میں جا گرتا ہے یعنی نورِ قرب چھن جاتا ہے دل کا نور بدنگاہی سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور بدنگاہی کرنے والے کا دل اندھا ہو جاتا ہے۔ تقویٰ کا نور ختم ہو جاتا ہے اور بدنگاہی اُن مردہ لاشوں تک سے باقی ہے جن کو تو گھورتا رہتا ہے۔

پرہیز کرو بدنگاہی سے، کیونکہ تقویٰ اور فسق دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ بدنگاہی کرنے والا اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی دوستی کے لئے تقویٰ کو شرط ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ ہمارا دوست کوئی نہیں مگر متقی بندوں کے۔

بدنگاہی کرنے والا حق تعالیٰ شانہٗ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُن کے دوست کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ اے اللہ کے بندے تو بدنگاہی کرتا ہے تو اپنے آپ کو تقویٰ سے دور لے جا رہا ہے۔ تو نافرمانی کا نام عشق رکھتا ہے۔ پس تو اپنے کو دھوکہ دے رہا ہے کہ فسق کو عشق سمجھتا ہے۔ مشرق کو جانا اور مغرب رُخ کرتا ہے تو مغرب کی

طرف پہنچ سکتا ہے؟ جب شریعت میں بدنگاہی کو فسق قرار دیا گیا، تو کیوں یہ فسق تیری نظر میں عشق بن رہا ہے۔

کوئی فاسق اولیاء اللہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس فعلِ بدنگاہی سے سے دوست توبہ ضروری ہے۔ جب تک تیرا دل غیر اللہ سے پاک نہ ہوگا، تو اللہ کا ولی نہیں بن سکے گا۔

جو شخص اپنی زندگی کے ایک بڑے حصے کو گناہوں میں تباہ کر چکا ہو، اور بدنگاہی اور عشقِ مجازی وغیرہ میں مبتلا رہنے سے اس کی توبہ بار بار ٹوٹتی رہی ہو، اور زندگی کے تمام ایام اس پر تلخ ہو رہے ہوں اور دل سے اپنی اصلاح کا فکرمند ہو مگر شہوات کے دلدل سے نہ نکل پا رہا ہو، اور ارتکابِ جرائم بدنگاہی وغیرہ سے اس کی روحانیت تباہ اور اس کا مزاجِ شاکی بن چکا ہو، اور تعلق مع اللہ سے یکسر جدا ہو کر نیکیوں سے بیزار ہو چکا ہو مسلسل ناشکری اور بدعہدی سے اور مسلسل نافرمانیوں کی ظلمت و وحشت سے اس کی دنیا ہی تنگ بن گئی ہو اور وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا (جو شخص میری یاد سے اعراض کرے گا، اس کی زندگی کو تنگ کر دوں گا) کی پوری پوری تلخی محسوس کر رہا ہو، اور اس صدمے سے تنگ آ رہا ہو، اس شخص کو چاہیے کہ تبلیغ کے کام میں کچھ وقت لگائے۔

اخلاقِ رذیلہ

اے اللہ کے بندے! اگر تو اخلاقِ رذیلہ میں گرفتار رہے گا اور

اصلاح کی فکر و اہتمام میں مجاہدہ نہ کرے گا تو تیری زندگی خود دوزخ اور عذابِ سرمدی بن جائے گی۔ اخلاقِ رذیلہ ہی دوزخ کا سرمایہ ہیں، اور اخلاقِ رذیلہ ہی محبوبِ حقیقی کے راستہ میں رکاوٹ ہیں۔

جب تیری کوئی بری عادت جڑ پکڑتی ہے تو اس بری عادت کو دور کرنے والے ہی پر تجھے غصہ آتا ہے۔ جب تیرے برے اخلاق کے خلاف کوئی نصیحت کرتا ہے تو تجھے اس ناصح ہی سے سخت کینہ پیدا ہوجاتا ہے حالانکہ تجھے اس کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

بارہا تو اپنی بری عادتوں سے ذلیل ہوا۔ لیکن تو ایسا بے حس ہے کہ تجھے احساس ہی نہیں ہوتا۔

بری عادت کا درخت تو مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کا اکھاڑنے والا روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے (بوجہ زیادتی عمر کے)۔ تو جلد تبر ہاتھ میں لے اور مردانہ وار حملہ کر دے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ اور اگر اتنی ہمت نہیں کہ نفس کو توڑ سکے تو اپنے خارِ رذیلہ کو کسی اللہ والے کی صحبت کے پھولوں سے ملا دے اور اس یارِ باوفا کے نور سے اپنی نارِ شہوت کو بجھا دے۔

تاکہ نورِ او کُشد نارِ ترا   وصلِ او گلشن کند خارِ ترا

تاکہ اُس اللہ والے کا نور تیری نارِ شہوت کو مغلوب اور کمزور کر دے اور اُس کی صحبت کی برکت تیرے خار کو گلشن بنا دے اور تجھے اللہ کے ذکر پر لگا دے۔

گریہ وزاری

وہ شخص کس قدر خوش قسمت ہے جو اپنے رب دو جہاں کے سامنے بیٹھا ہو۔ اس کی یاد میں آہ و فغاں کرتا ہے۔

اے اللہ کے بندے! اپنے گریہ کے آنسوؤں میں خونِ دل بھی برسادے تاکہ تجلیات کا قرب ظاہر باطن مشاہدہ کرے۔

جس جگہ کوئی عاشق سجدہ میں روتا ہے۔ وہی قطعہ زمین اس عاشق حق کے لئے حریمِ بارگاہِ حق بن جاتا ہے۔ ندامت سے گنہگار کے آنسو سجدہ کی حالت میں شہیدوں کے خون کے برابر وزن کئے جاتے ہیں۔ جو شخص کہ اپنے کو مثلِ ناگنہگار اور حقیر سمجھتا ہے اور اس احساس سے زار زار روتا ہے اور لطفِ حق اس کی زاری و دردو جوش میں آتا ہے اور یہ بندہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

جو شخص عشقِ حق سے روتا ہے۔ اس کی آنکھیں دوسری سینکڑوں آنکھوں کی سرداری کرتی ہیں۔ اور حق تعالیٰ کی ستاری اپنی کرامت سے گریہ وزاری کرنے والے بندے کے عیوب کی پردہ پوشی پر وقف کرتی ہے۔ رحمتِ حق اس کے عمل سے صرف نظر کرتی ہے اور اپنے لطف و کرم کی بارش اس کے سر سے پاؤں تک کرتی ہے۔

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی یہ رحمتیں درحقیقت حق تعالیٰ ہی کی صفات کا خاصہ ہیں۔

اے کاش میں حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے غم میں خوب روتا

اور رات دن اس کی جدائی کے غم میں نالہ کرتا۔

عشق نالہ ہائے پُرخون کرتا ہے اور عقل کو حیران اور مجنون کرتا ہے۔

زمین پر جب عاشقانِ حق روتے ہیں تو آسمان پر ستارے ان آنسوؤں کی عظمت سے محوِ حیرت ہو رہتے ہیں۔

جو شخص دردِ دل سے آنسو برساتا ہے، وہ دراصل اپنے دل کے لیے عشق کی آگ کا سامان کرتا ہے۔

حقیقی اور پختہ توبہ

اے اللہ کے بندے! مردانہ وار توبہ کر کے ہوشیار ہو جا، اور حق تعالیٰ کے راستے میں قدم رکھ دے۔ کب تک ندامت سے دور ہو کر گناہ کرتا رہے گا۔ حالانکہ اپنے عمل کے ایک ایک ذرے کو قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال میں موجود پائے گا۔

اپنے باپ سیدنا آدم علیہ السلام سے سبق سیکھ کہ انہوں نے اپنے قصور سے کس طرح توبہ کی اور اپنے رب کے سامنے جھک کر گڑگڑا کر وہ منصب حاصل کیا۔ جو لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل اور اولاد ہیں، وہ بھی اپنے باپ کی تقلید کرتے ہوئے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کہتے ہیں۔

بغیر توبہ کے جو زندگی بسر ہو رہی ہے، وہ خود وبالِ جان ہے کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو ہماری نافرمانی کرتا ہے، ہم اس کی زندگی کو تنگ کر دیتے ہیں۔ اور ندامت نہ ہو

موتِ عاجلہ کے مترادف ہے۔

سجدہ گاہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کرو، فریاد کرو کہ اے خدا مجھ کو خیاناتِ فاسدہ سے رہائی عطا فرما۔ کیونکہ توبہ کے آنسو معاصی کی تمام برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور گناہوں کے پرانے زہر کو بھی مثلِ شکر کر دیتے ہیں۔ توبہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ تیری سیئات کو حسنات سے تبدیل فرما دیں گے تاکہ تیرا گذرا ہوا زمانہ ماضی یعنی نافرمانی کا زمانہ سب کا سب اطاعت میں شمار کیا جاوے۔

خبردار! توبہ کے سہارے پر گناہ کی ہمت مت کرنا کہ توبہ کرکے پھر پناہ میں آجائیں گے۔ کیونکہ استغفار و توبہ کی توفیق تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ گستاخی اور مسلسل سرکشی کی نحوست سے توفیقِ توبہ سلب کر لی جائے۔ ذوقِ توبہ ہر ہر مست کا حصہ نہیں ہے۔

اس اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسخِ صورتِ ظاہری کا عذاب تو معاف کر دیا گیا ہے مگر مسخِ عقل و فہم اور مسخِ صحتِ و سلامتیِ قلب کا عذاب جاری ہے۔ ایسے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ اور سچے دل سے ایسی پختہ توبہ کرو کہ شیطان کا مکر و فریب تم پر نہ چل سکے۔

عاشقِ حق کی آہ

عشق کے لئے بجز آہ کوئی سامان نہیں۔ اور دردِ عشق کا بجز آہ کوئی درماں نہیں۔ آہ سے اللہ تعالیٰ کا کمال قُرب نصیب ہوتا ہے

آہ جب عاشقِ حق کے دل سے نکلتی ہے تو ایک ہی سانس میں اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہے۔ راہِ حق میں آہ کو حاصلِ عشق سمجھو۔ اور آہ کو اللہ تعالیٰ سے واصل سمجھو۔

جو شخص آہ کرتا ہے وہ عاشق ہوتا ہے۔ آہ اُس کے عشق پر گواہ ہوتی ہے۔ انابت (توجہ الی اللہ) کا کمال آہ ہے۔ پس اے عاشقؔ! آہ پیدا ہونے کے لئے گریہ وزاری کر۔

حق تعالیٰ کی رحمت کے دروازہ جب کوئی دربان مقرر نہیں تو سمجھ لو کہ عاشقانِ حق کی آہ کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں کوئی محرومی نہیں ہو سکتی۔ اور آہ کو رسائی منزل تک اذنِ عام حاصل ہے۔ اور یہ اذنِ عام ہر شخص کو ہے۔

اگر بلبل کا نالہ بے اثر ہوتا تو پھول اندر اندر کیوں چٹک جاتا۔ اسی طرح عاشقِ حق کی آہ بھی کبھی بے اثر نہیں ہوتی۔

ہر شخص کی آہ کا مقدار الگ ہے۔ کیونکہ آہ دل سے نکلتی ہے اور ہر دل کی قیمت دوسرے دلوں سے الگ الگ ہے۔ اور یہ قیمت ہر دل کے دردِ محبت کے اعتبار سے ہے۔ وزن کی قیمت جسم یعنی آب و گل کے وزن سے نہیں۔ اسی سبب سے انبیاء اور اولیاء کی آہوں کا فرق بارگاہِ کبریائی میں اُن کے مراتب کے مطابق ہے۔

آہ اُسی وقت نکلتی ہے جب دردِ محبت سے دل معمور ہوتا ہے۔ اور مضطر کی آہ قسمت اور نصیب کا اختر (ستارہ) ہوتی ہے۔

اجتناب از صحبتِ بد

خبردار! ہرگز دو کو اپنا رفیقِ صحبت نہ بناؤ۔ دو جو نادانستگی سے غفلت کی نیند سو رہے ہیں اُن کو آگاہِ حق نہ سمجھیں۔

بُرے ساتھی سے تنہا رہنا اچھا ہے۔ اے عزیز شخص ہمیشہ کسی نیک ساتھی کو ڈھونڈ۔ ہاں اگر تیرے ساتھ دوستی اور ہمدردی کا اظہار بھی کرے تو تو اُس سے ہوشیار رہو اور دور رہو۔ کیونکہ اس کی دوستی کا بھی بُرا ہی ہوگا۔ کسی دانا کا قول ہے "دشمنِ خردمنداں بہ از دوستیِ نادان" یعنی نادان دوست سے عقلمند دشمن اچھا۔

چونکہ بُرا ساتھی بہت بُرے دوست ہے۔ اس لئے ہمیں خدا پاک بے نیاز کی عزت اور عظمت و جلال کے صدقے بُرے ساتھی سے پناہ مانگنی چاہئے۔ کیونکہ زہریلا سانپ اپنے ڈسنے سے جان لے لیتا ہے اور بُرا ساتھی کٹھن تکلیفیں پہنچا دیتا ہے۔

جو مرنے والا اپنے وجود زندگی ہی کو حق تعالیٰ کی رضا کے لئے مٹا دے۔ اور اس مقصد کے لئے کسی مردِ کامل سے وابستہ ہو جائے اس سے اللہ میاں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

افسوس ہے اُس شخص پر جو زندہ ہوتے ہوئے مُردوں سے صحبت رکھتا ہے یعنی جو خود نیک ہو کر کسی بُرے ساتھی کی ہمنشینی سے اپنی سعادت کو تباہ کر بیٹھا۔ اور حقیقی زندگی سے محروم ہو کر غفلت کی موت سے مُردہ ہو گیا۔

صحبتِ اہلِ دل

اے طالبِ حق تو اہلِ دل اور اہلِ نظر کا دامن جلد پکڑ لے۔ اہلِ دل وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے دل کو حق تعالیٰ کی محبت میں فدا کر دیتے ہیں یعنی اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع کر دیتے ہیں اور دل اُس ذاتِ پاک کو دیتے ہیں جو دل عطا کرنے والی ہے۔

دل کے سُلطان کے سوا کسی کو دل نہ دینا چاہیئے اور وہ سُلطان حق تعالیٰ شانہ ہیں، اور ایسا دل کا حاصل ہوتی ہے۔

اگر تم اہلِ نظر کو دیکھنا چاہتے ہو، تو اُنھیں کو دیکھو جو اہلِ دل ہیں۔ کیونکہ اہلِ دل ہی اہلِ نظر کہلاتے ہیں۔

کافر خواہ کتنا ہی اپنے کو محقق اور سائنس داں اور اہلِ فکر و اہلِ نظر کہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو مثل بہائم بلکہ جانوروں سے بدتر قرار دیا ہے تو وہ اہلِ نظر کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور ہے اگرچہ وہ سینکڑوں نظرِ تحقیق کا مدعی ہو، اہلِ نظر نہیں ہو سکتا۔

جو بندہ اپنے مالک و رب حق کی رضا پر نظر رکھتا ہے، یہی سچ ہے دوستو وہی اہلِ نظر کہلانے کا صحیح مستحق ہے۔

اللہ والوں کی صحبت ایک مدت تک اختیار کرنے سے تجھے اہلِ دل اور اہلِ نظر بنا دے گی۔ اہل اللہ اہلِ دل کی صحبت اور دوستی تجھے خدا تک بحر و بر تک پہنچا دے گی یعنی تجھے بھی اللہ والا بنا دے گی۔

عارف کا حق تو زندہ لوگوں پر ہوتا ہے، اور جس نے کسی اللہ والے سے

صحبت نصیب نہیں کی، وہ دراصل مُردہ ہے۔ اور مُردہ اگرچہ سینکڑوں
اپنے پاس رکھتا ہو، کچھ نفع نہیں۔ اور بغیر صحبتِ اہل اللہ کے سچی اور
حقیقی زندگی نہیں عطا ہوتی۔

انڈا چاہے کتنے عرصہ تک پڑا رہے، مُردہ ہی رہتا ہے۔ لیکن
جب مُرغی کے پروں میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کی گرمی سے اکیس
دن کے بعد زندہ ہو جاتا ہے۔ غنچہ، کلی سے خوشبو کب ظاہر
ہوتی ہے، جب بادِ سحر اس کو چھوتی ہے، یعنی اس کی صحبت سے
اس کی اندرونی صلاحیت روشن ہو جاتی ہے۔

اے طالب! تیری رُوح بھی مثل غنچہ کے ہے۔ اور تیرے اندر
حق تعالیٰ کی محبت کا درد پنہاں ہے۔ جب تو کسی اہل اللہ کی صحبت
میں اپنے کو سپرد کر دے گا، تو وہ اہل اللہ مثل بادِ سحر تیری کلی شگفتہ کر
دے گا، اور وہ پنہاں درد ظاہر ہو جاوے گا۔

دلِ ازل سے تھا، کوئی آج کا شیدائی ہے؟
تھی جو اِک چوٹ پرانی، وہ اُبھر آئی ہے۔

اگر تو نے کسی راہبر کا دامن نہ پکڑا، تو تیری کلی ہمیشہ ناشگفتہ
رہے گی، اور تو گُلِ تر نہ بن سکے گا۔ تیری عمر اگر بے رفیق اور بے شیخ
کے گزرتی تو تیرے دین کا جمال وہ کمال نہ پا سکے گا۔

سینکڑوں علم اور سینکڑوں فن اگر تو اپنے اندر رکھتا ہے، مگر
بے رفیق اور بے شیخ ہے تو پھر بھی گمراہ ہی رہے گا۔ یعنی خدا تک

واصل نہ ہوگا، ورنہ نفس کے رذائل سے بچ نہ سکے گا۔

غنچہ یعنی کلی شگفتہ ہو کر جب پھول بن جاتی ہے تو گلشن میں اس کی قدر و منزلت در شان و شوکت در اصل اسی نسیم سحری کے فیض کا صدقہ ہوتا ہے جو چمن میں اسے حاصل ہوا تھا۔ اور جس کی صحبت نے اس کو غنچہ سے گلِ تر بنا دیا تھا۔

ہمارے یہ قلب جو درد اور نور سے بھرے ہوئے ہیں۔ اے اللہ کے بندے۔ سمجھ لے کہ یہ سب بزرگوں کا ہی صدقہ ہے۔

فوائدِ صحبتِ نیک

کاملین کی صحبت سے ہی کامل بنتے ہیں جس طرح ابرِ بہار باغ کو خنداں کر دیتا ہے۔

سنت کا راستہ جماعت کے ساتھ رہنے اور صحبت سے طے ہوتا ہے۔ جس طرح ایک نئے گھوڑے کو چابک سواری کے لیے پرانے گھوڑوں کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح بغیر تربیت کے وہ نیا گھوڑا آسانی سے اور جلد پرانے گھوڑوں کی خوش رفتاری کی مشق کر لیتا ہے۔

کسی اللہ والے کو ڈھونڈو اور اس سے دوستی محبت فی اللہ پیدا کرو۔ اگر ایسا کرنے میں تم کامیاب ہو گئے تو ان شاء اللہ تم بھی اہل اللہ میں سے ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صحبت مثل کیمیا ہے کہ فرش کو

عاجزی بلند کرتی ہے یعنی مرتبہ کو بلند کرتی ہے اور جب ان کی
نظروں میں یہ حقیقت ہوتی ہے کہ ذاتِ کبریائی ہی قدر و بابرکت ہوگی۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یک زمانہ صحبت با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک زمانہ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر دینی تعلیم حاصل کرنا سو برس کی عبادت بے ریا سے بہتر ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند   صحبتِ طالح ترا طالح کند

نیک انسان کی صحبت تجھے بھی نیک بنا دیتی ہے۔ اور بُروں کی صحبت تجھے بھی بدکار بنا دے گی۔ ایک انار کے درخت کی شاخ کے ساتھ کریلے کی شاخ لگ گئی اور باہم متصل ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام پھل انار کے، کریلے کی تلخی سے تلخ اور کڑوے ہونے لگے۔ یہ صحبت کا اثر ہے۔ جو شخص کہ مقبول بندوں کی صحبت میں رہتا ہے گر آتش کدہ میں بھی ہے تو وہ بھی اُن کے حق میں باغ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پاک اور مقبول بندوں کی محبت کو اپنی جان کے اندر پیوست کر لو اور اپنا دل کسی کو مت دو، سوائے اُن کے جن کے دل خدا کی محبت سے سرشار رہیں۔

اے اللہ کے بندے! تیرا دل تجھے اہل دل کی مجلس کی طرف کھینچتا ہے۔ مگر تیری خاکِ تن کے تقاضے (خواہشاتِ نفسانیہ) تجھے

کیفیتِ قلبی

بے قراریِ دل کی فصل و بہار

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ — بس آج کی شب بھی سو چکے ہم

کیا دنیا میں جس طرح بہار و خزاں کے موسم آتے ہیں ربیع و خریف کی ہوائیں چلتی ہیں اور جاڑے اور گرمیوں کا موسم بدلتا ہے، اسی طرح دلوں کی شورشوں کا بھی کوئی موسم ہے؟ روحوں کی بے قراری کی بھی کوئی فصل ہے؟ دیوانگی اور سراسیمگی کا بھی کوئی وقت ہے جس کی ہوائیں چلتی ہیں اور جن سے بادل نمودار ہوتے ہیں؟

موّاجِ سمندر کی مثل ساغرِ ضبط چھلکنا — میں نہیں بتا سکتا ہوں مگر میں پاتا ہوں کہ میرے دل کی دیوانگی ٹھہر ٹھہر کے اٹھتی، اور میرے جنون کی شورش گذر گذر کے لوٹتی ہے۔ میں کچھ عرصے اس دریا کی مانند جو اتر گیا ہو، چپ تھا۔ لیکن اس سمندر کی مانند جس کی تہ سے موجیں جوش مار رہی ہوں، پھر آہوں سے بھر گیا ہوں، فریادوں سے معمور ہو گیا ہوں، شورشوں سے لبریز ہوں اور دیوانگیوں کے سرجوش سے میرا ساغرِ ضبط چھلک گیا ہے۔

دلِ محزوں کی تڑپ — آج پھر مجھے اس خاک کی تلاش ہے جس کو اپنے سرد چہرہ پر اڑا سکوں۔ پھر ان کانٹوں کی جستجو ہے جن کو اپنے دل و جگر میں چبھو سکوں۔ میں دیوانوں کا متلاشی ہوں اور مجھے بے پروا لوگوں کی بستی کی ضرورت ہے۔ میں ہوشیاری سے اکتا گیا اور تندرستی سے

پہلی کتاب :

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (سورۃ النحل آیۃ ۲۱)

یہ مُردوں کی آبادی نہیں مُردوں کی
بستی ہے وہ اُٹھائے جائیں گے
کی گھڑی سے بے خبر پڑے ہیں

ذخیرۂ عقل و بصیرت

انسانی سرکشی پر تنبیہ اور ہوشیاری کی تمام تدبیریں ہو چکیں، اور یہ
عہد ہوتے انسان کو جگانے کے لئے جو کچھ کیا جا سکتا ہے۔ وہ سب
کچھ کیا جا چکا پر افسوس کہ تمہاری آنکھیں اب تک بند ہیں، تمہاری غفلت
و فراموشی کسی طرح کم نہیں ہوتی، اور تمہاری موت کی نیند کسی طرح بھی نہیں ٹوٹتی۔
دنیا میں انسان کے لئے عقل و بصیرت ہے۔ عقل کی رہنمائی کے لئے نبیوں
کی ہدایتیں ہیں، واعظوں کے وعظ ہیں، خدا کے مقدس نوشتے ہیں، اور
رسولوں کی بتلائی ہوئی تعلیمات ہیں، پھر حوادث و تغیرات ہیں، انقلابات و
تبدیلات ہیں، آثار و عبر ہیں، استشہاد و استدلال ہے، لیکن آہ! وہ قوم
جس کی غفلت کے لئے یہ سب کچھ بے کار ہے، نہ تو دنیا کے گزرے ہوئے
واقعات میں اس کے لئے کوئی اثر ہے، نہ حال کے حوادث و تغیرات میں
اس کے لئے کوئی پیغام ہے، نہ اللہ کے کلمات ذکریٰ اور کلام تنبیہ ہے،
اور نہ بندوں کی باتوں سے تنبیہ ہوتی ہے۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ○ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ

کی نیند ہوتی ہے۔ روح کی کشش کی نیند نہ ہوتی، تو تمہارے پلنگ کے سر
تاریخ کی آواز بلند کرتی ہے؟ تمہارے آگے نوعِ بشری کی پوری تاریخ موجود
ہے، ہزاروں ملکوں اور قوموں کے تجربے موجود ہیں، ہزاروں آثار و
اطلال ہیں، اور زمین کے ہر گوشے گزرے ہوؤں کی عمارتوں سے اور
مٹے ہوؤں کے کھنڈروں سے رُکے پڑے ہیں۔ تو تم ان سب کے پاس
جاؤ، اور ان سب سے پوچھ دیکھو کہ دنیا میں کوئی قوم بھی معصیت کر کے
زندہ رہی ہے اور انسانوں کا کوئی گروہ بھی خدا سے جنگ کر کے جی سکا ہے؟
کبھی ایسا ہوا ہے کہ خدا کے قانون پر چل کر قومیں تباہ ہوئی ہوں اور اس کے
قانون کو توڑ کے انہوں نے خوشحالی اور ہمیشگی پائی ہو؟

یقینی ہلاکت کا ذریعہ | اقوام کو چھوڑو، اور افراد کو تلاش کرو، جب سے
زمین بنی ہے آج تک ایک انسان بھی ان کی گود میں ایسا پلا ہے جس نے
غفلت و اعراض کر کے زندگی پائی ہو، اور خدا کے قانون کو توڑ کر خوشحالی
اور راحت حاصل کی ہو؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ تم زہر کھا رہے
ہو اور امیدوار ہو کہ تمہیں زندگی ملے۔ اور تم نے شیروں کے بھٹ کی راہ
اختیار کی ہے اور مطمئن ہو کہ انسانوں کی آبادی میں تم پہنچ جاؤ گے؟

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ	کیا انہوں نے ان لوگوں کا حال
مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ	نہیں سنا جو ان سے پہلے گزر چکے
وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ	ہیں مثلاً قوم نوح، عاد، ثمود، قوم
إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ	ابراہیم، اصحاب مدین اور وہ لوگ

ہولناکیوں سے زمین چیخ اٹھی اس پر بھی تم خبردار نہ ہوئے؟ اب اور کس بات کے منتظر ہو، اور کیا چاہتے ہو کہ آسمان پھٹ جائے اور آفتاب کے پرزے پرزے ہو جائیں اور کرۂ ارض دھواں بن کر اڑ جائے؟

فَهَلْ يَنظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ — پھر کیا یہ لوگ آخری فیصلہ کرنے والی
اَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ج — گھڑی کے منتظر ہیں کہ اچانک ان پر
فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ج — آ نازل ہو؟ سو اگر اس کا انتظار ہے
فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ — تو اس کی نشانیاں تو آ چکیں اور جب
ذِكْرٰىهُمْ ○ — وہ گھڑی خود آ جائے گی تو نصیحت
(سورہ محمد۔ آیۃ ۱۸) — اُن کے لئے کیا ہوگا؟

جلال الٰہی کے لقاء کا ذریعہ آفتاب کو ہمیشہ اس کی کرنوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اور دھوئیں کو دیکھ کر سمجھ لیا جاتا ہے کہ آگ جل رہی ہے۔ اسی طرح خدا کا جلال بھی ہمیشہ اپنی نشانیوں اور آیتوں کے اندر سے دیکھا گیا ہے اور ہمیشہ اس نے اپنے آفتاب جمال کی چمک بدلیوں کے نقاب میں دکھلائی ہے۔

پس وہ جو ہمیشہ آیا تھا اور جس نے ہمیشہ مغرور و غافل انسان کو ماننے اور قبول کر لینے کے لئے مجبور کر دیا تھا، آج بھی آ گیا۔ اور آنکھیں رکھنے والوں کے لئے اس نے اپنے چہرے پر سے اچانک نقاب الٹ دی۔ پھر اگر اب بھی تم نہیں دیکھتے، اور اب بھی تم اس کے آگے جھکنے کے لئے نہیں گر جاتے تو شاید تم منتظر ہو کہ وہ انسانوں کی طرح تمہارے سامنے

آگرا ہوجائے اور سورج کی کرنوں کے تخت پر بیٹھ کر آسمان سے اس طرح اُتر پڑے کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کو چھو لو اور اپنے کانوں کو اس کے مُنہ سے لگا دو کہ وہ آوازوں اور حرفوں کے اندر بول دے کہ میں خداوند خدائے قہار ہوں، اور جیسا کہ ہمیشہ سے ہوں اسی طرح اب بھی موجود ہوں، مجھے مان لو، اور مجھ سے انکار نہ کرو :

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ	اور ان لوگوں نے کہ خدا کے لقا کی
لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا	امید نہیں رکھتے کہا، اگر خدا موجود ہے
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا	ہو، سچ ہے تو کیوں نہیں ہم پر فرشتے
(سورہ الفرقان آیۃ ۲۱)	اُترے گئے، اور کیوں ایسا نہ ہوا کہ

ہمارا پروردگار آسمان سے اُتر آتا، اور ہم اُسے دیکھ لیتے؟

انتظارِ صالح کا اختتام | سو اگر وقتی اس کے منتظر ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمہارا انتظار کبھی ختم نہ ہوگا، یہاں تک کہ خدا کی بجائے اس کا عذاب اُترے گا اور تم کو دردناکیوں اور سختیوں کی بشارت دے گا :

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ	جس دن کہ فرشتے اُتر آئیں گے
لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ	تو اُس دن مجرموں کے لئے کوئی بشارت
لِّلْمُجْرِمِيْنَ ○	نہ ہوگی کہ وہ صالحوں کی طرح اس
(سورہ فرقان آیۃ ۲۲)	کا انتظار کریں۔

سُنّتُ اللہ | ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہمیشہ اس دن کے منتظر رہنے والوں نے اپنے انتظار کا ایسا ہی جواب پایا ہے :

ہم ایک ہی وقت میں خدا کی پکار سے بھاگ گئے۔ آہ سب ان سے بھاگ گئے، سب نے اس سے غول در غول بن کر بے وفائی کی۔ کوئی نہیں جو اس کے لئے روئے، کوئی نہیں جو کس کے عشق میں آہ و نالہ کرے۔ اس کی محبت کی بستیاں اُجڑ گئیں۔ اس کے عشق و وفا کے گھرانے مٹ گئے۔ اس کے گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔ اور اس کی کھیتوں کی حفاظت کے لئے کوئی آنکھ نہ جاگی۔ سب شیطان کے پیچھے دوڑے سب نے ابلیس کے ساتھ عاشقی کی، اور سب نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی آشنائی کے لئے اسے پکارا۔

ندامت و خجالت کی حس مفقود پھر اس پر قیامت یہ ہے کہ کسی کو ندامت نہیں، کسی کا سر شرمندگی سے نہیں جھکتا، کسی کے گلے سے توبہ و انابت کی آواز نہیں نکلتی، کسی کی پیشانی میں سجدوں کیلئے بے قراری نہیں۔ کوئی نہیں جو روٹھے ہوئے کو منانے کے لئے دوڑ جائے اور کوئی نہیں جو اپنی بدحالیوں اور بدبختیوں پر پھوٹ پھوٹ کر آہ و زاری کرے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ	ہم نے انہیں عذاب کی گرفت میں
فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ	مبتلا بھی کر دیا پھر بھی اپنے خدا کے
وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ○	آگے نہ جھکے اور نہ ان میں شکستگی اور
(سورہ المؤمنون آیۃ ۷۶)	عاجزی پیدا ہوئی۔

نشۂ غفلت کی مضبوطی و سحر کاری آہ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں، اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اتر جاؤں، اور کس طرح ہوشیاری

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۖ
(سورہ الانبیاء - آیۃ ۲۴)

پھر کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو ان سے کہو کہ اپنی دلیل پیش کریں کہ وہ کونسی حقیقت ہے جس نے ان کی نظروں میں دوسروں کو معبود بنا دیا ہے؟

احتیاجِ انسانی کا کمال پھر کیا تم اس سے بالکل بے نیاز ہو گئے ہو اور اب تمہیں خدا کے آگے جھکنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی؟ کیا تم کبھی بیمار نہ پڑو گے جبکہ طبیب مایوسی کا پیام دے گا اور عزیز و اقربا دیکھ دیکھ کر ناامیدی سے روئیں گے۔ اور کیا اس وقت تمہیں خدا کو پکارنے اور ہر طرف سے مایوس ہو کر اسی سے رحمت اور تسکین مانگنے کی ضرورت نہ ہوگی؟

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۝ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ۝ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ (سورۃ القیمہ آیہ ۲۶ تا ۳۲)

ہاں جب وہ گھڑی آئے گی کہ جان بدن سے کھنچ کر ہنسلی تک آ پہنچے اور دیکھنے والے کہیں کہ اس کا معالج کون ہے؟ اور یہ یقین کرے کہ اب کوچ کا وقت آ گیا اور اب درد و بیچینی کا یہ عالم ہو کہ ایک پنڈلی دوسری پر لپٹ گئی سو یہ وہ وقت ہوگا کہ تمہارے رب کی طرف انسان کا کوچ ہوگا۔ پھر بتاؤ کہ اس وقت اس بدبخت کا کیا حال ہوگا جس نے نہ تو کبھی خدا کے حکم کو مانا اور نہ کبھی اس کے آگے عبادت کے لئے جھکا بلکہ ہمیشہ سچائیوں کو جھٹلایا اور نیکیوں سے منہ موڑا۔

کفرانِ نعمت

بے جا مصرف | اگر تم کو آنکھیں دی گئی تھیں تو اس لئے تا کہ تم اُس کو دیکھو، اگر تم کو دل دیا گیا تھا تو اس لئے تا کہ صرف اُسی کو پیار کرو۔ اگر تم کو آنسو دیئے گئے تھے تو اس لئے تا کہ صرف اُسی کی یاد میں بہاؤ، اور اگر تمہاری پیشانی بلند کی گئی تھی تو اسی لئے تا کہ اُس کے آگے جھکاؤ۔ پر آہ، تمہاری زبانیں اُس کی حمد کے زمزموں سے محروم ہوگئیں، تمہارے دل اُس کی محبت کے نہ ہونے سے اُجڑ گئے، تمہاری روحوں میں اُس کی چاہت کی جگہ غیروں کی چاہتیں بھر گئیں، تمہارے قدم اس کی طرف جانے سے بوجھل ہوگئے اور تمہاری آنکھوں میں اُس کے عشق کے درد و فکر کے لئے ایک قطرۂ اشک بھی نہ رہا۔

مغزِ عمل کا فقدان | تمہاری مسجدیں تڑپ رہی ہیں کہ راستبازوں کی تڑپتی ہوئی اور مضطرب نمازیں ان کو نصیب ہوں، مگر حیوانوں اور چارپایوں کے کھڑے رہنے اور اوندھے ہو جانے کے سوا وہاں اور کچھ نہیں ہوتا۔ حالانکہ تمہارا خدا تمہارے کھڑے رہنے اور اوندھے گر پڑنے کا بھوکا نہیں اور اگر صرف پاؤں کو کھڑا رکھنا ہی عبادت ہوتا تو جنگلوں کے درختوں سے زیادہ تم کھڑے نہیں رہ سکتے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن	ان نمازیوں پر افسوس جنہیں یہ خبر نہیں
صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (آیۃ ۴-۵)	کہ وہ اپنی نماز کیا کرتے ہیں
وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا	اور جب یہ نماز کو اٹھتے ہیں تو سستی سے

کُسَالیٰ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا	ہیں تو وہ بڑی کسل مندی سے کھڑے ہوتے ہیں محض
یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ○	لوگوں کو دکھانے کو نماز پڑھتے ہیں اور
(سورہ النساء آیۃ ۱۴۲)	اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر برائے نام

کارسازِ حقیقی کی بے نیازی

انتباہ | بہت ہو چکا، اب بھی چھوڑ دو۔ آہ، بہت سو چکے، اب بھی جاگ اٹھو۔ بہت گر چکے، اب بھی اپنے آپ کو پاؤ۔ خدا نے تم کو وہ عزت دی ہے جس سے بڑھ کر آج تک زمین کی کسی مخلوق کو بھی عزت نہ دی گئی، دیکھو نہ ہو کہ وہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اور تمہاری جگہ کسی اور کو اپنی جانشینی کی شہنشاہی اور اپنی محبت کا تاج و تخت دے دے جیسا کہ اس نے تنبیہ کی ہے:

وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَۃِ ؕ اِنْ	اور تمہارا پروردگار بے پرواہ اور رحمت والا
یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ وَیَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِ	ہے اگر وہ چاہے تو تم سے اپنا رشتہ
کُمْ مَّا یَشَآءُ کَمَآ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ ذُرِّیَّۃِ	کاٹ لے اور تمہارے بعد کسی دوسری
قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ○ (الانعام آیۃ ۱۳۳)	جماعت کو قائم کر دے کہ جس طرح

خود تم کو دوسروں میں سے اس نے منتخب کیا تھا۔

اللہ غنی ہے محتاج نہیں | اگر تم کو اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ہے کہ اسے نہ دو گے اور اپنی جانوں کو اس کی محبت سے بھی زیادہ پیارا سمجھتے ہو کہ اس کے لئے ذرا بھی نہ دو گے، اور اگر تمہارے دلوں کی آہیں تمہارے جگر کی پیاس اور تمہاری آنکھوں کے آنسو اب اس کے لئے نہیں رہے ہیں بلکہ دنیا کا متاع بن گئے ہیں تو یقین کرو کہ وہ بھی

تمہارا محتاج نہیں ہے اور اس کی کائنات انسانوں سے بھری پڑی ہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کی سعادت

وہ اگر چاہے گا تو اپنے کلمۂ حق کی خدمت کے لئے درختوں کو چلا دیگا، پہاڑوں کو متحرک کر دیگا، کنکروں اور خاک کے ذرّوں کے اندر سے صدائیں اٹھنے لگیں گی، پر وہ فاسق اور نافرمان انسانوں سے کبھی کام نہ لے گا اور اپنے پاک کام کی عزت کو ناپاکوں کی گندگی سے کبھی آلودہ نہ ہونے دیگا اور پھر تم مانو یا نہ مانو مگر میں نے سچ سچ دیکھ کہ جب تمہارے اندر سے اس کی پکار کو جواب نہ ملا تو وہ دوسروں کو پیار اور محبت کے ہاتھوں سے اشارہ کر رہا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ
مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي
اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ
أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى
الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ
يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○
(سورہ المائدہ آیۃ ۵۴)

اے مسلمانو، تم میں سے جو شخص دین
حق کی راہ سے پھر جائے گا سو اسے یقین
کرنا چاہئے کہ خدا اپنے کلمہ حق کے لئے اس کا
محتاج نہیں ہے۔ قریب ہے کہ وہ ایک دوسری
قوم کو نمایاں کرے جو اللہ کو چاہنے والی
ہوگی اور اللہ اسے پیار کریگا۔ وہ مومنوں
کے آگے نہایت عاجز و نرم ہوں گے،
پر دشمنانِ حق کے لئے نہایت مغرور و
سرکش۔ اللہ کی راہ میں بے خوف جہاد
ہوں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا بڑا
ہی فضل ہے جس کو چاہے اپنے فضل کے لئے چن لے۔ وہ اپنے فضل میں بڑی
ہی وسعت رکھنے والا اور سب کا حال جاننے والا ہے۔

خواجہ کی فریاد

سے وہ انسان کہ جس نے ایک قیمتی چیز کو کھوٹے سکوں کے عوض فروخت کر ڈالا۔ افسوس! تو نے بڑے سے بڑا خسارہ اُٹھایا، اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ تو اس خسارے کو سمجھ بھی نہ سکا۔ افسوس! اگر اس متاع گراں بہا کی قیمت تو نہیں جانتا تھا، تو تو نے اُن لوگوں سے کیوں نہ پوچھ لیا جو اُسے خوب جانتے پہچانتے اور سمجھتے تھے۔ اللہ کی قسم تجھ پر تعجب ہے۔

تیرے پاس جو متاع اور سامان تھا، اس کا خریدار خود اللہ تعالیٰ تھا۔ جس کی قیمت جنت، اما وسے کے چمن سے تھی جس کے بیچ بیع وشرا، ور خرید و فروخت کا سودا ہو رہا تھا۔ اور جو خدا کی جانب سے قیمت کی ذمہ داری لے رہا تھا، وہ خود سفیرِ الٰہی، رسولوں اور پیغمبروں کے امام حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ افسوس! پھر بھی تو نے اپنا مال و اسباب کم اور گھٹیا داموں پر فروخت کر دیا۔

پس اے تنگ عیش، تنگ دل، ور درماندہ انسان تو کس دن کب اور کس طرح انصاف کرے گا؟ حالانکہ دنیا کی اس زندگی کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے ——— اللہ ہی تمہاری مدد کرے!

وہ شخص جس کا قلب ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ غافل رہا۔ خواہشات کے

پیچھے مارا مارا پھرا۔ خدا تعالےٰ کے احکام کو ہمیشہ ٹھکراتا رہا۔ اسے خاتمہ بالخیر کی توفیق کیونکر میسر آسکتی ہے۔؟ جو قلب خدا سے دُور، ندا سے غافل، خواہشات کا پیرو، شہوات کا پرستار، زبان ذکرِ الٰہی سے ناآشنا، ہاتھ اور پاؤں طاعتِ الٰہی سے معطل، اور جس کا سارا وقت معصیتِ الٰہی میں صرف ہوا ہو، اُسے حُسنِ خاتمہ کی توفیق کیونکر ہو سکتی ہے۔

قیامت کا دن، وہ دن ہے کہ خدا تعالےٰ مخلوق کو زندہ کرے گا۔ نیکوکاروں کو اُن کی نیکی کا اور بدکاروں کو اُن کی بدکاریوں کا بدلہ دے گا۔ مظلوم کو ظالم سے حق دلائے گا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اُس کی رضامندی کیلئے مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں، انہیں بہترین انعامات سے نوازے گا۔ اُس دن وہ تمام اختلافات واضح ہو جائیں گے، جن میں مخلوق آج مُبتلا ہے ——— اُس دن بدعملوں کو اُن کی بدعملی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

ہادیٔ کامل | یہ بات ہر ایک مسلمان بلکہ ہر ذی عقل و شعور انسان مانتا ہے کہ اس ظلمت کدۂ عالم کی ضیا اور تیرہ دان دُنیا کی روشنی ہمیشہ انوارِ وحی کی منت پذیر رہی۔ کلامِ ربانی کے آفتاب نے اُفقِ رسالت و نبوت سے طلوع ہو کر اس جہالت زار کی اندھیریوں کو پوش پوش کیا اور اس کے سیہ خانوں کو بقعۂ نُور بنایا۔

تاریخ کی اس ناقابلِ تردید شہادت کو کون نہیں مانے گا کہ عرب کی اُجڑی دنیا کو بسنے والا، دُکھی دنیا کے سنگلاخ میں راحت و مسرت کے پھول کھلانے والا وہی کلامِ ربانی کا ابرِ گوہربار تھا، جو فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا، فضائے مکہ پر چھایا اور عرب و عجم کو سیراب کر گیا۔

وہ عرب جو دامنِ انسانیت پر بدنما داغ اور ایک گھناؤنا دھبہ تھے، یہ معجزہ اگر آسمانی ہدایت کا نہیں تھا تو اور کیا تھا کہ وہی جاہل اجہل گنوار اور وحشی بہ خوبی و کمال میں اقوامِ عالم کے استاذ بلکہ استاذ الاستاذ بن گئے، اخلاقی پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیوں پر نظر آنے لگے اور انسانی تفوق و برتری کی انتہائی رفعتوں کو بھی پامال کر کے رکھ دیا۔

مگر یہ تلخ حقیقت بھی ناقابلِ انکار و ناقابلِ تردید ہے کہ وہی قوم جس نے اقوامِ عالم سے اپنے اخلاقِ حمیدہ، اپنے اوصافِ ستودہ، اپنی حکومت و جہانداری، سیادت و سرداری، علم و عمل، حکمت و شجاعت کا دم منوایا تھا، آج اس تعلیمِ ربانی کے آفتاب جہانتاب کی پُرنور و ضیا بخش شعاعوں سے گریز کرنے لگی اور اس کی ضیا پاشیوں اور انوار ریزیوں سے جو کہ اس کے حال و معاد کی تاریکیوں کو دُور کرنے اور اس کو ازدواجِ حقیقی ترقی و برتری سے ہم آغوش کرنے کی ضامن تھیں، بیزار ہو کر خود ساختہ ترقیوں اور ممن گھڑت برتریوں کی اندھیریوں میں پھنس کر منزلِ مقصود سے کوسوں دُور چلی گئی۔

مسلسل و متواتر نا کامیاں دیکھ کر اپنی غلط راہروی اور اپنی ان ظلمتوں اور تاریکیوں کو اب محسوس بھی کرنے لگی ہے لیکن علاج صحیح کرنے کی طرف قدم نہیں بڑھتی محسوس کرتی ہے لیکن بالکل اسی طرح کہ بلندی کا خواہشمند کسی غار میں اترتا چلا جائے مکہ کا مسافر ترکستان کی طرف چل پڑے غلط اور نادیدہ راستہ بغیر رہنما کے مشق کے طے کرنے کا متمنی یقیناً مصائب و تکالیف کا شکار ہوگا صعوبتوں کے خندق پریشانیوں کے صحرا اُسے حواس باختہ بنادیں گے راستے کے خونخوار بھیڑیئے اور اس بیابان دیدہ گراہی کے خارزاروں میں چھپے ہوئے شیر و پلنگ بلاشک اُس پر حملہ آور ہوں گے اور اس کی تکہ بوٹی کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔

بعینہٖ یہی حالت آج مسلمان کی ہو چکی ہے۔ اپنے رہنمائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اور دکھائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر غلط راستے پر چل پڑا طرح طرح کے فتنوں نے اُسے آلیا۔ گناہ وہ بھیڑیئے ہیں جو اصلی راستے سے انحراف اور اس راہنمائے محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت علیہ سے بے خبر ہر ایک راہ رو پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اُس کے جسم ایمانی کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

اس وقت دنیا بداعمالیوں سے ظلمت کدہ بنی ہوئی ہے۔ کفر کی کالی گھٹائیں ہر طرف تُلی کھڑی ہیں نیکی نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھر تھرا رہی ہے راہ راست سے بھٹکی ہوئی انسانیت آس اور یاس کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہے کہ کہیں روشنی کی کرن پھوٹے اور اُسے سلامتی کی راہ مل جائے۔ اے دنیا کے بسنے والو اس پُر ہول اندھیرے سے نکلنے کیلئے خواجہ محمد اسلام کی ترتیب دی ہوئی کتاب "محبوبِ خدا کے حُسن و جمال کا منظر" کا مطالعہ کرو۔

سید المرسلین — خاتم النبیین — رحمۃ للعالمین
سرکار دو عالم — سرورِ کائنات
حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا

آخری خطبہ

۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو الوداعی خطبہ کہلاتا ہے اور جس کو پڑھ کر قیامت تک مسلمانوں کے دل نورِ ایمان سے منور ہوتے رہیں گے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! آگاہ رہو، بیشک تمہارا رب ایک ہے، اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے۔ نہ عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اور مسلمان مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔

تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو، وہی ان کو پہناؤ۔

جاہلیت کے تمام خون (یعنی قتل کے خون) باطل کر دیے گئے اور

سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون، ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کر دیتا ہوں۔

جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے، اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے

تمہارا خون اور تمہارا مال (ایک دوسرے کے لئے) تاقیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اس شہر میں حرام ہے۔

میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز کیا ہے؟ کتابُ اللہ!

خدا نے ہر حق دار کو (از روئے وراثت) اُس کا حق دے دیا اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زناکار کے لئے پتھر ہے۔ اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

ہاں! عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔

قرض ادا کیا جائے، عاریت واپس کی جانی چاہیئے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

جو لوگ موجود ہیں، وہ اُن لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں، یہ احکام پہنچا

دیں۔ ممکن ہے وہ لوگ جو موجود نہیں، اُن لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں، جنہوں نے اپنے کانوں سے سُنا ہے۔

یہ فرما کر آپؐ نے مجمع عام کی طرف خطاب کیا:

"تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟"

صحابہؓ نے عرض کیا۔ "ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا، اور اپنا فرض ادا کر دیا۔" آپ نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھائی، اور تین بار فرمایا: "اے اللہ تُو گواہ رہنا۔"

عین اُس وقت جب آپ یہ فرضِ نبوت ادا کر رہے تھے یہ آیت اُتری۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ	آج میں نے تمہارے لئے دین کو
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ	مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام
رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ	کر دی اور تمہارے لئے مذہب
دِيْنًا۔	اسلام کو انتخاب کر لیا۔

اسلام کی سچی تصویر اور حضور سید المرسلین، رحمۃ للعالمین خاتم النبیین، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی سے روشناس ہونے کے لئے

کتاب **محبوب کے حُسن و جمال کا منظر** مت فرمائیں

طالبِ دُعا: خواجہ محمد اسلام

چند اہم معروضات

فرمائش کرتے وقت اپنا پتہ مکمل صاف اور خوشخط تحریر فرماویں۔
بعض حضرات کتب منگوا کر واپس کر دیتے ہیں۔ یہ اخلاقی کمزوری ہے
نیز اس سے ایک مسلم ادارے کو نقصان پہنچتا ہے اور ہمیں کافی نقصان پہنچ
چکا ہے۔ اس لئے پڑھنے والے حضرات رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر
کے ساتھ روانہ فرماویں۔

تاجر حضرات مطلوبہ کتب کی رقم بذریعہ بینک ڈرافٹ کے ذریعہ خواجہ محمد اسلام کے
نام کا ارسال فرماویں پیشگی رقم آئے بغیر کتب ارسال نہیں کی جاویں گی۔

پیشگی رقم آنے پر اندرون ملک کتب ارسال کرنے کا ڈاک خرچ۔
ٹرک یا ریل کا خرچہ ہمارے ذمہ ہوگا۔

ہر کتاب روانگی کے وقت اچھی طرح دیکھ بھال کر روانہ کی جاتی ہے
تاہم اگر اتفاقاً کوئی نقص پایا جائے۔ تو اطلاع ملنے پر فوراً مناسب تلافی
کر دی جائے گی۔ خریدار حضرات ہمیں اپنی شکایات سے باخبر رکھیں۔

آرڈر کی تعمیل اور خطوط کا جواب عموماً ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر ارسال
کر دیا جاتا ہے۔ اگر آپ کو فوری جواب موصول نہ ہو تو یوں سمجھیں کہ آپ کا
خط ہمیں نہیں ملا۔ اس لئے دوبارہ لکھئے۔

ادارۂ اشاعتِ دینیات سعید منزل انارکلی لاہور

مطبوعاتِ خواجہ محمد اسلام

(۱) فکرِ آخرت اور ذکرِ آخرت کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے لئے

جنّت کا منظر

مطالعہ فرمائیں قیمت -/۲۵

(۲) اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کے حضور اپنی ضرورتیں پیش کرنے کا طریقہ سیکھنے کے لئے:

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں

مطالعہ فرمائیں قیمت ۳

(۳) نیکوں کی روح پرور زندگی سے، اور سُود خوروں، رشوت خوروں، شرابیوں اور زانیوں کے ہولناک انجام سے باخبر ہونے کے لئے:

موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا

قیمت ایڈیشن -/۱۵ مجلد -/۵۰

(۴) حُسن پرستوں کے عشق کی نفسانی غرض و نیت معشوق کے ساتھ بدکاری کرنے سے وابستہ دیکھئے:

حُسن پرستوں کے انجام کا منظر

قیمت -/۱۵

(۵) لوگو! اپنے باپ کی کہانی پڑھنے کے لئے:

فریادِ آدمؑ کا منظر

مطالعہ فرمائیں قیمت -/۱۰

(۶) اللہ کے حبیبؐ، اُمت پر شفیق کی مثالی زندگی:

محبوبؐ کے حُسن و جمال کا منظر

مطالعہ فرمائیں

قیمت -/۲۰

تفصیل ماخذ

- تفسیر عزیزی
- تفسیر مظہری
- معارف القرآن
- آئینۂ تلبیس
- تلبیسِ ابلیس
- اسلام کا نظامِ عفت و عصمت
- معارف مثنوی
- تذکرۃ الاولیاء
- الجواب الکافی
- منبہات ابنِ حجر
- فسانۂ ہجر و وصال
- احیاء العُلوم
- و دیگر اسلامی کتب و دینی رسائل

قال اللہ تعالیٰ

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پہ

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا منظر

خاص ایڈیشن

قیمت ۲۰ روپے

مرتّب و ناشر

خواجہ محمد اسلام

لاہور

اللہ اکبر
كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
Every soul must taste of death
THE SPECTACLE OF DEATH
INCLUDING
GLIMPSES OF LIFE BEYOND THE GRAVE
BY
KHAWAJA MUHAMMAD ISLAM
TABLIGHI KUTUB KHANA
URDU BAZAR, LAHORE
PAKISTAN
PRICE Rs. 50